Title - KITABUL TALAAG.

Creator - Sayyed Mehmood.

Publisher - Matba Muslihul Mutlabi Waqes (Delhi).

Date - 1899.

Pages - 246.

Subjects -

کتاب الطلاق

از کتاب مذهب حنفی

شرح مجمع البحرین

حسب الارشاد انریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظله ممدودا
الی لا باد باهتمام احقر العباد
خواجه مصلح الدین احمد
غفرلها لاحد فی یوم
التناد

در مطبع مصلح المطابع واقع دهلی طبع شد

جولائی سنه ۱۸۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

(۱) وهو فى اللغة رفع القيد على الاطلاق وفى الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(۱) کسی قسم کی پابندی ہو اسکے دور کر دینے کا نام لغت میں طلاق ہے اور شریعت میں اس قید کے دور کر دینے کا نام طلاق ہے۔ جو نکاح سے لازم ہوتی ہے۔ اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(۲) وفى المحيط المستعمل فى المرأة لفظ التطليق وفى غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق مالم ينو ولو قال طلقتك تطلق نوى او لم ينو لان التطليق تفعيل وهو مستعمل فى التكثير وفى اطلاق الدابة رفع القيد

(۲) محیط میں مذکور ہے۔ عورت کے چھوڑنے میں تطلیق کا اور اسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر عورت سے کہے میں نے تجھکو مطلق کر دیا تو جبتک اس نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا طلقتک تو بہر صورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدھے گھوڑے کو چھوڑنے میں صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے میں رفع قید اور

کتاب الطلاق

از

کتاب مذہب حنفی

شرح مجمع البحرین

مؤلفہ ومترجمہ آنریبل سید محمود
بیرسٹرایٹ لا جج ظلہ ممدود
الٰہ آباد باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفرلہ
الاحد فی یوم السادس
سنہ ۱۸۹۵ء

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی مین طبع ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

(١) وهو في اللغة رفع القيد على الاطلاق وفي الشريعة رفع القيد الثابت بالنكاح وهو اسم بمعنى التطليق كالسلام بمعنى التسليم۔

(١) کسی قسم کی پابندی ہو اوسکے دور کر دینے کا نام لغت مین طلاق ہے اور شریعت مین اوس قید کے دور کرنے کا نام طلاق ہے جو نکاح سے لازم ہوتی ہے اور طلاق اسم ہے بمعنے تطلیق کے جیسے سلام بمعنی تسلیم کے۔

(٢) وفي المحيط المستعمل في المرأة لفظ التطليق وفي غيرها لفظ الاطلاق حتى لو قال لامرأته اطلقتك لا تطلق ما لم ينو ولو قال طلقتك تطلق نوى او لم ينو لان التطليق تفعيل وهو مستعمل في التكثير وفي اطلاق الدابة رفع القيد

(٢) محیط مین مذکور ہے عورت کے چھوڑنے مین تطلیق کا اور اوسکے سوا لفظ اطلاق کا بولا جاتا ہے حتے کہ اگر عورت سے کہے مین نے تجھکو اطلاق کر دیا تو جبتک اس سے نیت طلاق کی نہ کرے طلاق واقع نہوگی اور اگر کہا طلقتک تو بہر صورت طلاق واقع ہوگی خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ تطلیق باب تفعیل سے ہے اور وہ کثرت صدور فعل کے لیے آتا ہے اور گدہی گھوڑے کو چھوڑنے مین صرف قید کا دور کر دینا ہوتا ہے اور عورت کو چھوڑنے مین رفع قید

فقط وفی اطلاق المرأة الرفع وازالة الملك والحل۔

اور ازالہ ملک اور ازالہ حلیت اتنی باتین پائے جاتی ہین۔

(۳) اعلم ان الطلاق نوعان سنّی وبدعی وکل واحد منهما نوعان نوع یرجع الی العدد ونوع یرجع الی الوقت اما الطلاق السنی فی العدد والوقت نوعان حسن واحسن۔

(۳) جاننا چاہیے کہ طلاق کی دو قسمین ہین سنی اور بدعی اور ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک قسم کا مدار عدد پر ہے اور ایک قسم کا وقت پر اب طلاق سنی کے باعتبار عدد اور وقت کے دو قسمین ہین حسن اور احسن۔

\+ + + +

(۴) اذا اوقع طلقة فی طهر لم یجامعها فیه او کانت حاملا قد استبان حملها وترکها حتی تنقضی عدتها فقد اتی باحسن الطلاق لما روی ان الصحابة کانوا یستحبونه لکونه ابعد من الندم واقل ضررا بالمرأة حیث لم یضق محلیتها وهو نعمة فی حقهن۔

(۴) اگر اوس طہر کے اندر جسمین عورت سے اوس نے صحبت نہین کی ہو ایک طلاق دے یا وہ حاملہ ہے اور حمل ظاہر ہوگیا ہو اوس حالت مین طلاق دی اور اوس سے علیحدہ ہوگیا حتی کہ اوسکے عدت گذر گئی تو یہ طلاق طلاق احسن اوس سے وقوع مین آئے کیونکہ مروی ہے کہ صحابہ اس طلاق کو پسند کیا کرتے تھے اسلیے کہ یہ بعید از ندامت ہے اور عورت کو بھی اسمین نقصان کم ہے اسلیے کہ عدت کے طویل نہونے سے اوسکو عدت پورا کرنے مین دقت نہوگی اور عورتون کے حق مین یہ ایک بڑی نعمت ہے

(۵) قیل یوقعه فی آخر الطهر لئلا تتضرر بطول العدة وقیل یطلقها عقیب الطهر کیلا تبتلی بالایقاع عقیب الوقاع وهذا اظهر۔

(۵) بعض تو کہتے ہین طہر کے اخیر مین یہ طلاق دینی چاہیے تاکہ طول عدت سے اوسکو تکلیف نہو اور بعض کہتے ہین حیض سے پاک ہوتی ہے طلاق دینی چاہیے تاکہ جماع کے بعد طلاق دینے سے بدعت مین مبتلا نہو جائے اور یہ قول زیادہ تر ظاہر ہے۔

(۶) وان اوقع ثنتین او ثلثا دفعة او فی طهر واحد ای اوقعها دفعات فی طهر واحد

(۶) اگر ایک ہی دفعہ مین دو طلاقین یا تین طلاق دین یا کئی مرتبہ مین مگر ایک ہی طہر مین بدون اسباب کے کہ بیچ مین

من غير ان يتخلل الرجعة بينهن وقع الطلاق فيه۔

رجوع کیا ہو دو یا تین طلاق دین تو وہ واقع ہو جائین گی۔

(٧) وفيه احتراز عن قول الشيعة فان الطلاق البدعي غير واقع عندهم۔

(٧) اسمین شیعہ کے قول سے احتراز ہے کہ اون کے نزدیک طلاق بدعی واقع نہین ہوتی۔

* * * * *

(٨) ونجعله اى الايقاع المذكور بدعة ففاعله يكون عاصيا وهذا بدعي من حيث العدد وقال الشافعي ليس ببدعة۔

(٨) یہ طلاق مذکور ہمارے نزدیک عدد کے اعتبار سے طلاق بدعی ہے اور اوسکا مرتکب عاصی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین اس قسم کی طلاق دینا بدعت نہین ہے۔

* * * * *

(٩) وانما قيدنا بقولنا من غير ان يتخلل لان الرجعة لو تخللت لا يكون بدعة عند ابي حنيفة۔

(٩) یہ قید کہ بیچ مین رجوع نہ کیا ہو اسلیے لگائی ہے کہ اگر رجوع کر لیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک بدعت نہو گی۔

(١٠) له ان الحكم المشروع وهو العدة ترتب عليه و لو كان محظورا لما ترتب عليه المشروع ولنا قوله عم لعمر مر ابنك فليراجعها وقد كان طلقها حال الحيض ثم يدعها حتى تحيض وتطهر ثم يطلقها ثم تحيض وتطهر ثم يطلقها ان احب امره عم بتفريق الايقاع ومن اوقع ثنتين او ثلاثا يكون مفوتا للمامور به فيكون بدعة والمشروع

(١٠) امام شافعی رح کی دلیل اوسکے بدعت نہونے پر یہ ہے کہ اس قسم کی طلاق پر حکم شرعی یعنے عدت، مترتب ہوتا ہے اور اگر یہ ایک امر ممنوع ہوتا تو حکم مشروع اوسکے اوپر نہ مترتب ہوتا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دیدی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے سے کہدو کہ اوس سے رجوع کرے پھر اوسکو چھوڑ دے جبتک کہ اوسکو حیض آوے اور پاک ہو جاوے پھر اوسکو طلاق دے پھر اوسکو حیض آوے اور پاک ہووے پھر اوسکو طلاق دے اگر چاہے اس حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تفریق طلاق کا حکم دیا اور جس شخص نے دو یا تین طلاقین ایک ہی مرتبہ مین دیدین تو

لا ينافي الحظر كالطلاق حال الحيض [illegible]

مامور بہ کو اس نے فوت کر دیا پس اسلیے یہ بدعت ہوگی اور حکم مشروع کو امر محظور کے ساتھ منافات نہیں ہے کہ اسپر مترتب ہوسکے

(۱۱) فان فرقها اي الطلقات في المدخول بها في ثلثة اطهار اتى بالسنة۔

(۱۱) اگر مدخولہ کو تین طلاقیں بتفریق تین طہروں کے اندر دیں تب بھی سنت پر عمل ہو گیا۔

(۱۲) ولم يحصروها اي السنة في الواحدة وقال مالك تفريق الطلقات بدعة وانما السنة ان يطلقها واحدة لان الاصل في الطلاق الحظر وانما ابيح للخلاص وهو حاصل بالواحدة ولنا ما روى انه عم قال لابن عمر ان من السنة ان تستقبل الطهر استقبالا وتطلق لكل قرء واحدة۔

(۱۲) سب ائمہ کے نزدیک طلاق سنت ایک طلاق دینے پر منحصر نہیں ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہیں متفرق طلاقوں کا بھی دینا بدعت ہے اور سنت صرف اسقدر ہے کہ ایک طلاق دے کیونکہ اصل طلاق کی اندر ممانعت ہی مگر صرف خلاصی حاصل کرنے کے لیے مباح کردی گئی ہی اور خلاصی ایک طلاق دینے سے حاصل ہو جاتی ہو اور ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ سے فرمایا ہے یہ بات سنت ہی کہ طہر کا تو استقبال کرے استقبال کرنا اور ہر طہر میں ایک طلاق دے۔

(۱۳) واذا قال للمدخول بها انت طالق ثلاثا للسنة قسمت على الاطهار لان اللام في قوله للسنة للوقت ووقت الطلاق السني طهر خال عن الجماع فيقسم ثلث تطليقات على ثلثة اطهار وكذا لو قال في السنة او مع السنة او على السنة لا يقسم

(۱۳) اگر اپنی مدخولہ بیوی سے کہا انت طالق ثلثا للسنة یعنی سنت کے لیے تجھپر تین طلاق تو وہ تین طلاقیں تین طہر پر تقسیم ہو جاینگی کیونکہ یہاں سنت کا وقت مراد ہے اور طلاق سنی کا وقت طہر ہے جو جماع سے خالی ہو اسلیے تین طلاقیں تین طہر پر تقسیم ہو جائینگی اسیطرح اگر کہا سنت میں یا سنت کے ساتھ اور اگر سنت کے اوپر کہا تو تقسیم نہو نگی

* * * * *

(۱۴) قيد بالمدخول بها لانه لو قال لغير المدخول بها انت

(۱۴) مدخولہ کی اسلیے قید لگائی ہی کہ اگر غیر مدخولہ سے کہا انت طالق ثلثا للسنة تو تین طلاق طہروں پر تقسیم

طالق ثلثا للسنة لا يقسم الثلث على الاطهار اذ لا عدة لها وانما يقسم على التزوجات فان تزوجها ثانيا يقع طلقة ثانية وان تزوجها ثالثا يقع طلقة ثالثة والسنى فى غير المدخول بها انما يتصور على هذا الوجه۔

ہونگی کیونکہ اوسکے لیے عدت ہی نہین ہو بلکہ نکاحون پر تقسیم ہونگی پس اگر دوسری دفعہ اوس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر تیسری دفعہ کیا تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور غیر مدخولہ مین تین طلاقین سنت کے موافق اسطرح واقع ہوسکتی ہین۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(١٥) واعتبرنا نية الجمع يعنى لو نوى وقوع الثلث فى الحال فى قوله انت طالق ثلثا للسنة صحت نيته۔

(١٥) ہمارے نزدیک اگر انت طالق ثلثا للسنۃ مین اوسیوقت تین طلاقون کے واقع کرنے کی نیت کرے تو نیت صحیح ہے اور اوسیوقت واقع ہوجائمین گی۔

(١٦) وقال زفر لا يصح بل يفرق على اوقات السنة۔

(١٦) امام زفر رحمہ فرماتے ہین نیت صحیح نہوگی بلکہ سنت کے موافق اوقات پر اوسکے تقسیم ہوگی۔

(١٧) هذا فيما اذا صرح لفظ ثلثا حتى لو لم ينص عليه لا يصح نية الجمع اتفاقا لانه اذا نوى الجمع فى الحال بطل تعميم الوقت المستفاد من اللام فى السنة وبقى قوله طالق فلا يصح فيه نية الثلث لانه نعت فرد لا يحتمل وقوع جملة العدد فيه۔

(١٧) یہ اختلاف اوس صورت مین ہو کہ تین کا لفظ صراحۃً بیان کردے حتے کہ اگر اوسکی تصریح نہین کی ہو تو بالاتفاق نیت جمع صحیح نہوگی اسلیے کہ جب فی الحال جمع کی نیت کی تو تعمیم وقت جو سنت پر لام داخل کرنے سے سمجھہ مین آتی تھی باطل ہوگئی اور صرف طالق کا لفظ رہگیا اوسمین تین کی نیت صحیح نہین ہوسکتی کیونکہ طالق فقط ایک صفت ہی جملہ عدد طلاق کے واقع ہونے کا اوسمین احتمال نہین ہے۔

(١٨) فان قيل قالوا لو قال انت طالق ثلثا فى اوقات السنة ونوى الوقوع جملة لا يصح فكيف صح فى قوله للسنة واللام فيه

(١٨) اگر کہو فقہاء کا قول ہو کہ اگر کوئی شخص عورت سے کہے تیرے اوپر تین طلاقین ہین اوقات سنت کے اندر اور سب کی اوسیوقت واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو وہ ارادہ صحیح نہین ہو پس (للسنۃ) کے کہنے سے کیونکر

للوقت قلت اللام ليست بصريحة للوقت بل هي محتملة له وللعلة وانما حملناها على الوقت بقرينة ذكر السنة والسنة المطلقة هي كاملة فاذا نوى الوقوع جملة صار ناويا معنى العلة فصحت واما اوقات السنة اذا صرحت لا يحتمل بل يتفرق على الاطهار۔

یہ نیت صحیح ہو جاتی ہی حالانکہ اسمین بھی لام توقیت کے لیے ہی تو اسکا یہ جواب ہی کہ لام صراحۃً وقت کے لیے نہین ہی بلکہ اوسمین توقیت کا احتمال ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ تعلیل کے لیے ہی مگر بقرینہ ذکر سنت کے وقت پر اوسکو محمول کر لیا ہی اور مطلق سنت سے سنت کاملہ مراد ہی اور جس صورت مین دفعۃً واقع کرنے کا ارادہ کیا تو اوس نے اپنی نیت مین سنت کو علت گردانا پس وہ بھی صحیح ہے اور جس صورت مین صراحۃً اوقات سنت کہدیا تو اب دوسرا احتمال نہ رہا پس لا محالہ طہرون پر طلاق کی تفریق ہوگی۔

(١٩) له ان نية الجمع بدعة فلا يصح نيته من لفظ السنة ولنا ان وقوع الثلث جملة سني على معنى انه عرف بالسنة لقوله ع م من طلق امراته الفا بانت بثلث وان لم يكن ايقاعه سنيا فلا يتناوله مطلق كلامه بلا نية لانه منصرف الى الكامل وهو السني وقوعا وايقاعا فاذا نوى الثلث يعتبر لانه من محتملات لفظ السنة كما اذا قال كل مملوك لي حر لا يتناول المكاتب لقصور في كونه مملوكا فاذا نواه من المملوك يجوز۔

(١٩) امام زفر رح کی یہ دلیل ہی کہ جمع کی نیت کرنا بدعت ہی پس سنت کے لفظ سے اوسکا مراد لینا ناممکن ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ تین طلاقون کا دفعۃً واقع ہونا باین معنی سنی ہی کہ سنت سے اوسکا واقع ہونا ثابت ہوا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہزار طلاق دے تو تین طلاق عورت پر پڑینگی اور جدا ہو جائے گی۔ اگرچہ اس قسم سے واقع کرنا سنت کے موافق نہین ہی اور بلا نیت کیے ہوے مطلق اوسکا کلام دفعۃً تین طلاق واقع کرنے کو شامل نہوگا اسلیے کہ مطلق سنت سے سنت کامل مراد ہوگی اور وہ طلاق سنی ہی وقوع مین بھی سنت کے موافق اور واقع کرنے مین بھی۔ پس جب تین کی جمع کرنے کی نیت کی تو نیت معتبر ہو جالیگی اسلیے کہ سنت کا لفظ اسکو محتمل ہی جیسے اگر کہے میرا ہر مملوک آزاد ہی تو مکاتب کو بسبب نقصان ملکیت کے شامل نہین ہی مگر جس صورت مین مملوک سے مکاتب کی نیت کرے

(٢٠) ونعم السنة في العدد المدخول بها وغيرها يعني الطلاق السني

(٢٠) عدد کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون کو عام ہی یعنے عدد کے اعتبار سے دونون کو طلاق

من حیث العدد یستوی فیه المدخول بها وغیرها۔

سنی ہوسکتی ہے۔

* * * *

(۲۱) وفی العنایة شرح الهدایة السنة من حیث العدد ان یطلقها ویترکها حتی تنقضی عدتها سمی الواحد عددا مجازا لانه اصل۔

(۲۱) عنایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے عدد کے اعتبار سے طلاق سنی یہ ہے کہ اوسکو ایک طلاق دے اور پھر اوس کو اپنی حالت پر چھوڑ دے اوسوقت تک کہ اوسکی عدت گذر جائے ایک کو اسلیے مجازاً عدد کہدیا ہے کہ وہ عدد کی اصل ہے۔

(۲۲) وتختص فی الوقت ای الطلاق السنی باعتبار الوقت یختص بالمدخول بها بان یطلقها فی طهر خال عن الوقاع لان الاصل فی الطلاق الحظر وانما ابیح للحاجة وهی مخفیة لابد لها من امارة فاقیم الطهر الخالی عن الجماع مقام الحاجة لانه زمان یرغب فیه الفحل الیها وکلما تجدد الطهر تجدد الحاجة فیکون سنیا من حیث الوقت

(۲۲) وقت کے اعتبار سے طلاق سنی مدخولہ کو ہے ہوسکتی ہے بایں طور کہ طہر مین اوسکو طلاق دے اور اُس طہر مین صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ اصل طلاق کے اندر ممانعت ہے مگر ضرورت کے لیے مباح کر دی گئی ہے اور وہ ضرورت ایک مخفی چیز ہے ظاہر مین کوئی اوس کی نشانی ہونی چاہیے اسلیے طہر کو جو جماع سے خالی ہو حاجت کے قائم مقام کر دیا گیا کیونکہ اوسوقت مین مرد کو عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور جتنا طہر کا تجدد ہوگا اوتنا ہی ضرورت کا تجدد ہوگا پس یہ وقت کے اعتبار سے سنی ہوگی۔

* * * *

(۲۳) وفی الفوائد التاجیة هذا اذا لم یجامعها فی الحیضة التی سبقت هذا الطهر ولم یطلقها فیها ایضا فان کلا منهما یخرج الطهر الذی عقیبه ان یکون محلا للطلاق السنی۔

(۲۳) فوائد تاجیہ مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ خاوند نے اوس حیض مین جو اس طہر سے پہلے ہی اوس سے صحبت نہ کی ہو اور اوس حیض مین طلاق بھی نہ دی ہو اسلیے کہ یہ دونون باتین اُس طہر کی طلاق سنی کا محل ہونے کی مانع ہونگی۔

* * * * *

(۲۴) واجزنا طلاق غیر المدخول بها فی الحیض من غیر کراهة

(۲۴) ہمارے نزدیک غیر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دینا بلاکراہت جائز ہے۔

(٢٥) وقال زفر يكره قياسا على المدخول بها لانه ايقاع فى حالة النفرة عنها ولنا ان المرأ شديد الميل الى امرأة لم يتصل بها فتكون مرغوبة فى جميع الازمنة فيكون طلاقها واقعا لحاجة فلا يكره بخلاف المدخول بها لان الرغبة اليها يتجدد بالطهر مع انها تتضرر اذا طلقت فى حيضها وغير المدخول بها ليست كذلك اذ لا عدة عليها۔

(٢٥) امام زفر رح اوسکو مدخولہ پر قیاس کرکے مکروہ فرماتے ہین اسلیے کہ ایسی حالت مین طلاق کا اوسپر واقع کرنا ہے جس حالت مین اوس سے مرد کو نفرت ہوتی ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مرد کو اوس عورت کے ساتھ جس سے ہنوز اوسنے صحبت نہین کی ہے ہر وقت مین بہت رغبت ہوتی ہے حیض کی حالت ہو یا طہر کی اور اوسکی طلاق ضرورت سے واقع ہوگی پس مکروہ نہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اُس سے طہر کے متجدد ہونے سے رغبت کا بھی تجدد ہوتا ہے علاوہ برین اگر مدخولہ کو حالت حیض مین طلاق دیجائے تو اوسکو نقصان ہے بخلاف غیر مدخولہ کے اسلیے کہ اوسپر عدت ہی واجب نہین ہے۔

(٢٦) وان كانت لا تحيض لصغر او كبر طلقها للسنة واحدة۔

(٢٦) اگر صغر سنی یا بڑھاپے کے باعث سے اوس کو حیض نہین آتا ہے تو اوسکی طلاق سنی یہ ہے کہ اول ایک

(٢٧) واجزناها اى طلاق السنة فيمن لا تحيض عقيب الوقاع كالحامل اى كما جازت فى الحامل بعد وطئها اتفاقا

(٢٧) جس عورت کو حیض نہین آتا ہمارے نزدیک اُسکو طلاق سنت صحبت کے بعد دینا جائز ہے جس طرح حامل عورت کو بعد از جماع بالاتفاق طلاق سنت جائز ہے۔

(٢٨) وقال زفر لا يجوز بل يطلقها بعد مضى شهر من وطئها لان الشهر فى حقها قام مقام الحيضة فوجب الفصل به بين الوطء والطلاق كما وجب بالحيض۔

(٢٨) امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے بلکہ اُس سے صحبت کرنے سے ایک مہینہ گذرنے کے بعد اوسکو طلاق دینی چاہیے اسلیے کہ اوسکے حق مین مہینہ حیض کا قائمقام ہے اسلیے صحبت اور طلاق مین ایک مہینہ کا فاصلہ ضرور ہونا چاہیے جسطرح حیض کا فصل ضروری ہوتا ہے۔

(٢٩) ولنا ان الطلاق بعد الوطء فيمن تحيض انما يكره لتوهم الحبل

(٢٩) ہماری دلیل یہ ہے کہ صحبت کے بعد اوس عورت کو جس کو حیض آتا ہے طلاق دینا اسلیے مکروہ ہے کہ وہان حمل کا

واشتباه وجه العدة لانه لا يدري انها حبلت بذلك الوطئ فتعتد بوضع الحمل او لم تحبل فتعتد بالاقراء وفيمن لا تحيض لا يتوهم الحبل فلا يكره۔

احتمال ہوتا ہے اور عدت کے مقرر کرنے مین شبہ پڑ جاتا ہے کیونکہ معلوم نہین اوسکو اس صحبت سے حمل رہا ہے یا نہین اگر حمل رہا ہے تو وضع حمل عدت ہو اور اگر حمل نہین رہا ہے تو حیضون سے عدت پوری کرے اور جس کو حیض نہین ہوتا اوسمین حمل کا احتمال نہین ہے پس صحبت کے بعد طلاق مکروہ نہین ہوئی

(٣٠) وفي الحقائق اذا كان يرجى منهما الحيض والحبل فالافضل ان يفصل بينهما بشهر اتفاقا ثم بعد كل شهر اخرى يعني بعد ما طلق من لا تحيض واحدة اذا مضى شهر طلقها اخرى وبعد شهر اخر طلقها طلقة اخرى لقيام الشهر مقام الحيض في حقها خاصة۔

(٣٠) حقائق مین مذکور ہے اگر وہ بچی اور بوڑھی اس قابل نظر آتی ہون کہ انکو حیض آتا ہے تو بالاتفاق طلاق اور صحبت مین ایک ماہ کا فصل مناسب ہے

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

(٣١) وجعل طلاقها اي محمد طلاق الحامل للسنة واحدة وقالا طلقها للسنة ثلاثا تتخلل كل طلقتين شهر

(٣١) امام محمد رح کے نزدیک عورت حاملہ کو سنت کے موافق طلاق یہ ہے کہ ایک طلاق دیجاے امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اسکو تین طلاقین دیجائین اور دو طلاقون کے بیچ مین ایک ایک مہینہ کا فصل ہوتا جاے

(٣٢) لان مدة حملها طهر واحد فلا يصلح للتفريق كالطهر الممتد ولهما ان الحامل لا تحيض مدة حمله فصارت كالآيسة بخلاف الممتدة طهرها لان الحيض مرجو فيها في كل ساعة فلم يقم الشهر في حقها مقام الحيض

(٣٢) امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ حاملہ کی مدت حمل ایک طہر ہے اور اوس مین تفریق طلاق کی قابلیت نہین ہے جیسے غیر حاملہ کا طہر اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حالت حمل مین حاملہ کو حیض نہین آتا پس اوسکا حال آیسہ کا سا ہے بخلاف غیر حاملہ کے طہر کے اسلیے کہ ہر وقت اوسمین حیض کا احتمال ہے اور اوسکے حق مین ایک مہینہ ایک حیض کے قائم مقام نہین ہو سکتا۔

(٣٣) ولو قال كلما ولدت ولدا فانت طالق للسنة فاتت بثلث اولاد في بطن واحد حكم بواحدة اي حكم محمد بطلقة واحدة عقيب الاول اي ولادة الولد الاول وبانقضاء عدتها بالثالث يعني لا يقع بالولد الثاني طلاق عنده وتنقضي عدتها بوضع الثالث

(۳۳) اگر بیوی سے کہا جب ہی تیرے بچا پیدا ہو جب ہی تجھپر طلاق ہو طلاق سنت اور ایک دفعہ مین اوسکے تین بچے پیدا ہوے تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے بچے کے پیدا ہوتے ہی اوسپر طلاق پڑجائیگی اور تیسرے بچے کے پیدا ہوتے ہی عدت پوری ہوجائیگی اور دوسرے بچے کے پیدا ہونے سے طلاق نہوگی۔

(٣٤) وبالثانية اي حكم محمد بوقوع الطلقة الثانية ان تزوجها لا غير اي لا يقع بعدها طلقة اخرى۔

(۳۴) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہین اگر اوس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوجائیگی اور پھر اوس کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٣٥) وقالا يقع واحدة بعد نفاسها اي اذا طهرت من نفاسها بعد ولادة الثالث وقعت واحدة واخريان في طهرين يعني اذا حاضت وطهرت وقع الثانية واذا حاضت اخرى وطهرت وقع الثالثة۔

(۳۵) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو نفاس سے پاک ہوجائیگی اوسوقت ایک طلاق واقع ہوگی اور پہر دو طہر ونمین دو طلاقین متفرق واقع ہوجائینگیا یعنے اسکے بعد جب اسکو حیض آئے اور پھر پاک ہوجائے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور پھر اوسکے بعد حیض آئے اور پاک ہوجائے تو تیسری طلاق واقع ہوگی۔

(٣٦) وهذا الخلاف مبني على اصلين احدهما ان الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة عند محمد وعندهما تطلق ثلثا يفصل بين كل طلقتين بشهر

(۳۶) یہ اختلاف دو قاعدون پر مبنی ہی ایک تو یہ کہ امام محمد رح کے نزدیک حاملہ کے لیے طلاق سنت ایک طلاق ہی اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اوسکو سنت کے موافق تین طلاق دے سکتے ہین باین طور کہ ہر دو طلاقون مین ایک ایک مہینہ کا فصل

وثانیهما ان النفاس من الولد
الاخیر عنده ومن الاول
عندهما فنقول لما ولدت
الاول لم تصر نفساء عنده فکانت
محلا للطلاق السنی فیقع ولما
ولدت الثانی لم یقع شیٔ لان
الحامل لا تطلق للسنة الا واحدة
ولما ولدت الثالث انقضت
العدة التی وجبت بالطلاق
عند ولادة الاول فان نکحها
بعد ذلك طلقت اخری لانه
عند ولادة الثانی کانه اضاف
الطلقة الثانیة الی وجود وقت
السنة وان تزوجها ثالثا
لا یقع شیٔ لانه وان قدر انه
عند ولادة الثالث اضاف
الطلقة الثالثة الی وجود وقت
السنة لکنه صادف حال انقضاء
العدة فلا یعتبر واما عندهما
فلما کان النفاس من الولد
الاول لم تکن محلا للطلاق
لکونها نفساء فیتاخر الطلاق
الاول الی ان تطهر من نفاسها
بعد الثالث ثم طلاق الثانی
یتاخر الی الطهر الثانی لان الطهر

پایا جائے دوسرا یہ قاعدہ ہی کہ امام محمد رح کے نزدیک
نفاس اخیر بچے سے شمار کیا جاتا ہی اور اون دونون کے
نزدیک اول بچے سے شمار ہوتا ہی پس ہم کہتے ہین جب
اوسکے اول بچا پیدا ہوا تو امام صاحب رح کے نزدیک
وہ نفاس کی حالت مین نہین ہی اور طلاق سنی کا محل
ہی اسلیے وہ طلاق واقع ہو جائیگی اور جب دوسرا
پیدا ہوا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے کہ حاملہ کی طلاق سنت
صرف ایک طلاق ہی اور جب تیسرا پیدا ہوا تو وہ عدت
جو اول بچے کے پیدا ہونے سے طلاق واقع ہونے کی
وجہ سے واجب ہوئی تھی گذر گئی پھر اوسکے بعد اگر اوس سے
نکاح کر لیا تو دوسری طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ دوسرے
بچے کے پیدا ہونے سے گویا اوس نے دوسری طلاق کو سنت
کے وقت کے پائے جانے کی طرف نسبت کر دیا ہی اور اگر
تیسری مرتبہ اوس سے نکاح کیا تو کچھ واقع نہوگا اسلیے
کہ اگرچہ یہان بھی فرض کر سکتے ہین کہ تیسرے کے پیدا
ہونے سے تیسری طلاق کو بھی وقت سنت کی طرف
نسبت کر دیا ہی مگر چونکہ انقضاء عدت کے بعد یہ اضافت
پائی جائیگی اسلیے معتبر نہین ہی اور امام صاحب رح اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک چونکہ پہلے بچے کے پیدا ہونے سے
نفاس شمار کیا جاتا ہی اسلیے اسوقت وہ طلاق سنی کے
محل نہین ہی اس سبب سے کہ وہ اسوقت مین حالت
نفاس مین ہی پس تیسرے بچے کے پیدا ہونے سے بعد کو
جب وہ نفاس سے پاک ہو جائیگی اسوقت پہلی طلاق واقع
ہوگی اور دوسری طلاق دوسرے طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ
جس طہر مین پہلی طلاق واقع ہوگئی ہی یعنے نفاس کے بعد

الذي و تعرفيه الطلاق ليس بمحل للطلاق السني والثالث الى لطهر الثالث لان الكلام الثالث صحيح عندهما لعدم الرجوع بالاول والثاني فيصح الكلام الثالث كما صح الاول والثاني واذا صح الكل يقع الكل في اوان السنة۔

وہ اب طلاق سنی کا محل نہین باقی رہا اور تیسری طلاق تیسری طہر مین واقع ہوگی اسلیے کہ تیسرا کلام اون دونو کے نزدیک صحیح ہی اسوجہ سے کہ اول اور دوسرے سے رجوع نہین پایا گیا پس تیسرا کلام صحیح ہوگا جس طرح پہلا اور دوسرا صحیح ہی اور جب سب صحیح ہوے تو سب طلاقین اوقات سنت مین واقع ہو جائین گی۔

(۳۷) واذا طلق في الحيض وقع بدعيا وهذا بدعي من حيث الوقت لانه ايقاع في زمان النفرة وانتفاء دليل الحاجة ويستحب الرجعة لقوله عم لعمر مر ابنك فليراجعها وكان طلقها في حالة الحيض هذا هو مختار القدوري ووجهه ان النكاح مندوب فالامر برجعته لا يكون واجبا لكن ذكر صاحب الهداية الاصح انها واجبة عملا لحقيقة الامر ودفعا للمعصية بالقدر الممكن ودفعا للضرر عنها بتطويل العدة۔

(۳۷) اگر حالت حیض مین طلاق دی تو وہ طلاق بدعی واقع ہوئی اور یہ وقت کے اعتبار سے بدعی ہے کیونکہ نفرت کے زمانہ مین اور ایسے وقت مین کہ جہان دلیل حاجت کی نہین پائی جاتی طلاق کا دینا ہی اور ایسی طلاق مین رجوع کر لینا مستحب ہی اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رض سے فرمایا اپنے بیٹے کو حکم کرو مناسب ہی کہ وہ رجوع کرلے اور حضرت ابن عمر رض نے حالت حیض مین اپنی بیوی کو طلاق دی تھی یہ قول قدوری کا مختار ہی اور اوسکی وجہ یہ ہی کہ نکاح خود ایک مستحب چیز ہے تو اوسکے اندر رجعت کا حکم کرنا واجب نہوگا مگر صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہی صحیح قول یہ ہی کہ ایسے وقت مین رجعت واجب ہی تاکہ امر کے معنے حقیقی یعنے وجوب پر عمل ہو جائے اور حتے الامکان معصیت سے بچاو ہو جائے اور عورت کو بھی عدت کے طویل کرنے سے نقصان نہ پہونچے۔

(۳۸) وفي المنتقى العنين اذا تم حوله وامرأته حائض جاز تفريقها في الحيض لانه صادر عن ضرورة وتاخيره متعذر فلا يكون طلاقها قصدا وكذا

(۳۸) منتقی مین مذکور ہی جب عنین کا ایک سال پورا ہو جائے اور اوسکی عورت حائضہ ہو تو حالت حیض مین اوسکی تفریق جائز ہے کیونکہ یہ تفریق بضرورت واقع ہوئی ہی اور اوسمین تاخیر کرنا ممنوع ہی پس اوسکی طلاق قصدًا نہوگی اسیطرح حالت حیض مین معتقا ہی جانگے

اختیار المعتقة نفسها ثم (۳۹) الطهر الذی یلیه لا یکره الطلاق فیه یعنی اذا راجع امرأته التی طلقها فی حیضها فطهرت فطلقها فیه لا یکره عند ابی حنیفة وقالا یکره۔

مختار ہو سکتی ہے۔

(۳۹) جب خاوند نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیا اور بعد کو وہ حیض سے پاک ہو گئی اور پھر خاوند نے اوسکو طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک وہ طہر میں طلاق دینا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۰) ولکن الطلقتان تخللهما رجعة فی طهر یعنی اذا طلقها فی طهر ثم راجعها ثم طلقها فیه لا یکره عنده خلافا لهما۔

(۴۰) اگر طہر میں طلاق دی اور پھر رجوع کر لیا اور پھر اوسی طہر میں طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۱) او شهر یعنی لو طلق امرأته الآئسة فی شهر ثم راجعها ثم طلقها فیه لا یکره عنده خلافا لهما۔

(۴۱) اگر آئسہ کو ایک ہی مہینہ کے اندر طلاق بھی دی اور رجوع بھی کر لیا اور پھر طلاق دیدی تو امام صاحب رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۴۲) والثلث للسنة فی حال مسها بشهوة یعنی اذا مسها بشهوة فی طهر لم یجامعها فیه وقال انت طالق ثلاثا للسنة یقع الاول فیصیر مراجعا لها بالمس ثم یقع الثانی کذلک ثم الثالث عند ابی حنیفة۔

(۴۲) اگر ایک طہر میں بدون جماع کے عورت کو شہوت کے ساتھ چھو لیا ہو اور پھر اوس سے کہا تیرے اوپر سنت کے موافق تین طلاق تو ایک طلاق واقع ہو گی اور پھر اوس نے شہوت کے ساتھ چھو لیا تو وہ مراجع ہو جائیگا اور دوسری طلاق واقع ہو جائیگی پھر ایسے ہی تیسری واقع ہو جائے گی یہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

(۴۳) وقالا تتوزع علی الاطهار یعنی یقع واحدة فی هذا الطهر واثنان فی طهرین آخرین۔

(۴۳) صاحبین رح فرماتے ہیں یہ تینوں طلاقیں تین طہروں پر تقسیم ہو جائینگی یعنے ایک تو اس طہر میں واقع ہو جائیگی اور دو طلاقیں اور دو طہروں میں واقع ہونگی

(۴۴) قید بالرجعة لان النکاح

(۴۴) تخلل رجعت کی قید دو طلاقوں میں اسلیے

يعتبر فاصلا بين الطلاقين اتفاقا حتى لو طلقها في طهر خال عن الجماع ثم تزوجها في هذا الطهر واراد ان يطلقها اخرى كان له ذلك وكان سنيا۔

لگائی ہی کہ نکاح تو سب کے ہی نزدیک فاصل بین الطلاقین ہوتا ہے حتے کہ اگر اوس طہر مین جسکے اندر صحبت نہین کی ہی طلاق دے اور اسی طہر مین اوس سے نکاح کرلے اور پھر دوسری طلاق دینا چاہے تو جائز ہے اور وہ طلاق سنی ہوگی۔

(۴۵) اطلق الرجعة واراد بها الرجعة بقول او فعل غير الجماع لانه لو جامعها فهو معزل عن هذا الخلاف فانها ان لم تحبل يكره ايقاع الثاني في هذا الطهر اتفاقا وان حبلت كان له ان يطلقها اخرى بعده في قول ابي حنيفة ومحمد خلافا لابي يوسف من الحقائق۔

(۴۵) مطلق رجعت بولا ہے اور اوس سے رجعت بقول یا سوائے جماع کے کسی اور فعل سے رجعت مراد ہی اسلیے کہ اگر جماع کرلیا تو وہ بیان پر محل نزاع نہین ہے کیونکہ اگر اوس جماع سے وہ حاملہ نہین ہوی تو دوسری طلاق کا وقوع کرنا اس طہر مین بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر حاملہ ہوگئی تو اسکے بعد امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے قول کے موافق دوسری طلاق دینا اوس کو جائز ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ کے من الحقائق۔

(۴۶) ومبنى الخلاف ان الرجعة ترفع حكم الطلاق عنده فيجعله كان لم يكن ولا ترفع عندهما

(۴۶) اختلاف کا اصل منشا یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک رجعت طلاق کے حکم کو بالکل کالعدم کردیتی ہی اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق کے حکم کو نہین رفع کرتی

(۴۷) لهما في المسئلة الاولى ان الطلاق في حال الحيض يخرج الطهر الذي يعقبه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج الوطء فيه وفي المسئلة الثانية والرابعة ان الطلاق في الطهر يفسد الطهر ويخرجه من ان يكون محلا للطلاق السني كما يخرج

(۴۷) صاحبین رح کی مسئلہ اولی مین یہ دلیل ہی کہ حالت حیض مین طلاق دینے سے اوسکے بعد کا طہر طلاق سنی کا محل باقی نہین رہتا جسطرح اوسمین صحبت کرنے سے طہر محل طلاق سنی کا نہین رہتا اور دوسرے اور چوتھے مسئلہ مین یہ دلیل ہی کہ طہر مین طلاق دینا طہر کو فاسد کردیتا ہی اور پھر وہ طلاق سنی کا محل نہین باقی رہتا جس طرح اوسمین جماع کرنا اور رجعت کے سبب سے وقت مین تجدید نہین ہوا اسلیے طلاق مکروہ ہوگی جیسے قبل رجعت کے

الجماع فيه وبالرجعة لم يتجدد الوقت فيكره كما لو طلقها قبل الرجعة فلا يكون سنة ما لم يفصل بين الطلاقين بحيضة كاملة۔

طلاق مکروہ ہوگی اور تا وقتیکہ دو طلاقون کے بیچ مین پورے حیض کا فاصلہ نہو جائے طلاق سنت نہوگی۔

* * * * *

* * *

* * * *

(۴۸۱) وله ان الرجعة ترفع حكم الطلاق فيجعل كان لم يكن ولهذا امر النبي عم ابن عمر بالرجعة وقد طلقها حال الحيض ولو لم يرفع الرجعة حكم الطلاق لما امر ٭ عم ولان الفصل بين الطلاقين بالرجعة اكد من الفصل بينهما بالحيضة الا يرى ان العدة تستانف بالرجعة اذا طلق بعدها ولا تستانف اذا طلقها بعد الحيضة ولو فصل بينهما بحيضة كان الثاني سنة فكذا اذا فصل بينهما بالرجعة

(۴۸۱) امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ رجعت طلاق کے حکم کو بالکل اوڑا دیتی ہے اور اوسکو کالعدم کر دیتی ہے اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رض کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور انھون نے حالت حیض مین طلاق دی تھی اور اگر رجعت طلاق کے حکم کو رفع نہ کرتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم رجعت کا حکم نہ فرماتے دوسری یہ بات ہے کہ دو طلاقون مین رجعت کا فصل ہونا بنسبت حیض کے فصل کے قوی ہے دیکھو کہ رجعت کے بعد طلاق دینے سے از سر نو عدت پوری کرنے پڑتی ہے اور حیض کے بعد دوسری طلاق دینے سے از سر نو عدت نہین پوری کیجاتی اور اگر دو طلاقون مین حیض کا فصل ہو جائے تو دوسری طلاق سنت ہوتی ہے اسیطرح رجعت کے فصل سے بھی سنت ہونا چاہیے

فصل في ايقاع الطلاق

فصل طلاق واقع کرنے کے بیان مین

(۴۷۹) ويقع طلاق غير الصبي والمجنون وهو من لم يستقم كلامه وافعاله انما لم يقع طلاقهما لانعدام اهليتهما والنائم انما لم يقع طلاق النائم لانعدام الاختيار فيه والمغمى

(۴۷۹) سب کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے مگر ایک تو نابالغ کی طلاق نہین ہوتی اور ایک مجنون کے اور مجنون وہ شخص ہے جسکی باتین اور کام سب بے جوڑ ہون ان دونون کی طلاق بسبب اونکے عدم اہلیت کے واقع نہین ہوتی اور ایک سوتے ہوے کی طلاق نہین واقع ہوتی اسلیے کہ اوسمین اوسکا اختیار نہین ہوتا اور

عليه والمعتوه وهو من كان قليل الفهم مختلط الكلام فاسد التدبير الا انه لا يضرب ولا يشتم كالنائم۔

ایک بیہوش کی اور ایک معتوہ کی اور معتوہ وہ شخص ہے جسکی سمجھ مین فتور ہو اور بہکی بہکی باتین کرے اور کسی چیز کا انجام نہ جانے مگر وہ کسی کو مارتا پیٹتا نہین ہے اور نہ گالیان دیتا پھرتا ہے انکا حال بھی اختیار کے نہونے مین سونے والے کا سا حال ہے

(٥٠) ومن الاخرس اى يقع الطلاق منه بالاشارة لان اشارته قامت مقام عبارته دفعا لحاجته۔

(۵۰) گونگے کی طلاق اشارہ سے ہو جاتی ہے اسلیے کہ دفعا لحاجتہ اوسکے اشارہ کو قائم مقام کلام کے کر دیا ہے۔

(٥١) وفى المحيط المريض الذى يعتقل لسانه لا يكون كالاخرس لان ذلك نادر لا يطول واشارة غير الاخرس انما لم يعتبر فى ايقاع الطلاق واما فى عدده فمعتبر حتى لو قال انت طالق هكذا فاشار باصبعيه يقع ثنتان ولو لم يقل هكذا لا يقع لان الاشارة انما اعتبرت تفسيرا اذا قرنت بعدد مبهم ولو اشار بثلث اصابع فان نوى ثلثا فثلث وان نوى واحدة فواحدة بائنة كما فى قوله انت طالق كالف۔

(۵۱) محیط مین مذکور ہے اگر کسی مریض کی زبان بند ہو جائے تو وہ گونگے کے مثل نہ سمجھا جائیگا اسلیے کہ یہ زبان کا بند ہو جانا اتفاقیہ ہوتا ہے مدتون کے لیے نہین ہوتا اگر بولتا چالتا آدمی ہو تو اوسکا اشارہ صرف طلاق کے واقع کرنے مین غیر معتبر ہے مگر طلاق کے عدد بیان کرنے مین معتبر ہے مثلا اگر دو انگلیون سے اشارہ کر کے کہا تجھپر اتنی طلاقین تو دو طلاقین پڑ جائینگی اور اگر صرف یہ کہا کہ تجھپر طلاق اور اتنی کا لفظ نہین کہا تو دو نہ واقع ہونگی اسلیے کہ اشارہ اوسیوقت تفسیر ہو سکتا ہے جب ایک مبہم عدد کے ساتھ پایا جائے اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا پس اگر تین کی نیت کی ہے تب تو تین واقع ہونگی اور اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک بائن واقع ہوگی جیسے اگر کوئی کہے تجھپر ہزار کے برابر طلاق تو نیت کے تابع ہے

(٥٢) ونوقع طلاق السكران والمكره۔

(۵۲) نشہ کی حالت مین اگر کوئی شخص طلاق دے یا زبردستی اوس سے طلاق دلوائی جائے تو ہمارے نزدیک پڑ جائیگی

(٥٣) وقال الشافعى لا يقع لان السكران ليس له قصد صحيح

(۵۳) امام شافعی کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ نشہ کی حالت مین ارادہ صحیح نہین پایا جاتا پس اوسکا حال سونے والے کا سا ہے

فصار كالنائم بل اقوى منه لان النائم ينتبه اذا انبه والسكران لا وكذلك المكره مسلوب القصد شرعا ولهذا لم يحكم بردته ولم يعتبر اقراره بالطلاق۔

بلکہ اوس سے بھی زیادہ ہو اسلیے کہ اگر سوتے ہوے کو ہوشیار کیا جائے تو ہوشیار ہو جاتا ہو بخلاف نشہ پیے ہوے کے اور اسیطرح جس پر زبردستی کیجائے شرعا وہ بھی مسلوب القصد ہو اسی باعث سے اوسکے مرتد ہونے کا حکم نہین دیا جاتا اور اوسکا اقرار بالطلاق غیر معتبر ہوتا ہے۔

(۵۴) ولنا قوله ع كل طلاق واقع الا طلاق الصبي والمجنون فبقي السكران والمكره في عموم صدر الكلام وزوال قصد السكران لما كان بسبب المعصية لم يعتبر زجرا له حتى لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع لا يقع طلاقه لان الصداع ليس بمعصية۔

(۵۴) ہماری دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ہر طلاق واقع ہو مگر صبی اور مجنون کی اور یہ دونون یعنے نشہ پیا ہوا اور مجبور کیا ہوا کُلُّ طَلَاقٍ کے عموم مین داخل ہین باقی رہا اوسکے قصد کا نہ پایا جانا تو چونکہ یہ بے اختیاری بسبب معصیت کے ہے اسلیے زجر کرنے کے قصد سے اُسکا اعتبار نہ کیا جایگا حتے کہ اگر شراب پینے سے دردسر پیدا ہوگیا اور درد کے سبب سے عقل جاتی رہی اور اوسی حالت مین طلاق دیدی تو طلاق واقع نہوگی کیونکہ درد کوئی معصیت نہین ہے۔

(۵۵) وفي المنتقى لو اكره على الشرب وذهب عقله فطلق قيل لا يقع لانه ليس بمعصية فصار كالاغماء وقيل يقع لان الحظر وان زال بالاكراه لكن ذهب عقله بما فيه لذة فلا يعتبر زواله وهذا القول اصح فعلى هذا يقع طلاق السكران من البنج وساير الاشربة المتخذة من الحبوب وانما لم يحكم بردة المكره لانها على الاعتقاد وهو غير معتقد

(۵۵) منتقی مین مذکور ہو اگر کسی نے زبردستی سے اُسکو نشاآور چیز پلادی اور عقل جاتی رہی اور اوسمین طلاق دیدی تو بعض کے نزدیک واقع نہوگی اسلیے کہ وہ معصیت نہین ہے اور اُسکا حال بدون نشے کے بیہوشی کا سا ہو اور بعض کہتے ہین واقع ہو جائیگی اسلیے کہ زبردستی کرنے سے اگرچہ اُسکی حرمت جاتی رہی لیکن عقل تو اوس مسکر کی لذت سے جاتی رہی ہے پس اس زوال عقل کا اعتبار نہوگا اور یہی قول زیادہ تر صحیح ہو اور علی ہذا القیاس بھنگ یا کسی طرح کی شراب جو حبوب کے قسم سے بنائی جائے پیکر طلاق دے تو واقع ہو جائیگی اور مکرہ کے مرتد ہونے کا حکم اسلیے نہین دیا جاتا کہ مرتد ہونے کا مدار اعتقاد پر ہو اور وہ

فی کلامه بالاکراه ولم یعتبر اقراره بالطلاق لانه یحتمل الصدق والکذب والاکراه یرجح کذبه

اسبات کا جو زبردستی اوس سے کہلوائی گئی ہو معتقد نہین ہو اور اقرار بالطلاق اسلیے معتبر نہین ہوتا کہ اوسمین صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہو اور اکراہ سے اوسکے کذب کو ترجیح ہ

٫٥٦٫ اقول لو طرح المصنف لفظ السکران لکان اخصر واحسن لانه معترف فی شرحه بان الصحیح من مذهب الشافعی انه متفق معنا فی السکران وان الخلاف فی المنظومة مذکورة فی السکره فقط فای فائدة فی بیان ماهو غیر صحیح من مذهبه بالزیادة فی کتابه۔

٫٥٦٫ مین کہتا ہون اگر مصنف رح (سکران) کا لفظ ذکر نہ کرتا تو بہت مختصر اور بہت پسندیدہ ہوتا کیونکہ اپنی شرح مین وہ اسبات کا مقر ہو کہ امام شافعی رح کا زیادہ تر صحیح مذہب یہی ہو کہ سکران مین وہ ہمارے ساتھ متفق ہین اور منظومہ کے اندر ہمارا اور امام شافعی رح کا اختلاف صرف مکرہ مین مذکور ہو پھر امام شافعی رح کے مذہب غیر صحیح کو اپنی کتاب مین زیادہ کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔

* * * *

٫٥٧٫ ونعتبر عدده ای عدد الطلاق بالنساء فطلاق الامة یکون ثنتین حرا کان زوجها اوعبدا۔

٫٥٧٫ ہمارے نزدیک عورتون کے لحاظ سے طلاق کے عدد کا اعتبار ہوتا ہو اسلیے چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین خواہ اوسکا خاوند حر ہو یا غلام مردون کی طرف سے اعتبار نہین ہے۔

٫٥٨٫ لا بالرجال ای قال الشافعی یعتبر عدده بالرجال حتی یملك الحر ثلثا وان کانت امرأته امة ویملك العبد ثنتین وان کانت زوجته حرة

٫٥٨٫ امام شافعی رح صاحب فرماتے ہین مردون کے لحاظ سے طلاق کے عدد مین کمی یا بیشی ہوتی ہو حتے کہ حر مرد کو تین طلاق کا اختیار رہو اگرچہ اوسکی بیوی چھوکری ہو اور غلام دو طلاقین دے سکتا ہے چاہے اوسکی بیوی حرہ ہی ہو۔

٫٥٩٫ لقوله ء م الطلاق بالرجال والعدة بالنساء ولنا قوله ء م طلاق الامة ثنتان وعدتها حیضتان وما رواه محمول علی

٫٥٩٫ امام شافعی رح کی دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو طلاق مردون سے ہے اور عدت عورتون سے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ چھوکری کے لیے دو طلاقین ہین اور اوسکی عدت دو حیض ہین اور حدیث مذکورۂ بالا آنحضرت

ان الایقاع بالرجال۔

محمول ہے کہ طلاق کا واقع کرنا مردون کے طرف سے ہے۔

(۶۰) ومن ملك امرأته اوشقصًا ای نصیبًا منها او ملكته ای المراۃ زوجها او شقصًا منه وقعت الفرقة بينهما لان المالكية تمنع ابتداء النكاح فيمنع بقاءه كالمحرمية۔

(۶۰) جو خاوند اپنی بیوی یا اوسکے ایک جزء کا مالک ہو گیا یا جو بیوی اپنے خاوند یا اوسکے ایک جزء کی مالک ہو گئی تو اونمین تفریق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ مالکیت وجود نکاح کے مانع ہے پس اوسکے بقاء کے بھی مانع ہوگی جسطرح محرمیت۔

* * * *

(۶۱) ولو اشترته ای حرۃ زوجها المملوك ثم اعتقته فطلقها فی العدۃ او خرجت الحربیة مسلمة ثم خرج زوجها مسلمًا بعدها وطلقها فی عدتها یلغیه فیهما ای قال ابو یوسف لا یقع الطلاق فی المسئلتین۔

(۶۱) اگر حرہ عورت نے اپنے خاوند کو جو کسی کا غلام تھا خرید کرکے آزاد کر دیا اور حالت عدت مین اوس خاوند نے اوس عورت کو طلاق دیدی۔ یا یہ ہو اکہ ایک حربیہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام مین چلی آئی اور پھر اوسکا خاوند اوسکے بعد مسلمان ہو کر چلا آیا اور حالت عدت مین اوسکو طلاق دیدی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون صورتونمین طلاق واقع نہوگی۔

(۶۲) واوقعه ای محمد الطلاق فیهما لان العدۃ قائمة والمعتدۃ محل للطلاق۔

(۶۲) امام محمد رح کے نزدیک دونون صورتون مین طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ عدت قایم ہے اور معتدہ محل طلاق ہے۔

(۶۳) ولابی یوسف ان الفرقة وقعت بملك احد الزوجین صاحبه او بتباین الدارین فخرجت المرأۃ من محلیة الطلاق وبالعدۃ لا یثبت المحلیة كما فی النكاح الفاسد

(۶۳) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ تباین دارین یا بیوی کے خاوند پر مالکیت ہو جانے سے یہان فرقت واقع ہو گئی اور عورت اب محل طلاق نہین رہی اور عدت سے محلیت طلاق نہین ثابت ہوتی جیسے نکاح فاسد کی عدت مین۔

(۶۴) قید بالاعتاق والمهاجرۃ لان الطلاق قبلهما لا یقع اتفاقا لان العدۃ لم یظهر اثرها فی حق الطلاق وانما یظهر اثرها

(۶۴) آزاد کرنے اور ہجرت کرنے کی اسلیے قید لگائی ہے کہ ان دونون سے پہلے اگر طلاق دی ہے تو بالاتفاق واقع نہوگی۔ اسلیے کہ یہان عدت کا اثر وقوع طلاق کے بارہ مین نہوگا بلکہ یہ اثر ہوگا کہ دوسرے سے خاوند

فی حق التزویج بزوج اٰخر کذا فی المصفی۔

نکاح نہ کرسکے گی کذا فی المصفی۔

۶۵، ولم یفرقوا بتفریق الحکمین یعنی اذا اختصم الزوجان فبعثا حکمین لیتکلما فاذا رایا المصلحة فی تفریقهما فرقا بینهما بدون امرهما لا یصح عندنا۔

۶۵، اگر خاوند بیوی مین جھگڑا ہوا اور دونون نے دو شخصون کو پنچ کردیا کہ باہم گفتگو کرکے فیصلہ کردین اور اونہون نے خاوند بیوی مین تفریق کو مناسب جانکر بدون اونکے کہنے کے تفریق کردی تو ہمارے نزدیک یہ تفریق صحیح نہین ہے۔

۶۶، وقال مالک یصح لانهما رضیا بحکمهما مطلقا۔

۶۶، امام مالک فرماتے ہین یہ تفریق صحیح ہے اسلیے کہ وہ دونو خاوند بیوی اونکے حکم سے راضی ہوچکے ہین کیسا ہی حکم دیوین

۶۷، ولنا انهما انما حکماهما لاصلاح وهذا لیس باصلاح فلا ینفذ۔

۶۷، ہماری یہ دلیل ہے کہ اُن کو خاوند بیوی نے اصلاح کے لیے پنچ مقرر کیا تھا اور تفریق اصلاح نہین ہے اسلیے نافذ نہوگی۔

فصل فی الصریح والکنایة واضافة الطلاق الی الزمان

فصل صریح اور کنایہ اور طلاق کو کسی زمانہ کی طرف نسبت کرنے کے بیان مین

۶۸، ولا یحتاج صریحه الی النیة لان الصریح موضوع للطلاق شرعا فکان حقیقة فیه فاستغنی عن النیة حتی لو قال اردت به الطلاق عن وثاق لا یصدق قضاء ولو قال اردت به الطلاق عن العمل لا یصدق دیانة ایضا لانه لرفع القید والعمل لیس بقید کذا فی التبیین۔

۶۸ صریح طلاق مین کچھ نیت کرنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ شرعاً صریح طلاق کا لفظ طلاق کے لیے موضوع ہے پس طلاق اوسکے معنی حقیقی ہین اور نیت کی حاجت نہین ہے حتے کہ اگر صریح طلاق کا لفظ کہا اور یہ کہا کہ مین نے قید سے رہائی مراد لی تھی تو عند القاضی اوسکا اعتبار نہوگا اور اگر کہا مین نے تو کاروبار سے رہائی مراد لی تھی تو عند اللہ بھی معتبر نہوگا اسلیے کہ طلاق رفع قید کے لیے موضوع ہے اور کام دھندا قید مین داخل نہین ہے۔ کذا فی التبیین۔

(٦٩) كطالق ومطلقة وطلقتك فيقع واحدة رجعية بهذه الالفاظ۔

(٦٩) صریح طلاق کے یہ الفاظ ہین جیسے تو طلاق یا نوالی یا طلاق دی گئی ہی یا مین نے تجھکو طلاق دیدی ان الفاظ کے کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائیگی۔

(٧٠) وفی المحیط قال انت طال بترخیم القاف حالة الرضا لا یقع ما لم ینو لانه کالکنایة ولو قال یا طال یقع وان لم ینو لان الترخیم یجری کثیرا فی المنادی فصار کانه افصح بالقاف ولو تهجی به تطلق اذا نوی بخلاف ما لو تهجی بآیة السجدة حیث لا یلزمه السجدة لانها متعلقة بالقراءة وهی منعدمة فی الهجاء

(٧٠) محیط مین مذکور ہی اگر رضامندی کے حالت مین کہا اَنْتِ طَالِ بترخیم قاف، تو تاوقتیکہ طلاق کی نیت نہو گی طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ وہ مثل کنایہ کے ہے اور اگر کہا ای طَالِ تو اگرچہ نیت نہ کی ہو طلاق واقع ہوجائیگی اسلیے کہ منادی مین ترخیم کثرت سے استعمال کیجاتی ہے تو ایسا ہوا جیسے ای طالق کہا اور اگر طلاق کی ہجے کردین تو اگر طلاق کی نیت کی ہو طلاق واقع ہوجائیگی بخلاف آیت سجدہ کے کہ اگر سجدہ کی آیت کی کوئی ہجے کرے تو اسپر سجدہ نہ واجب ہوگا اسلیے کہ سجدہ قرات کے متعلق ہی اور ہجے کرنے سے قرات نہین پائی جاتی۔

(٧١) ونلغی نیة الثلث و الثنتین۔

(٧١) ہمارے نزدیک الفاظ مذکورہ بالا سے تین یا دو کی نیت کرنا لغو سمجھا جائیگا۔

(٧٢) وقال الشافعی یصح نیة الثلث من هذه الالفاظ لانها تدل علی الطلاق لغة وهو محتمل للعدد ولهذا اجاز تفسیره به فیصح نیته کما صح نیة الثلث فیما اذا قال لامرأته طلقی نفسك۔

(٧٢) امام شافعی رح فرماتے ہین ان الفاظ سے تین یا دو کی نیت ہوسکتی ہے اسلیے کہ لغت کے اعتبار سے یہ الفاظ طلاق پر دلالت کرتے ہین اور وہ عدد کو محتمل ہے اسی لیے عدد کے ساتھ اوسکی تفسیر ہوجاتی ہے پس عدد کی نیت اوس سے صحیح ہوگی جیسے اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دے تو تین طلاق کی نیت درست ہوتی ہے۔

(٧٣) ولنا ان قوله انت طالق واخواته خبر وهو انما یصدق اذا اتصفت المرأة بالطلاق

(٧٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ اوسکا انت طالق وغیرہ کہنا خبر ہے اور وہ جب صادق ہو سکتا ہے کہ خبر دینے سے قبل عورت طلاق کے ساتھ متصف ہو تو کلام کے

قبل الاخبار فثبوت الطلاق لها یکون بالاقتضاء لضرورة تصحیح الکلام والثابت بالضرورة یندفع بالواحدة فلا یصح فیه نیة الثنتین والثلث لان الطلاق غیر ثابت فیما وراء الواحدة فلا یعمل النیة فی المعدوم فاذا ثبت الطلاق واحدا عند الاخبار یقع واحدا عند الانشاء رعایة للاصل والمذکور بعد طالق من العدد لیس تفسیرا لوصفه بل تغییر لانه نعت مصدر محذوف ای طلاقا ثلاثا بخلاف قوله طلقی لان ثبوت التطلیق هناک لیس علی طریق الاقتضاء وانما نیة الثلث فی قوله انت بائن فانما یصح لان البینونة متنوعة خفیفة وغلیظة فیصح فیه نیة احد النوعین منه والطلاق لیس کذلک لانه عبارة عن رفع قید والعدم لا یتنوع۔

صحیح کرنیکی ضرورت سے بالاقتضا اوسکو طلاق ثابت ہوجاتی ہے اور جو ثابت بالضرورت ہے وہ ایک طلاق ہے کیونکہ اوس سے ضرورت مندفع ہوجاتی ہے اسلیے دو یا تین کی نیت صحیح نہو گی کیوں کہ ایک سے سوا بین طلاق پائی ہی نہیں جاتی اور جب نہیں پائی جاتی تو معدوم کی نیت کرنے سے کیا ہوتا ہے اور جب اخبار کے وقت ایک طلاق ثابت ہوتی ہے تو طلاق واقع کرتے وقت بھی ایک ہی طلاق ثابت ہو گی اوسی قاعدہ کے لحاظ سے اور طالق کے بعد جو عدد مذکور ہوتا ہے وہ وصف طالق کے تفسیر نہیں ہوتا بلکہ تغییر ہوتا ہی اسلیے کہ وہ ایک مصدر محذوف کی صفت ہوتا ہے یعنی طلاقًا ثلثًا بخلاف طلقی کی کہ وہاں پر طلاق کا ثبوت بالاقتضاء نہیں ہے اور انت بائن میں تین کی نیت اسلیے صحیح ہوجاتی ہے کہ بینونت کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ اور بائن سے ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم کی نیت ہو سکتی ہے اور طلاق ایسی چیز نہیں ہے اسلیے کہ طلاق رفع قید کا نام ہے اور عدم منقسم نہیں ہوتا

(۴۷) ویقع بانت الطلاق وطالق الطلاق وطلاقا ای انت طالق طلاقا واحدة ای طلقة واحدة

(۴۷) اگر کہے اَنْتِ الطلاق یا اَنْتِ طالِقُ الطَّلَاق یا اَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا تو ایک طلاق پڑتی ہے (واحدۃ) ترکیب میں (یقع) کا فاعل ہے

وهو فاعل يقع الا ان ينوي الثلث فان نواها في هذه الالفاظ وقعن والغينا الثنتين يعني نية الثنتين لا يصح في هذه الالفاظ۔

اگر الفاظ مذکورہ بالا سے تین طلاق کے واقع کرنے کی نیت کرلی تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اور ہمارے نزدیک اگر دو طلاق کی یہاں نیت کرے تو صحیح نہیں ہے

(٧٥) وقال زفر يصح لان الثنتين بعض الثلث فاذا صح نية الثلث يصح نية الثنتين۔

(٧٥) امام زفر رحمہ فرماتے ہیں اگر دو کی نیت بھی کرلی تو صحیح ہے اسلیے کہ دو جزو ہیں تین کا جب تین کی نیت درست ہوئی دو کی بھی لامحالہ درست ہوگی۔

(٧٦) ولنا ان الطلاق اسم جنس ومعنى الوحدة مراعى فيه لسائر اسماء الاجناس فاذا لم ينو فيه شيئا يحمل على الواحدة حقيقة لانه متيقن واذا نوى الثلث يصح لانه جنس واحد حكما وان نوى الثنتين يلغو لانه عدد فاللفظ لا يحتمله كما لو حلف لا يشرب الماء ولو نوى جميع المياه لا يصح لانه واحد حكما وان لم ينو يصرف الى ادنى ما يطلق عليه اسم الماء فان نوى قدحا وقدحين لا يصح لانه ليس بفرد حقيقة وحكما۔

(٧٦) ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق اسم جنس ہے اور وحدت کے معنے اوسمیں ملحوظ ہیں جیسے تمام اسماء جنس میں ملحوظ ہوا کرتے ہیں پس جب کسی کی نیت نہ ہوگی تو اوس سے ایک طلاق حقیقۃً مراد ہوگی اسلیے کہ وہ یقینی ہے اور اگر تین کی نیت کرلی تب بھی صحیح ہو جائیگی کیونکہ حکما وہ بھی ایک جنس ہے مگر جس وقت دو کی نیت کی تو لغو ہوگی اسلیے کہ وہ عدد ہے اور لفظ طلاق کسی طرح اوسکو محتمل نہیں ہے جسطرح کوئی شخص قسم کھائے کہ پانی نہ پیونگا اگر تمام پانی مراد لے تو نیت صحیح ہو جائیگی کیونکہ وہ حکما واحد ہیں اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو اوس سے کم سے کم اوسقدر پانی جسپر پانی کا اطلاق آتا ہو مراد ہوگا اور اگر پیالہ یا دو پیالی پانی مراد لیا تو صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ وہ نہ تو حقیقت میں واحد ہے اور نہ حکماً واحد ہے۔

(٧٧) وان نوى بقوله طالق واحدة وبالطلاق طلقة اخرى صدق لان كلا منهما يصلح للايقاع ولو كانت زوجته امة فقال لها

(٧٧) اگر کہا انت طالق الطلاق اور طلاق سے ایک طلاق اور الطلاق سے دوسری طلاق مراد لی تو سچا سمجھا جائیگا اسلیے کہ اون دونوں میں سے ہر ایک ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسیطرح اگر بیوی چھوکری ہے

انت الطلاق صح نية الثنتين لانهما جنس الطلاق فى الامة۔

اور اوس نے کہا انت الطلاق تو دو طلاق کی نیت صحیح ہی کیونکہ چھوکری کے حقمین دو طلاقین جنس واحد سمجھی جائینگی۔

(۷۸) وتفتقر كنايته ايها اى كناية الطلاق محتاجة الى النية حالة الرضاء لان الكنايات الفاظ غير موضوعة للطلاق بل محتملة له فلابد من النية لتعين المراد والقول قوله فى انكار النية مع اليمين۔

(۷۸) رضامندی کی حالتمین اون الفاظ کے اندر جو صراحۃً طلاق پر دلالت نہین کرتے طلاق کی نیت ضروری ہے اسلیے کہ کنایات اس قسم کے الفاظ ہین جو طلاق کے لیے موضوع نہین ہین بلکہ محتمل طلاق کے ہین پس اون مین تعین مراد کے لیے نیت طلاق ضروری ہی اور اگر خاوند نے نیت طلاق سے انکار کیا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جائیگا۔

(۷۹) كبائن فانها يحتمل البينونة من النكاح والخيرات بتلة بتة كلاهما بمعنى القطع اى منقطعة من النكاح او من الاقارب حرام وهو يحتمل حرمة الصحبة لسوء خلقها حبلك على غاربك وهو مبنى على التخلية لان الناقة اذا ارسلت يلقى حبلها على غاربها وهو ما بين العنق والسنام يعنى انت مرسلة من حبل النكاح او من حبل الحياء الحقى باهلك يحتمل لحوقها لكونها مادونة ولحوقها لكونها مطلقة خلية برية من النكاح او من حسن الخلق وهبتك لاهلك يحتمل ان يكون معناه عفوت عن ذنبك لاجل

(۷۹) جو الفاظ صراحۃً طلاق پر نہین دلالت کرتے بلکہ کنایۃً دلالت کرتے ہین وہ اس قسم کے الفاظ ہین جیسے (تو جدا ہی) کہ اوس سے نکاح سے جدائی بھی مراد ہوسکتی ہی اور بہلائیون سے بھی جدائی مراد ہوسکتی ہی اور (الگ ہی) خواہ نکاح سے جدا ہونیوالی یا اپنے اقارب سے جدا ہونیوالی اور (حرام ہی) اس مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ اپنی بدمزاجی کے سبب سے پاس بیٹھنے سے محروم ہی اور (تیری رسی کندھے پہ ہے) اور اسمین چھوڑنے کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اوسکی رسی کندھے پہ ڈال دیتے ہین۔ غارب گردن اور کوہان کے درمیان کا نام ہی۔ اب اسمین بھی دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہو کہ نکاح کے رسی سے تو چھوٹ گئی یا حیا کی رسی سے اور (اپنے باپ کے گھر کو چلے جا) یا تو باپ کے گھر کو جانے کی اجازت مراد ہو یا طلاق کی وجہ سے چلا جانا مراد ہو اور (چھوٹی ہوئی اور علیحدہ ہی) یا تو نکاح سے یا اچھی عادتون سے اور (مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا) یہ معنے بھی ہوسکتے ہین کہ اونکے خاطر سے تیرا قصور معاف

اهلك سرحتك فارقتك يحتمل التسريح والمفارقة بالطلاق او بغيره امرك بيدك في حق الطلاق او في حق اخرانت حرة عن حقيقة الرق او رق النكاح تقنعي استتري تخمري لانك بائن مني او لئلا ينظر اليك اجنبي اخرجي اغربي بالغين المعجمة والراء المهملة اي ابعدي عني لاني طلقتك او لزيارة اهلك ويحتمل ان يكون بالزاء المعجمة وبالعين المهملة من العزوبة اذهبي قومي ابتغي الازواج يحتمل الازواج من الرجال لانها مطلقة او الازواج من النساء۔

کر دیا اور (مین نے تجھکو رہا کر دیا اور جدا کر دیا، نکاح سے یا اور کسی چیز سے اور (تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی، طلاق کے بارہ مین یا کسی اور چیز مین اور (تو آزاد ہی) اسباب سے کہ کسی کے چھوکری ہو یا نکاح سے اور (پردہ کر اور اپنے آپ کو چھپا اور چادر اوڑھ لے) یا تو اسلیئے کہ تو مجھسے بے تعلق ہو گئی یا اسلیے کہ کوئی غیر تیری طرف نہ دیکھے اور (نکل جا اور دور ہو جا) یعنے مجھسے دور ہو جا اسلیے کہ مین نے تجھے طلاق دیدی یا اپنے گھر والون سے ملاقات کرنے کو اور یہ ہو سکتا ہی کہ (اعزبی) عزوبت سے مشتق ہو اور عزب بے خاوند کے عورت کو کہتے ہین اور (چلی جا اور اٹھ جا اور (جوڑے ڈھونڈھ لے) یعنے خاوند ڈھونڈھ لے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے یا اپنی جوڑ کی بہناپین اپنے لیے تلاش کرلے۔

۸۰، ويقع البينونة حال مذاكرة الطلاق وهي ان تطلب المرأة او اجنبي طلاقها في القضاء بما يصلح من الكنايات جوابا لا ردا وهي خلية وبرية بائن بتة حرام اعتدي امرك بيدك اختاري ولا يصدق الزوج في هذه الالفاظ ان قال لم اردبها الطلاق لان الظاهر انه مراده عند طلب المرأة الطلاق۔

(۸۰) اگر عورت نے خاوند سے طلاق چاہی یا کسی اور نے اوسکے لیے طلاق چاہی اور خاوند نے اس اثنا مین ایسا لفظ کہا کہ جس سے طلاق کا کنایہ ہوتا ہی اور وہ جواب ہی ہو سکتا ہی اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہو سکتا جیسے تو چھوڑی ہوئی ہی یا تو علحدہ ہی یا جدا ہی یا حرام ہی یا دن پورے کرلے یا تجھکو اپنے کام کا اختیار ہی یا تو اختیار لیلے۔ تو عند القاضی عورت پر طلاق باین پڑجائیگی اور اگر خاوند نے کہا مین نے اس سے طلاق مراد نہین لی تھی تو اوسکی تصدیق نہ کیجائیگی اسلیے کہ ظاہر مین یہی معلوم ہوتا ہی کہ جب عورت نے

(۸۱) قيد بالقضاء لانه يصدق ديانة فيما بينه وبين الله تعالى

(۸۱) عند القاضی کی قید اسلیے لگائی ہی کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوسکی تصدیق کیجائیگی اور اوسکا قول معتبر ہوگا۔

(۸۲) فان انكرها اي الزوج النية في حال مذاكرة الطلاق صدق فيما يصلح لهما اي للجواب والرد وهي اخرجي واذهبي وقومي وتقنعي وتخمري واستتري واعزبي وانت حرة وحبلك على غاربك ووهبتك لاهلك والحق ابو يوسف بهذه الالفاظ خمسة اخرى وهي خليت سبيلك وفارقتك وسرحتك ولا ملك لي عليك ولا سبيل لي عليك والحقي باهلك فان هذه الالفاظ تحتمل رد المرأة عن طلبها وان يكون جوابا لها

(۸۲) اگر اثنائے ذکر طلاق مین خاوند نے اس قسم کا لفظ کہا جسمین دوسرے کے کلام کے رد کا بھی احتمال ہو اور اُسکے جواب کا بھی احتمال ہو۔ اور پھر خاوند نے کہا مین نے طلاق کی نیت نہین کی ہو تو اوسکی تصدیق کیجائیگی اور وہ الفاظ یہ ہین کہ نکل جا چلی جا اوٹھ جا صورت ست وکہا سر ڈہک لے سامنے ست آ دور ہو جا تو آزاد ہے تیری رسی تیری گردن پر ہے مین نے تجھکو تیرے عزیزون کے لیے بخشدیا اور امام ابو یوسف رحمہ نے ان کے ساتھ پانچ لفظ اور بھی ملحق کیے ہین وہ یہ ہین مین نے تیرا پیچھا چھوڑ دیا مین نے تجھے جدا کر دیا مین نے تجھے رہا کر دیا مین تیرا مالک نہین ہون تجھے تیرے اوپر کچھ دخل نہین اور اپنے گھر کو چلی جا یہ الفاظ اس قسم کے ہین کہ عورت جو طلاق چاہتی ہے اوسکی بات کا رد بھی ہو سکتے ہین اور جواب بھی ہو سکتے ہین۔

(۸۳) ويصدق الزوج في انكار النية حالة الغضب الا فيما يصلح جوابا لا غير اي لا يصلح للرد والسب فان غضبه يدل على انه اراد الطلاق الا يرى ان من قال لغيره حالة الرضا لست لابيك لا يكون قاذفا ولو قاله في حالة الغضب يكون قاذفا

(۸۳) اگر خاوند نے غصہ کی حالت مین الفاظ کنایہ مین سے کوئی لفظ کہا اور کہا کہ مین نے طلاق کی نیت نہین کی تھی تو یہ اوسکا کہنا سچ سمجھا جائیگا بجز ان الفاظ کے کہ وہ صرف جواب ہی واقع ہو سکتے ہین اور دوسرے کے کلام کا رد نہین ہو سکتے اور نہ وہ گالی مین استعمال کیے جاتے ہین اسلیے کہ اگر اس قسم کا لفظ کہیگا تو اوسکا انکار معتبر نہوگا اور اسکا غصہ اسبات کی دلیل ہوگا کہ اوس سے طلاق مراد لی ہے دیکھو جو کوئی بغیر غصہ کے کسی سے کہے تو اپنے باپ کا بیٹا

وهي اختاري واعتدي وامرك بيدك واما خلية وبرية وبائن وبتة وبتلة وحرام فيحتمل الجواب والسب فان قال اردت بها السب حالة الغضب يصدق۔

نہین ہی تو یہ قذف بالزنا نہ سمجھا جائیگا اور اگر غصہ کی حالتمین کہیگا تو قاذف ہوجائیگا اور وہ الفاظ جو صرف جواب ہوسکتے ہین یہ ہین۔ تو اپنا اختیار لیلے۔ اور دن پورے کر اور تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے۔ اور سوا اسکے جو یہ الفاظ ہین کہ تو چھوٹی ہوئی ہے۔ اور علحدہ ہے۔ اور جدا ہے۔ اور بے تعلق ہے اور حرام ہے تو انمین جواب ہونے کی بھی صلاحیت ہے اور گالی مین بھی سمجھا

(۸۴) ونجعلها اي الكنايات بوائن۔

(۸۴) ہمارے نزدیک الفاظ کنایات سے جو طلاقین واقع ہوتی ہین وہ بائن ہوتی ہین رجعی نہین ہوتین۔

(۸۵) لا رواجع اي قال الشافعي الطلقات الثابتة بهذه الالفاظ رواجع لانها كنايات عن الطلاق ولهذا يشترط فيها نية الطلاق فيكون الواقع بها طلاقا۔

(۸۵) امام شافعی رح فرماتے ہین کنایات سے جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ رجعی ہوتی ہے اسلیے کہ طلاق سے کنایہ ہوتی ہین اسی لیے انمین نیت طلاق شرط کیگئی ہے پس انسے جو واقع ہوگی وہ طلاق ہوگی۔

(۸۶) ولنا ان الحاجة ماسة الى اثبات البينونة في الحال كيلا يقع في مراجعتها بلا قصد و الكنايات ابلغ في الدلالة عليها ولا نسلم انها كنايات عن الطلاق لانها يعمل عمل نفسها وهو البينونة وشرط النية فيها التعين بعض محتملاتها لا انها يعمل عمل الصريح وتسميتها كنايات مجاز۔

(۸۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات اسبات کی حاجت واقع ہوا کرتی ہے کہ اوسیوقت علحدگی ہوجاوے تاکہ بلا قصد اوس سے مراجعت نہ کر بیٹھے اور کنایات اس معنے پر پوری پوری دلالت کرتے ہین اور ہم نہین مانتے کہ وہ طلاق سے کنایہ ہین بلکہ وہ اپنا خود اثر یعنے بینونت ثابت کردیتے ہین اور نیت اسلیے شرط ہے تاکہ کئی احتمالون مین سے ایک احتمال کی تعیین ہوجائے یہ بات نہین ہے کہ وہ صریح طلاق کا اثر کرتے ہین اور اونکا نام کنایہ تو رکھنا مجازًا ہے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۸۷) ويصح نية الثلث والغينا الثنتين في الكنايات۔

(۸۷) کنایات کے اندر تین طلاق کی نیت کرلی صحیح ہے دو طلاق کی نیت کی تو لغو ہوگا۔

(۸۸) خلافاً لزفر لہ ما مر من الدلیل فی الصریح ولنا ان البینونۃ بین الشیئین متنوعۃ فی الحسیات لانہما قد یحتمل اتصالہما وقد لا یحتملہ فکذا تنوعت فی الشرعیات والطلاق عبارۃ عن رفع القید وھو واحد لا یتصور الکثرۃ من واحد۔

(۸۸) امام زفرؒ فرماتے ہیں اگر دو طلاق کی بھی کنایات کے اندر نیت کر لی تو صحیح ہے اور اونکی وہی دلیل ہے جو صریح طلاق کے اندر بیان ہوچکی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جس طرح موجودات خارجیہ میں دو قسم کی جدائی ہوتی ہے کہ بعض میں تو اتنین کا اتصال ممکن ہوتا ہے اور بعض میں اتصال کا احتمال نہیں ہوتا اسیطرح شرعیات میں بینونت کی دو قسمیں ہیں یعنے خفیفہ اور مغلظہ اور طلاق نام ہے رفع قید نکاح کا وہ ایک ہی چیز ہے جسکی قسمیں نہیں نکل سکتیں۔

(۸۹) ولم یوقعوا بہا ای بالکنایات بلا نیۃ ثلثا بل قالوا یقع بالکنایۃ واحدۃ لان الحرمۃ یثبت بہا وھی اولی بالایقاع لیمکنہ التدارک۔

(۸۹) کنایات طلاق سے بدون تین طلاق کی نیت کیے تین طلاقیں نہیں واقع ہوسکتیں بلکہ سب کا یہی قول ہے کہ بلا نیت تین طلاق کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ ایک سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے لیس ایک ہی کا واقع کرنا مناسب ہے تاکہ پھر اسکا تدارک ہوسکے۔

(۹۰) ولم یخصوا نیۃ الواحدۃ بغیر المدخول بہا بل قالوا یصح نیۃ الواحدۃ مدخولا بہا کانت او غیرہا۔

وقال مالکؒ ان کانت مدخولا بہا یقع بالکنایۃ ثلث وان لم ینو لان مقتضاہا التحریم والحرمۃ انما یثبت بالثلث وان کانت غیر مدخول بہا فانہا تبین بواحدۃ فقط لانہا کافیۃ فی تحریمہا کما فی الصریح

(۹۰) غیر مدخولہ کے ساتھ ایک کی نیت کرنا خاص نہیں ہے بلکہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ایک کی نیت سب میں صحیح ہے مگر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر مدخولہ ہو تو کنایہ سے تین طلاقیں اوسکی اوپر واقع ہوجائینگی چاہے تین کی نیت کرے یا نہ کرے اسلیے کہ اسکا مقتضے حرام ہونا ہے اور حرمت بدون تین طلاقوں کے ثابت نہیں ہوتی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ ایک ہی طلاق سے جدا ہوجائیگی اسلیے کہ اوس کے حرام ہونے کے لیے ایک ہی طلاق کافی ہے جسطرح طلاق صریح میں۔

(٩١) وأوقعنا بانت واحدة واحدة رجعية كاعتدي واستبري رحمك لا بائنة يعني هذه الالفاظ كنايات بالاتفاق لان الواحدة يحتمل ان يكون صفة طلقة اي انت طالق طلقة واحدة وان يكون صفة امرأة اي انت منفردة في الجمال وقيل ان نصب واحدة يكون صفة طلقة وان رفعها يكون صفة امرأة والصحيح ان لا فرق بينهما لان العوام لا يميزون الاعراب وكذا الامر باعتدادها يحتمل عد نعم الله وعد الاقراء لسبق الطلاق وكذا ابراء رحمها يجوز ان يكون ليطلقها او بعد ما طلقها لكن يقع بها رجعية عندنا۔

(٩١) ہمارے نزدیک اگر عورت سے کہا تو واحدہ ہے تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی جیسے اگر کہے شمار کرلے یا اپنے رحم کو پاک کرلے تو ہمارے نزدیک ایک رجعی واقع ہوتی ہے یعنے اگرچہ بالاتفاق یہ الفاظ کنایات ہیں اسلیے کہ واحدہ میں احتمال ہے کہ طلاق کی صفت ہو یعنے تجھپر ایک طلاق ہے اور ہو سکتا ہے کہ عورت کی صفت ہو یعنے حسن وجمال میں تو یکتا ہے بعض کہتے ہیں اگر واحدۃً نصب سے کہا ہے تب تو طلاق کی صفت ہے اور اگر رفع سے واحدۃٌ کہا ہے تو عورت کی صفت ہے مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے اسلیے کہ عوام کو اعراب میں کیا تمیز ہوتی ہے۔ اسیطرح یہ جو اُسنے کہا د شمار کرلے، ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ خدا کی نعمتیں شمار کر یا حیض شمار کر کہ تجھکو طلاق دیدی گئی ہے اسیطرح یہ جو کہتا ہے کہ د اپنے رحم کو پاک کرلے، یا تو اسلیے کہ وہ طلاق دینا چاہتا ہے یا اسلیے کہ طلاق دے چکا ہے۔ باوجودیکہ یہ تینوں الفاظ مذکورہ کنایہ کے الفاظ ہیں مگر ہمارے نزدیک ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔

(٩٢) وقال زفر يقع بائنة لانها كسائر الكنايات۔

(٩٢) امام زفر رح فرماتے ہیں یہ بھی مثل اور کنایات کے ہے جسطرح اُن سے بائن ہوتے ہے اسیطرح ان سے بھی بائن ہے

(٩٣) ولنا ان واحدة نعت طلقة وهي صريحة واما اللفظ الثاني فلانه عم قال لسودة اعتدي ثم راجعها واما الثالث فلانه صريح بما هو المقصود في اعتداد الاقراء وهو براءة الرحم

(٩٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ واحدۃ جس تقدیر پر طلاق کی صفت ہے تو وہ تو گویا صریح طلاق ہے اور دوسرا لفظ اسلیے طلاق رجعی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے یہی فرمایا تھا اور پھر رجوع فرمالیا اور تیسرا لفظ یعنے اپنے رحم کو پاک کر اسلیے طلاق رجعی ہے کہ حیضوں کے شمار کرنے سے مقصود یعنے رحم کا پاک ہونا اوسکے اوپر صراحۃً یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔

فاذا نوى ان يكون البرأة لكونها مطلقة يثبت اصل الطلاق بلا احتياج الى اثبات وصف زائد وهو البينونة هذا اذا قاله للمدخول بها وان قاله لغير المدخول بها يجعل مستعارا محضا عن الطلاق لانه سببه فى الجملة وان لم يكن سببا له فى هذه الحالة۔

پس جب اوسنے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رحم کو پاک کرے اسلیے کہ تو مطلقہ ہے تو اصل طلاق ثابت ہو گی اور ایک زائد صفت یعنے بینونت کے ثابت کرنے کی ضرورت نہوگی مگر یہ جب ہے کہ مدخولہ سے کہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا تو اوسکو بھی محض طلاق کے لیے استعارہ کرلین گے اسلیے کہ طلاق اوسکا سبب فی الجملہ ہے اگرچہ یہان طلاق سبب استبراء رحم نہین ہے۔

* * * * *

(۹۴) وله جعل الواحد فى المدخول بها ثلثا يعنى اذا طلق امرأته المدخول بها طلقة واحدة وقال فى عدتها جعلتها ثلثا كانت ثلثا عند ابى حنيفة وقالا لا يكون لان الواحد لا يكون ثلثا وله ان الواحد يصير ثلثا بضم اثنين اليها فيحمل كلامه عليه صونا عن الالغاء فكانه قال جعلتها ثلثا بضم اثنين اليها فيقع الثلث كما لو صرح بذلك۔

(۹۴) مدخولہ کو ایک طلاق دیکر خاوند کو ممکن ہے کہ اوسکی عدت مین اوس ایک کو تین کر دے یعنے اگر ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دی اور اوسکی عدت مین کہدیا کہ مین نے اوس ایک طلاق کو تین طلاق کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک تین ہو جائینگی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین اسلیے کہ ایک طلاق تین طلاق نہین ہو سکتین امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک کے ساتھ دو ملا دی جائین تب تو وہ تین ہو سکتی ہین اور اوسکا یہ کلام اسی پر محمول کیا جائیگا تاکہ لغو ہونے سے محفوظ رہے اور جب اوسنے کہا مینے ایک کو تین کر دیا تو گویا یہ کہا کہ ایک کے ساتھ دو ملا کر تین کر دیا پس تین واقع ہونگی جسطرح صراحۃً کہتا کہ مین نے اوس ایک کے ساتھ دو طلاقین اور ملا دین۔

(۹۵) وابطل محمد جعلها اى جعل الزوج الطلقة الرجعية فى عدتها بائنة وقالا لا يبطل۔

(۹۵) امام محمد رح کے نزدیک اگر رجعی طلاق کو عدت کی حالت مین خاوند بائن کر دے تو باطل ہے بخلاف امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے۔

(۹۶) وفى المحيط هذا اذا كان قبل الرجعة لانه لو راجعها ثم قال جعلتها بائنة لا يصح اتفاقا لانه

(۹۶) محیط مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ رجعت سے قبل اوسکو بائن کرے اور اگر رجعت کے بعد اوسکو بائن کیا تو بالاتفاق صحیح نہین ہے اسلیے کہ رجوع کر لینے سے طلاق کا عمل

بالرجعة ابطل عمل الطلاق فتعذر جعلها بائنة۔

بالکل باطل ہو گیا پس اوس کا بائن کرنا ناممکن ہے۔

(۹۷) له ان الزوج لا يملك ان يبطل خيار الرجعة بعد ما ثبت له شرعا ولهما انه كان يملك جعله بائنا ابتداء فدل انه داخل فى ولايته فيصح الحاق هذا الوصف به تصحيحا لتصرفه وتحصيلا لغرضه۔

(۹۷) امام محمد رح صاحب کی دلیل اسبات پر کہ طلاق رجعی کو بائن نہیں کر سکتا یہ ہی کہ بعد اسبات کے کہ شرع نے اوسکو رجعیت کا اختیار دے دیا ہے وہ اوس اختیار کو باطل نہیں کر سکتا ہی اور ان دونوں کی دلیل یہ ہی کہ ابتداء اُسکا طلاق کو بائن کر سکتا تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اوس کا بائن کرنا اوسکی اختیار میں ہی لہذا وصف بینونت کو اب بھی اپنی غرض حاصل کرنے اور اپنے تصرف کے صحیح کرنے کے لیے ثابت کر سکتا ہی۔

(۹۸) ولو قال لست امرأة لى او لست زوجك او ما انا اى ما انا بزوج لك او ما انت لى بامرأة فهو واقع بالنية اى الطلاق واقع عند ابى حنيفة اذا نوى به والغيا اى قالا لا يقع الطلاق۔

(۹۸) اگر بیوی سے کہا تو میری بیوی نہیں ہی یا میں تیرا خاوند نہیں ہون یا نہیں ہون میں تیرا خاوند یا نہیں ہے تو میری بیوی اور اس سے طلاق کی نیت کی تو امام صاحب کے نزدیک واقع ہو جائیگی بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے کہ اُنکے نزدیک لغو سمجھا جائیگا۔

✤ ✤ ✤ ✤

(۹۹) اقول لو لم يردف لكان احسن لانه فى طرف النفى۔

(۹۹) میں کہتا ہون اگر صاحبین رح کا مذہب ذکر کیا جاتا تو مناسب ہوتا اسلیئے کہ وہ ہمارے مذہب سے جانب نفی میں واقع ہی۔

(۱۰۰) قيد بالنية لانه اذا لم ينوبه لا تطلق اتفاقا۔

(۱۰۰) نیت طلاق کی اسلیے قید لگائی ہے کہ اگر نیت نہیں کی تو بالاتفاق نہ واقع ہو گی۔

(۱۰۱) وفى الخانية لو قالت طلقنى فقال لست لى امرأة يقع به الطلاق اتفاقا من غير نية

(۱۰۱) خانیہ میں مذکور ہی اگر بیوی نے خاوند سے کہا تو مجھے طلاق دیدے اور خاوند نے کہا تو میری بیوی نہیں ہی تو بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اور نیت کی ضرورت نہیں ہی۔

(۱۰۲) لهما ان هذه الالفاظ انكار للنكاح فلا يصح نية الطلاق

(۱۰۲) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ ان الفاظ مین نکاح سے انکار ثابت ہوتا ہی اور جس چیز مین نکاح سے ہے

مما هو انكار له كما لو قال والله ما انت بامرأتي وله ان هذه العبارات صالحة لانشاء الطلاق ايضا فاذا نوى الطلاق فقد نوى ما يحتمل لفظه بخلاف ما استشهدا به لان اليمين انما يقترن بالاخبار فلم يكن احيله انشاء۔

انکار پایا جائے اُس سے طلاق کی نیت نہین کر سکتے جیسے کہے خدا کی قسم تو میری بیوی نہین ہے اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ یہ الفاظ طلاق واقع کرنیکے بھی صلاحیت رکھتے ہین پس جب اُن سے طلاق کی نیت کی تو ایسی چیز کی نیت ہوئی جسکے یہ الفاظ محتمل ہین بخلاف اُس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ قسم تو خبر کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہے اور اوس کو انشاء کر ہی نہین سکتے۔

(١٠٣) وفي المحيط لو قال طلاقك علىّ واجب فالصحيح انه يقع ولو قال لعبده عتقك علىّ واجب لا يعتق والفرق ان نفس الطلاق لا يكون واجبا وانما الواجب حكمه وذا لا يكون الا بعد الوقوع ونفس العتق يجب في الجملة كما في النذر۔

(١٠٣) محیط مین مذکور ہے اگر بیوی سے کہا تیری طلاق میرے اوپر واجب ہے تو صحیح یہ ہے کہ واقع ہو جائیگی اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا آزاد کرنا میرے اوپر واجب ہے تو غلام آزاد نہوگا اور دونون مین فرق یہ ہے کہ نفس طلاق کبھی واجب نہین ہوا کرتی بلکہ اوسکا حکم واجب ہوا کرتا ہے اور حکم بعد وقوع کے ہوتا ہے اسلیے وقوع ضروری ہوا اور آزاد کرنا ایسی چیز ہے کہ کبھی واجب ہوا کرتا ہے مثلاً نذر کی صورت مین۔

(١٠٤) ولو قال نساء اهل بصرة طوالق وهو من اهلها لا تطلق زوجته ما لم ينو بها عند ابي يوسف وبه يفتى وتطلق عند محمد۔

(١٠٤) اگر کہا بصرہ والےکی جورودن پر طلاق ہے اور خود بھی وہ بصرہ کا رہنے والا ہے تو اوسکی بیوی پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع نہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے اور اسی پر فتوی ہے اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی۔

(١٠٥) وعلى هذا الخلاف لو قال كل من دخل هذه الدار فامرأته طالق ولم ينو نفسه فدخل هو تلك الدار۔

(١٠٥) اگر یہ کہا کہ جو شخص اس مکان مین آئے اوسکی جورو پر طلاق ہے اور اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہین کیا اور وہ خود مکان مین آیا تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہے جو اوپر کے مسئلہ مین ہے۔

(١٠٦) وينبغي قول الزوج لامرأته

(١٠٦) اگر بیوی سے کہا میرے اوپر طلاق ہے تیری طرف

انا منك طالق وان نوى به الطلاق۔

تو ہمارے نزدیک یہ اوسکا قول لغو ہے اگرچہ عورت کی طلاق کی نیت کرے۔

(۱۰۷) وقال الشافعی لا یلغی بل یقع به لان الطلاق شرع لازالة النکاح وهو قائم بهما فیصح اضافة الطلاق الیه کما صحت الیها۔

(۱۰۷) امام شافعی رح فرماتے ہین لغو نہین ہی بلکہ طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ طلاق ازالہ نکاح کے لیے مقرر ہوئی ہی اور نکاح دونون کے ساتھ قائم ہی لہذا خاوند کی طرف بھی طلاق کی نسبت ہو سکتی ہی جسطرح بیوی کی طرف ہوا کرتی ہی۔

(۱۰۸) ولنا ان الطلاق ازالة قید الملك الثابت بالنکاح ولا ملك لها فیه والا لبطل نکاح المسلم الکتابیة اذ لا سبیل للکافر علی المسلم فیلغو کلامه۔

(۱۰۸) ہماری دلیل یہ ہی کہ طلاق اُس قید کے زائل کر دینے کا نام ہی جو ملک نکاح سے ثابت ہوا کرتی ہی اور ملک عورت کو ثابت نہین ہوتی ورنہ مسلمان مرد اور کتابیہ عورت مین نکاح درست نہو اسلیے کہ کافر کو مسلمان پر حکومت نہین ہو سکتی لہذا خاوند کا یہ کلام لغو سمجھا جائیگا اور طلاق نہ واقع ہوگی

(۱۰۹) لا بائن او حرام یعنی لو قال لها انا منك بائن او حرام لا یلغو بل یقع اتفاقا لان الابانة ازالة وصلة النکاح والحرام لازالة الحل وهما مشترکان فیهما۔

(۱۰۹) اگر یہ کہا کہ مین تیری جانب سے جدا ہون یا حرام ہون تو ہمارے نزدیک بھی یہ کلام لغو نہو گا بلکہ بالاتفاق طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جدا ہونا علاقۂ نکاح کو زائل کرنا ہی اور حرام ہونا حلت کو زائل کرنا ہی اور وہ دونون مین مشترک ہے۔

(۱۱۰) فان قلت اذا قال لامرأته انت بائن یقع واذا قال انا بائن لا یقع ما لم یقل منك ولو کانت الوصلة مشترکة بینهما لاستوی القولان قلنا وصلتها مختصة بزوجها فتبین بقوله انت بائن ووصلته غیر مختصة بها لجواز ان یکون له وصلة اخری بامرأة

(۱۱۰) اگر یہ کہا جائے کہ عورت سے اگر خاوند کہے تو جدا ہی تو طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اگر یہ کہے کہ مین جدا ہون تو واقع نہین ہوتی جبتک اوسکے ساتھ یہ نہ کہے کہ تیری جانب سے اور بحکم علاقہ نکاح کے دونون مین مشترک ہونے کے ضروری تھا کہ دونون قول برابر ہوتے تو اسکا یہ جواب ہی کہ عورت کا علاقہ تو صرف اس خاوند کے ساتھ مختص ہی اسلیے یہ کہنے سے کہ تو جدا ہے تعلاقہ جاتا رہتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہی اور خاوند کا علاقہ اس عورت کے ساتھ مختص نہین ہی بلکہ ہو سکتا ہے (

اخری فلا یقع مالم یقل منك۔

گر دوسری عورت سے بھی اوسکو علاقۂ نکاح ہو لہٰذا جب تک

(۱۱۱) ولو قال انت طالق واحدة او لا حکم بواحدة ای حکم محمد بطلقة واحدة والغیا ای قالا لا یقع به شیء۔

(۱۱۱) اگر خاوند نے کہا تجھپر ایک طلاق ہی یا نہیں تو امام محمد رح فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہو جاویگی اور ابو یوسف اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ کہنا لغو ہوگا اور کچھ نہ واقع ہوگا۔

(۱۱۲) له انه ادخل الشك فے الواحدة فیسقط فیبقی قوله انت طالق فیقع ولهما ان الطلاق اذا قرن بالعدد یکون بمنزلة کلمة واحدة فلا حکم له قبل ذکره ولهذا لو قال لغیر المدخول بها انت طالق ثلاثا انها بانت بقوله طالق فلا یقع الثلث فاذا بطل الواحدة بالشك بطل الایقاع ایضا۔

(۱۱۲) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسنے ایک مین شک ثابت کر دیا اسیلیے ایک کا لفظ ساقط ہو جاویگا اور یہ قول کہ تجھپر طلاق ہی بدستور باقی رہیگا اور اوس سے ایک طلاق واقع ہو جاویگی امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہی کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر کیا گیا تو وہ سب بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوگا اور بدون اوس عدد کے ذکر کیے طلاق کا حکم ثابت نہوگا اسیلیے اگر غیر مدخولہ کو کہا تو طلاق پانے والی ہی تین طلاق تو یہ نہین کہ سکتے کہ صرف اتنے کہنے سے کہ تو طلاق پانے والی ہی وہ جدا ہو جاویگی اور تین طلاقین نہ واقع ہونگی پھر جب صورت مذکورہ مین ایک کے اندر شک ہو گیا تو ایقاع طلاق

(۱۱۳) ولو قال لزوجته الامة انت طالق ثنتین مع عتق مولاك اراد به الاعتاق لانه مسبب وذکر المسبب ارادة السبب شائع فاعتقها مولاها ملك الرجعة ای الزوج مراجعتها لانه علق الطلقتین بالاعتاق والمعلق یوجد بعد الشرط فتطلق وهی حرة فلا یحرم علیه حرمة مغلظة بالثنتین

(۱۱۳) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری تھی یہ کہا کہ تیرے مالک کے آزاد کرتے ہی ساتھ تجھپر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو اوس پر دو طلاقین واقع ہو جاوینگی مگر خاوند اوسکی طرف رجوع کر سکیگا (آزاد ہونے سے متن مین آزاد کرنا مراد ہی اسیلیے کہ آزاد کرنا اوسکا سبب ہی اور مسبب بول کر اکثر سبب مراد کر لیا کرتے ہین) اور خاوند اسیلیے اس صورت مین رجوع کر سکتا ہی کہ اوسنے طلاق مین مالک کے آزاد کرنے کی شرط لگائی ہی اور مشروط شرط کے بعد پایا جاتا ہے تو اسپر ایسی حالت مین دو طلاقین واقع ہونگی جب کہ وہ حرہ ہو گئی

(۱۱۴) لا یقال کلمة مع ینافیه

(۱۱۴) یہ نہین کہ سکتے کہ مع کا لفظ بعد کو پائے جانے کی

لانها قد تجيء بمعنى بعد كقوله تعالى إنَّ مع العسر يسرًا۔

منافی ہو اسلیے کہ کبھی مع کا لفظ بعد کے معنے میں بھی آتا ہو جسطرح اللہ پاک کے کلام میں واقع ہو اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا یعنے تحقیق دشواری کے

(١١٥) فان قيل ذكر في الجامع من قال لاجنبية انت طالق مع نكاحك فهو لغو فلم يجعل هنا مع بمعنى بعد ليصح كلامه قلنا لان الطلاق مع النكاح متنافيان فلا يعلق به الا بصريح الشرط فابقينا مع على حقيقته فلغا بخلاف الطلاق والعتق فانهما لا يتنافيان فجعل مع بمعنى بعد تصحيحا لكلامه ونظيره ما لو قال لامرأته انت طالق في دخولك الدار يتعلق بالدخول ولو قال لاجنبية انت طالق في نكاحك يلغو۔

(١١٥) اگر کہا جائے کہ جامع میں مذکور ہو اگر ایک شخص نے اجنبیہ عورت سے کہا تیرا نکاح ہوتے ہی مثلاً تجھپر طلاق ہو تو یہ کلام لغو ٹھیراتا ہو پہر کیا وجہ کہ وہان مع کو بعد کے معنی مین نہین لیا جاتا تاکہ اُسکا کلام لغو نہو تو اسکا یہ جواب ہو کہ طلاق کو نکاح کے ساتھ منافات ہو لہذا جبتک صریح شرط کا لفظ نہ کہا جائے طلاق اُسکے ساتھ مشروط نہین ہوسکتی اسلیے وہان مع کو اوسکے حقیقی معنے پہ چھوڑا جائیگا پس اوسکا کلام لغو ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ انمین منافات نہین ہے لہذا اوسکے کلام کے صحیح کرنے کے لیے مع کو بعد کے معنے مین لے لیا جائیگا اور اُسکی نظیر یہ ہو کہ اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہو کہا ہو گھر کے اندر داخل ہونے مین تجھپر طلاق ہو تو طلاق دخول کے ساتھ معلق ہوگی اور اگر اجنبی عورت سے کہا تیرے ساتھ نکاح کرنے مین تجھپر طلاق تو لغو ہوگا۔

❋ ❋ ❋ ❋

(١١٦) ولو علقهما بمجيء الغد اي قال لامرأته الامة انت طالق ثنتين اذا جاء غد والمولى عتقها به اي قال لها مولاها اذا جاء غد فانت حرة ملكه اياها اي جعل محمد زوجها مالكا للرجعة وقالا ليس له الرجعة۔

(١١٦) اگر اپنی بیوی سے جو کسی کی چھوکری ہو یہ کہا کہ کل کی آتی ہی تجھپر دو طلاقین ہین اور اوسکے مالک نے بھی یہی کہا کہ کل کے آتی ہی تو آزاد ہو تو کل ہوتے ہی اُسپر دو طلاقین واقع ہوجائینگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بیوی کیطرف رجوع بھی کرسکے گا مگر امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک رجوع نہ کرسکے گا

❋ ❋ ❋ ❋

(١١٧) له ان المعلق كالمرسل

(١١٧) امام محمد رح کی دلیل یہ ہو کہ معلق کا حال شرط کے

عند الشرط فصار کان الاعتاق والتطلیق وجدا فی ذلك الوقت فیقع العتق اولا لان الاعتاق مندوب والتطلیق محظور فیتاخر حکم المحظور کما ان حکم البیع الفاسد وهو الملك تاخر الی وجود القبض لکونه محظورا ولهما ان الاعتاق علة للعتق ولکن التطلیق علة للطلاق فکما اقترن العلتان فی الزمان اقترن معلولهما فکل من العتق والطلاق یتصاد فهاوهی امة۔

پائے جانے کے ساتھ ایسا ہے جیسے غیر معلق کا حال ہے تو ایسا سمجھنا چاہیے کہ طلاق اور عتاق دونون کل کے روز پائے گئے ہیں اولاً عتق پایا جائیگا اسلیے کہ آزاد کرنا مستحب چیز ہے اور طلاق ایک بری چیز ہے پس اسکا حکم عتق کے حکم سے ثبوت مین موخر ہوگا جسطرح بیع فاسد کا حکم یعنے ملکیت وقت قبض تک بسبب ممنوع ہونے کے متاخر ہوتا ہے اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ آزاد کرنا آزاد ہونے کی علت ہے اور طلاق دینا طلاق پڑنے کی علت ہے پس جسطرح دونون علتین ایک زمانہ مین ساتھ ساتھ پائی جائینگی اسی طرح اون دونون کی معلول ایک ہی زمانہ مین ساتھ ساتھ پائی جائینگی پس طلاق اور عتق اوس جورو کے ساتھ دونون ایسی حالتمین متعلق ہوئی ہین کہ جسوقت وہ جورو کری ہے

(١١٨) لکن عدتها مقدرة بثلث حیض اتفاقا لانها یحتاط فی اثباتها صیانة عن الاشتباه بخلاف المسئلة الاولی لان العتق ثمه شرط فیقع الطلاق بعده۔

(١١٨) مگر یہ بات ہے کہ بالاتفاق عدت اسکی تین ہی حیض معین کیجائیگی جسطرح حرہ کی ہوتی ہے اسلیے کہ عدت کے ثابت کرنے مین اشتباہ حریت سے بچنے کے لیے احتیاط کیجائیگی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہان عتق ہونے کو طلاق کی شرط گردانا ہے اور طلاق اوسکے بعد واقع ہوگی اور لامحالہ اوسکی عدت تین حیض ہے

(١١٩) او بموت مولاها وهو اخوه ای اذا قال لامرأة وهی امة اخیه اذا مات مولاك فانت طالق ثنتین فمات المولی فورثها ای الزوج یرفعهما ای ابو یوسف الطلقتین ویحرم علیه حرمة مغلظة۔

(١١٩) ایک شخص نے اپنی بیوی سے جو اوسکے بھائی کی باندی تھی کہا اگر تیرا مولی مر جائے تو تجپر دو طلاقین ہین اور مولی مرگیا اور اوس شخص کو اپنے بھائی کے ورثہ میں یہ باندی ملی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکے اوپر دو طلاقین واقع ہو جائینگی اور حرمت مغلظہ اوس کو ثابت ہو جائیگی۔

* * * * *

(١٢٠) وخالفه ای قال محمد

(١٢٠) امام محمد رح فرماتے ہین کچھ نہ واقع ہوگا اسلیے

لا يقع شيء لان الزوج ملكها عقيب موت اخيه وزال به النكاح والطلاق ايضا يوجد عقيبه لانه معلق به فيصادفها الطلاق حال زوال النكاح فلا يقع۔

کہ اپنے بہائی کے مرنے کے بعد خاوند اوس چہوکری کا مالک ہوگیا اور مالک ہونے کی وجہ سے نکاح جاتا رہا اور طلاق بھی مرنے کے بعد ہی پائی جائیگی اسلیے کہ وہ مشروط بالموت تھی پس ایسے وقت مین اوسکے ساتھ طلاق متعلق ہوگی جسوقت مین اوسکا نکاح زائل ہوچکا ہے لہذا واقع نہوگی۔

(١٢١) وله ان ملك الوارث لا يتعقب الموت بل يتحقق اذا استغنى الميت عن ماله بتجهيزه واداء دينه لان كل جزء يجوز ان يكون محتاجا اليه بتقدير هلاك الباقي فيصادفها الطلقتان وهي امة منكوحة۔ [illegible]

(١٢١) امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقوع طلاق کی وجہ یہ ہے کہ وارث کی مالکیت مورث کے مرجانے کے بعد ہی نہیں ہوجاتی بلکہ اوسوقت مالکیت ہوتی ہی جب میت کی حاجت مثل تجہیز تکفین اور ادائے دین وغیرہ کے مال سے بچ رہے اسلیے کہ ہر جز مین باقی اجزا کے ہلاک ہوجانے کی تقدیر پر ایسا ہونے کا احتمال ہی کہ میت کی حاجت سے زیادہ نہین ہی پس ثابت ہوا کہ دو طلاقین اوس چہوکری کے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہونگے جبتک وہ منکوحہ تھی۔

(١٢٢) وثمرة الخلاف تظهر في ثبوت النسب بعد ستة اشهر الى سنتين هل يثبت ام لا فعند ابي يوسف يثبت لان الامة حرمت عليه حرمة غليظة بطلقتين ولم يحل له بملك اليمين وطيها حتى تنكح زوجا غيره وحمل علوقها من النكاح الى سنتين حملا للصلاح وعند محمد لا يثبت الا ان تاتي به اقل من ستة اشهر كذا في الجامع الصغير۔

(١٢٢) اس اختلاف کا نتیجہ ثبوت نسب مین ظاہر ہوگا کہ اوس چہوکری کے چہہ مہینہ کے بعد دو برس تک اگر کچھ اولاد پیدا ہوئی تو وہ ثابت النسب ہوگی یا نہین امام ابو یوسف رح کے نزدیک تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اسلیے کہ دو طلاقون کے واقع ہونے سے وہ چہوکری اوسکے اوپر حرام ہوگئی بحرمت غلیظہ اور اب اوسکے ذات کے مالک ہوجانے سے اوس سے صحبت درست نہوگی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے اور دو سال تک جو کچھ اوسکے پیدا ہوگا بہتری کا لحاظ کرکے یہی سمجھا جائیگا کہ حالت نکاح کے حمل سے پیدا ہوا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نسب ثابت نہوگا مگر اوسوقت کہ چہہ مہینہ سے کم مین پیدا ہو۔ کذا فی الجامع الصغیر

(١٢٣) ولو وصفه بضرب من

(١٢٣) اگر طلاق کو کسی قسم کی زیادتی یا شدت کے ساتھ

الزيادة والشدة نوقعه بائنا۔

صفت کرکے بیان کیا تو ہمارے نزدیک بائن واقع ہوگی نہ رجعی۔

(۱۲۴) لا رجعيا اى قال الشافعي يقع رجعيا في المدخول بها۔

(۱۲۴) امام شافعی رح فرماتے ہیں اگر مدخولہ عورت ہے تو اوسوقت مین رجعی واقع ہوگی۔

(۱۲۵) قيد به لانه في غيرها لا يكون رجعيا اتفاقا۔

(۱۲۵) مدخولہ کی قید اسلیے لگائی ہے کہ غیر مدخولہ مین بالاتفاق بائن واقع ہوگی۔

(۱۲۶) كطلاق بائن اى كقوله انت طالق طلاقا بائنا وهذا توصيف بالشدة معنى لان البائن اشد من الرجعي او اشده اى اشد الطلاق او افحشه او اخبثه او اسوأه وتوصيف الطلاق بهذه الاوصاف انما يكون باعتبار اثره وهو البينونة في الحال فان قيل لو قال شديدا كان بائنا وفي اشده كان ينبغي ان يكون ثلثا قلنا افعل التفضيل يجئ لمطلق الاثبات كقوله تعالے وبعولتهن احق بردهن او طلاق الشيطان اى كقوله انت طالق طلاق الشيطان او البدعة وكل من هذين الوصفين ينبئ عن البينونة لان السنى هو الرجعي فيكون البدعي في غير حالة الحيض بائنا او كالجبل اى طلاقا كالجبل او ملاء البيت وكل من هذين الوصفين ينبئ عن الزيادة۔

(۱۲۶) زیادتی اور شدۃ کے ساتھ صفت کرنے کی یہ مثالین ہین جیسے (تجھپر طلاق ہے طلاق بائن) اس صفت کے اندر شدت معنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہے اسلیے کہ بائن رجعی سے شدید ہوتی ہے یا یہ کہا (تجھپر اشد طلاق یا افحش طلاق یا اخبث طلاق یا بدترین طلاق ہے) ان اوصاف کے ساتھ طلاق کا صفت کرنا باعتبار اثر طلاق کے ہے اور اوسکا اثر یہ ہے کہ اوسیوقت بینونت ثابت ہو جائے اگر کہا جائے طلاق شدید کہنے سے ایک طلاق بائن پڑتی ہے پس مناسب ہے کہ اشد کہنے سے تین طلاقین واقع ہو جائین تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کبھی اسم تفضیل مطلق اثبات فعل کے لیے آتا ہے کقولہ تعالی وبعولتهن احق بردهن یعنے اونکے خاوند اونکے لوٹانے کے مستحق ہین۔ یا یہ کہا (تجھپر شیطان کی طلاق یا بدعت کی طلاق) یہ دونون صفتین بینونت کو چاہتے ہین اسلیے کہ طلاق سنی طلاق رجعی ہے پس طلاق بدعی سوائے حیض کی حالت کے بائن ہی ہوگی (یا پہاڑ کے برابر یا گھر بھر کے) یہ دونون وصف بھی زیادتی کو چاہتے ہین۔

(۱۲۷) وفی المحیط الاصل فی هذا ان الطلاق متی شبہ بشئ یقع بائنا عند ابی حنیفة سواء کان المشبہ بہ صغیرا او کبیرا او ذکر مع المشبہ بہ العظم او لا وعندهما ان ذکر معہ العظم کان بائنا کقولہ انت طالق کعظم السمسم۔

(۱۲۷) محیط میں مذکور ہے اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر طلاق کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دیکر دیجائے تو امام صاحب کے نزدیک وہ طلاق بائن ہوتی ہے خواہ مشبہ بہ کوئی بڑی چیز ہو یا حقیر چیز ہو یا مشبہ بہ کے ساتھ اوسکا بڑا ہونا بھی ذکر کیا جائے یا نہ ذکر کیا جائے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کا بڑا ہونا ذکر کیا جائے تو بائن ہوگی جیسے تجھپر اتنی بڑی طلاق ہے جتنا بڑا تل ہوتا ہے۔

(۱۲۸) وعند زفر ان وصف المشبہ بہ بالشدة او بالعظم کان بائنا والا فهو رجعی۔

(۱۲۸) امام زفر رح کے نزدیک اگر مشبہ بہ کے ساتھ اوسکی شدت اور بڑے ہونے کا ذکر کیا تب تو طلاق بائن ہوگی ورنہ رجعی ہوگی۔

(۱۲۹) قید بقولہ بضرب من الزیادة لانہ لو وصفہ بما لا ینبئ عن زیادة کقولہ احسن الطلاق او اسنہ او اعدلہ یقع رجعیا اتفاقا ولو وصفہ بما لا یوصف بہ الطلاق کقولہ انت طالق طلاقا لا یقع علیک او انا مخیر فیہ یکون رجعیا اتفاقا لان هذا الوصف مناف لمقتضی الطلاق فیلغو۔

(۱۲۹) یہ قید کہ طلاق کو ایک قسم کی زیادتی اور شدت کے ساتھ وصف کرے اسلیے زیادہ کی ہے کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جس سے زیادتی سمجھ میں نہیں آتی جیسے تجھپر بہترین طلاق یا زیادہ تر مسنون طلاق یا اعدل طلاق تو بالاتفاق رجعی واقع ہوگی اور اگر ایسی چیز کے ساتھ وصف کیا جسکے ساتھ طلاق موصوف نہیں ہوا کرتی جیسے یہ کہا کہ تجھپر ایسی طلاق جو تیرے اوپر نہ واقع ہو یا ایسی طلاق جسمیں مجھکو اختیار ہو تو بھی بالاتفاق رجعی ہوگی کیونکہ اس قسم کا وصف مقتضائے طلاق کے منافی ہے پس لغو سمجھا جائیگا۔

(۱۳۰) لہ ان وصف الطلاق بالبینونة وبما یدل علیها مخالف لموجبہ وهو الرجعة فیلغو کما لو قال انت طالق علی ان لا رجعة لی علیک ولنا ان الطلاق یحتمل البینونة کما فی الطلاق قبل الدخول بل الاصل فیہ البینونة لانہ

(۱۳۰) امام شافعی رح کے اسباب ہیں کہ طلاق کو اگر شدت یا زیادتی کے ساتھ صفت کیا جائے تو اُس سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن۔ یہ دلیل ہے کہ طلاق کا بینونت یا اور کسی ایسی صفت سے موصوف کرنا جو بینونت پر دلالت کرے موجب طلاق یعنے رجعت کے مخالف ہے پس لغو ہو جائیگا جیسے کہے تجھپر طلاق ہے اسطرح پر کہ مجھکو تیرے اوپر رجوع کا

رفع لقید النکاح الا ان الرجعة یثبت فی الصریح الغیر الموصوف بالبینونة بالنص فبقی فیما وراءہ علی الاصل۔

استحقاق ہوگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق بینونت کی محتمل ہے جیسے طلاق قبل الدخول ہیں بلکہ اصل طلاق کے لئے بینونیت ہی ہے اسلیے کہ وہ رفع قید نکاح کا نام ہے مگر اس طلاق صریح کے اندر جو موصوف بالبینونت ہو نص سے رجوع کرنا

(۱۳۱) وان نوی بتوصیفه ثلثا یقعن لان البینونة متنوعة خفیفة وغلیظة فایهما نوی صحت نیته۔

(۱۳۱) اگر طلاق کو شدت یا زیادت کے ساتھ موصوف کیا اور اس سے تین طلاق کا ارادہ کیا تو تین طلاق واقع ہو جائینگی اسلیے کہ بینونت کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ دونوں میں جسکا ارادہ کریگا اوسکی نیت

(۱۳۲) او بالطول او العرض ای لو قال انت طالق طلاقا طویلا او عریضا جعلناہ بائنا۔

(۱۳۲) اگر طلاق کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جیسے تجھے لمبی سے طلاق یا چوڑی سے طلاق تو ہمارے نزدیک وہ طلاق بائن ہوگی۔

(۱۳۳) وقال زفر یکون رجعیا لان هذین الوصفین من صفات الاجسام فیلغوا۔

(۱۳۳) امام زفر رحمہ فرماتے ہیں یہ طلاق رجعی ہوگی اسواسطے کہ طول اور عرض اجسام کے صفات ہیں طلاق کے اندر یہ صفات لگانا لغو ہوگا۔

(۱۳۴) ولنا ان الامر قد یوصف بالطول والعرض ویکنی به عن شدة حکمه فیفید فی الطلاق البینونة

(۱۳۴) ہماری دلیل یہ ہے کہ کبھی ایک چیز کو طول یا عرض کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے اور اس سے اوسکے حکم کی شدت مراد ہوتی ہے پس اسیطرح طلاق کو انکے ساتھ موصوف کرنا بینونت کا مفید ہوگا۔

(۱۳۵) ویقع لاضافته الی الجملة ای اضافة الزوج الطلاق الی جملة اجزاء المرأة او ما ینوب منابها کانت ای کانت طالق فالخطاب لجملتها او وجهك یعنی وجهك طالق او رؤسك او جسدك او فرجك او عنقك او رأسك وهذه الفاظ یعبر بها عن الجملة قال الله تعالی ویبقی وجه ربك

(۱۳۵) طلاق بہرحال واقع ہوجاتی ہے خواہ خاوند طلاق کی نسبت عورت کی تمام اجزا کی طرف کرے یا کسی ایسے جزو کے طرف کرے جو کل کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے کہے تجھے طلاق ہے کہ یہاں پوری عورت سے خطاب ہے یا کہے تیرے موںہ پر طلاق ہے یا تیری جان پر یا تیرے بدن پر یا تیرے فرج پر یا تیرے گردن یا سر پر کہ ان الفاظ سے پوری ذات کو تعبیر کرسکتے ہیں قال الله تعالی ویبقی وجه ربك اور تیرے رب کا موںہ یعنے اوسکی ذات باقی رہیگی اور کہا کرتے ہیں فلان شخص کی جان جاتی رہی یا بدن ہلاک ہوگیا یعنے ذات ہلاک ہوگئی

ای ذاته ويقال هلك روح فلان اوجسده ای نفسه وقال ع م لعن الله الفروج على السروج اراد بها النساء وقال الله تعالى فظلت اعناقهم لها خاضعين ای ذواتهم ويقال امری حسن مادام راسك ای مادمت باقیا۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اون فرجو یعنے عورتون پر جو زینون پر سوار ہون خدا کی لعنت ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے فظلت اعناقهم لها خاضعين اور گردنون سے ذاتین مراد ہین اور کہا کرتے ہین جب تک تیرا سر قایم ہے اسوقت تک میرا کام درست ہے یعنے جب تک تو باقی ہے

* * * * *

(۱۳۶) وفی المحیط لو قال رأسك طالق وعنى به اقتصار الطلاق على الرأس لايبعد ان نقول لاتطلق۔

(۱۳۶) محیط مین مذکور ہے اگر کہا تیرے سر پر طلاق ہے اور راس سے فقط سر پر ہی طلاق دینا مراد لیا تو یہ بات کچھ دور نہین ہے جو ہم کہدین طلاق نہ واقع ہوگی۔

* * * * *

(۱۳۷) او الى جزء شائع كنصفك او ثلثك يعنى اذا قال نصفك طالق يقع لان الجزء الشائع محل للتصرفات كالبيع ونحوه فيكون محلا للطلاق الا ان وقوعه غير متجز فيقع كاملا۔

(۱۳۷) اگر طلاق کے ایسے جزو کی طرف نسبت کی جو تمام بدن مین مشترک ہے جیسے مثلاً تیرے نصف پر طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ اس قسم کا جزو محل تصرفات ہوسکتا ہے مثل بیع وغیرہ کے پس محل طلاق بھی ہوسکیگا مگر طلاق ایسی چیز ہے کہ اسکا وقوع ایک حصہ بدن پر نہین ہوسکتا لہذا لامحالہ پوری ذات پر واقع ہوگی۔

(۱۳۸) والغيناه ای الطلاق فيما لاينوب ای فى الالفاظ التى لايعبر بها عن جملة البدن كيدك بالرفع على الحكاية ای كقوله يدك طالق اورجلك وغيرهما مما لايعبر به عن الجملة وقال زفر يقع۔

(۱۳۸) اگر ایسی جزو کی طرف طلاق کی نسبت کی جو بولنے مین تمام بدن کے قایم مقام نہین ہوسکتا جیسے تیرے ہاتھ پر طلاق ہے یا پیر پر یا اور کسی ایسے عضو کی طرف جو کل کے قائم مقام نہین ہوسکتا طلاق کی نسبت کی تو ہمارے نزدیک لغو ہے اور طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زفر رح کے کہ یدك الخ میں واقع ہے اور اعراب حکائی ہے جیسے يدك طالق پس جسطرح اصل کلام مین واقع ہے اسیطرح اوسکا اعراب بدستور ہے۔

(۱۳۹) قيد بالطلاق لانه لو اضاف النكاح اليه لايجوز اتفاقا لان الحرمة في غيره يغلب الحل فيه۔

(۱۳۹) طلاق کی قید اسلیے لگائی ہی کہ اگر نکاح کو اوسکی طرف نسبت کیا تو بالاتفاق جائز نہو گا اسلیے کہ اس جزء کی حلت پر اور اجزاء کی حرمت غالب آجائیگی۔

(۱۴۰) له انه جزء مستمتع فيه بعقد النكاح فيكون محلا للطلاق فيسري منه الى الكل ولنا ان الطلاق رفع القيد فيختص بمحل يضاف اليه النكاح واليد وامثالها لايجوز اضافة النكاح اليها فلا يكون محلا للطلاق والاستمتاع باليد انما حل تبعا للحل في جميعها۔

(۱۴۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ اس قسم کا جزء بھی ایسا ہی کہ عقد نکاح کے سبب سے اوس سے نفع اوٹھایا جاتا ہے پس طلاق کا بھی محل ہو گا اور جب اوسپر طلاق واقع ہوگی تو باقی اجزا میں بھی اوسکا حکم سرایت کر جائیگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ طلاق رفع قید نکاح کا نام ہی لہذا ایسے ہی جزء کی طرف طلاق کی نسبت ہو سکے گی جسکی طرف نکاح کی نسبت ہوسکتی ہی اور ہاتھ اور اوسکے مثل یہ ایسے اجزاء ہین کہ نکاح کی نسبت اونکی طرف درست نہین ہی اسواسطے محل طلاق بھی نہوسکینگے

(۱۴۱) فان قيل اليد يعبر بها عن الجميع كما قال الله تعالى تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ اراد به ذاته وقال عم على اليد ما اخذت قلنا استعماله غير متعارف وانما جاء على وجه الندرة حتى اذا كان عند قوم يعبرون به عن الجملة وقع الطلاق باي عضو كان۔

(۱۴۱) اور اگر کہو ہاتھ سے بھی کبھی پوری ذات کو تعبیر کیا کرتے ہین کقوله تعالے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ کہ اوسکی ذات کا ہلاک ہونا مراد ہی یا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی على اليد ما اخذت یعنے جو ہاتھ نے لیا ہی اوسی پر اوسکا وبال ہی یعنے اوسی شخص پر تو اوسکا یہ جواب ہی کہ اسطرح پر اوسکا استعمال بہت کم آیا ہی اور متعارف نہین ہی حتے کہ اگر کسی گروہ مین اس قسم کا استعمال شائع ہو اور ان اجزاء کو بول کر وہ کل مراد لیا کرتے ہون تو خواہ وہ کوئی عضو ہو طلاق واقع ہو جائیگی۔

(۱۴۲) ولو قال نصف تطليقة او ثلثها وقعت كاملة لان الطلاق لايتجزى فذكر بعضه كذكر كله۔

(۱۴۲) اگر کہا تیرے اوپر آدہی یا تہائی طلاق تو پوری ہی طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ طلاق کے ٹکڑے نہین ہو سکتے اور ایک ٹکڑے کا ذکر کرنا ایسا ہی ہی جیسے کل کا ذکر کرنا۔

(۱۴۳) وفي المحيط وكذا لو قال و ثلثها او سدسها لانه لم يتجاوز

(۱۴۳) محیط مین مذکور ہی اسیطرح اگر یہ کہا کہ تیرے اوپر نصف طلاق اور اوسکا ثلث اور اوسکا چھٹا حصہ تو ایک ہی

عن مجموع اجزاء تطلیقة وان جاوز کما اذا قال نصف تطلیقة وثلثها وربعها فالمختار انه یقع ثنتان لانه زاد علی اجزاء تطلیقة واحدة فلابد ان یکون الزیادة من تطلیقة اخری نیتکامل الزیادة۔

واقع ہوگی اسلیے کہ یہ سب ملکر ایک طلاق کی مجموعہ اجزا سے زیادہ نہین ہوئی اور اگر زیادہ ہوجائین جس طرح آدہی طلاق اور اوسکا تہائی اور اوسکا چوتھائی تو پسندیدہ قول اسوقت مین یہ ہی کہ دو طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ یہ ملکر ایک طلاق کے اجزا سے زیادہ ہوگئی پس لامحالہ وہ زیادتی دوسری طلاق سے ہوگی اور وہ خواہ مخواہ بسبب عدم تجزی کے پوری کرنی پڑیگی۔

(۱۴۴) واما لو لم یضف الاجزاء الی تطلیقة واحدة وقال انت طالق نصف تطلیقة وثلث تطلیقة وسدس تطلیقة یقع ثلث لانه اضاف کل جزء الی تطلیقة منکرة فاقتضی کل جزء تطلیقة علی حدة۔

(۱۴۴) اور اگر سب اجزا کے نسبت ایک طلاق کیطرف نہین کی بلکہ یون کہا تیرے اوپر نصف طلاق اور ثلث طلاق اور سدس طلاق تو تین طلاقین واقع ہونگی اسلیے کہ ہر ایک جزء کو ایک غیر معین طلاق کی طرف نسبت کیا ہے پس ہر ہر جزء ایک ایک طلاق کے وقوع کا مقتضی ہوگا۔

❖ ❖ ❖ ❖

(۱۴۵) او واحدة ونصفا ای لو قال انت طالق واحدة ونصفا قبل الدخول بتلك المرأة اوقعنا ثنتین لا واحدة ای قال زفر یقع واحدة۔

(۱۴۵) اگر کہا تجہیر طلاق ہے ایک اور آدہی اور اوس عورت کے ساتھ دخول نہین کیا تھا تو ہمارے نزدیک دو طلاقین واقع ہون گی نہ ایک جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہین۔

❖ ❖ ❖ ❖

(۱۴۶) قید بقوله قبل الدخول لانه لو قال کذا بعده یقع ثنتان اتفاقا

(۱۴۶) قبل الدخول کی قید اسلیے زیادہ کی ہی کہ اگر بعد از دخول کہا ہو تو بالاتفاق دو واقع ہونگی۔

(۱۴۷) له ان نصف تطلیقة تطلیقة علی حدة فلما بانت بقوله واحدة صادفتها الثانیة وهی مبانة فلا یقع کما لو قال لها انت طالق

(۱۴۷) امام زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ نصف طلاق فی الحقیقت دوسری طلاق ہی اور جب وہ صرف ایک ہی کے کہنے سے جدا ہوگئی تو اب دوسری طلاق اوسکے ساتھ ایسے وقت مین متعلق ہولی جسوقت مین وہ جدا ہوچکی ہی پس واقع نہیگی

واحدة و واحدة ولنا ان هذا الكلام واحد معنى لانه لا يمكن ان يعبر عن واحدة و نصف باوجز من هذا و لا يفصل بعضه عن بعض فيكون ايقاعا لهذا العدد جملة بخلاف قوله واحدة و واحدة لان التعبير عنه باوجز عنه ممكن بان يقال ثنتين۔

ہو گی جیسے اُس سے کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اور ہماری یہ دلیل ہو کہ فی الحقیقت یہ ایک کلام ہو اسلیے کہ ڈیڑھ طلاق کو اس سے زیادہ اور مختصر لفظوں مین نہین بیان کر سکتا اور ایک دوسرے سے جدا نہین ہو پس اس کلام مین دفعۃً دو طلاقین واقع ہو جائینگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے تجھپر طلاق ہو ایک اور ایک اسواسطے کہ اس سے زیادہ مختصر عبارت مین یعنے دو کا لفظ کہکر تعبیر کر سکتا ہے۔

(۱۴۸) او من واحدة اى لو قال انت طالق من واحدة الى ثلث فالوا تقع ثنتان عند ابى حنيفة وكذا فى الاقرار يعنى لو قال لك عندى من درهم الى عشرة فعليه تسعة عنده۔

(۱۴۸) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہو ایک سے تین تک تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک دو طلاق واقع ہو جائینگی اسیطرح اقرار مین بھی ہے کہ مثلاً اگر ایک شخص کہے میرے پاس تیرے ایک سے دس درم تک ہین تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک نو درم لازم ہونگے۔

(۱۴۹) و قالا ثلث اى يقع ثلث فى الطلاق وعليه العشرة فى الاقرار لان مثل هذا الكلام يراد به الكل فى العرف كما لو قال خذ من مالى من درهم الى عشرة فان له اخذ العشرة وانما لم يدخل الطرفان فى المثنيا فيما اذا قال بعت من هذا الحائط الى هذا الحائط لانهما لم يجانسا ما بينهما من الارض۔

(۱۴۹) صاحبین رحمہ فرماتے ہین طلاق کے اندر اگر ایسا کہا ہو تو تین طلاقین اور اقرار کرنے سے صورت مذکور مین دس درم لازم ہونگے اسلیے کہ عرف مین ایسے کلام سے کل مراد ہوا کرتا ہے جسطرح کوئی کسی سے کہے تو میرے مال مین سے ایک درم سے دس تک لیلے تو وہ شخص اوسکے مال مین سے دس درم لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی کہے مین نے اُس دیوار سے اوس دیوار تک زمین فروخت کی تو دونون طرفین اوس شئی مین جسکی وہ غایت ہین یعنے زمین اسلیے نہین داخل ہوتین کہ وہ اوسکے جنس سے نہین ہین۔

(۱۵۰) وله ان الاحتجاج بالعرف

(۱۵۰) امام صاحب رحمہ کی یہ دلیل ہو کہ ہماری دلیل بھی

ايضا لانه يراد من مثل هذا الكلام الاقل من الاكثر والاكثر من الاقل كما يقال سني من ستين الى سبعين ويراد به ما بينهما فكذا ههنا يقع اكثر من واحدة واقل من ثلث بخلاف ما استشهد به لان اظهار الجود والكرم دليل على ارادة الكل۔

عرف ہی ہے اسلیے کہ عرف کے اندر ایسے کلام سے اکثر سے اقل اور اقل سے اکثر مراد ہوا کرتا ہے جیسے کہا کرتے ہیں میری عمر ساٹھ سے ستر تک ہے اور اس کلام سے ساٹھ سے زیادہ اور ستر سے کم مراد ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی ایک طلاق سے زیادہ اور تین طلاق سے کم یعنے دو طلاقیں واقع ہونگی بخلاف اس صورت کے جس سے صاحبین رح نے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ اظہار سخاوت وکرم اسبات پر دلیل ہے کہ کل ہی مراد ہو۔

(١٥١) وما اكتفينا بواحدة اي قال زفر يقع واحدة لان الغاية الاولى والثانية لا يدخلان في المغيا فبقي المتوسط كقوله بعت من هذا الحائط الى هذا الحائط فان المبيع ما بينهما۔

(١٥١) ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے کہ صورت مذکورہ میں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہیں سو اسلیے کہ پہلی اور دوسری غایت مغیا میں داخل نہیں ہوا کرتیں لہذا صرف مغیا یعنے بیچ کی ایک طلاق باقی رہ گئی جسطرح یہ کہے میں نے اس دیوار سے اس دیوار تک زمین کو فروخت کیا کہ مبیع صرف زمین ہوتی ہے۔

(١٥٢) روي ان ابا حنيفة قال لزفر كم سنك قال سني ما بين ستين الى سبعين فقال له انت اذا ابن تسع فتحير زفر۔

(١٥٢) روایت ہے کہ امام زفر رح سے ایک مرتبہ امام صاحب نے پوچھا آپ کی عمر کیا ہے انہوں نے فرمایا ساٹھ ستر کے درمیان ہے تو امام صاحب فرمانے لگے آپ کی عمر اس حساب سے نو سال کی ہے تو امام زفر رح صاحب متحیر ہو گئے۔

(١٥٣) او واحدة اي لو قال انت واحدة في ثنتين اوقعنا واحدة لا ثنتين اي قال زفر يقع ثنتان۔

(١٥٣) اگر کہا تجھپر دو طلاقوں میں ایک طلاق تو ہمارے نزدیک ایک واقع ہوگی نہ دو جیسے امام زفر رح فرماتے ہیں۔

* * * *

(١٥٤) او ثنتين في مثلهما اي لو قال انت طالق ثنتين في ثنتين فثنتين اوقعنا ثنتين لا ثلثا اي قال

(١٥٤) اگر کہا تجھپر دو طلاقوں میں دو طلاق تو دو ہی طلاق واقع ہونگی تین نہ واقع ہونگی جیسے امام زفر رحمہ اللہ تعالے

زفر يقع ثلث

فرماتے ہین۔

۱۵۵، الخلاف فيما نوى ضرب الحساب وان نوى الظرف يقع فى المسئلة الاولى واحدة وفى الثانية ثنتان اتفاقا لان الطلاق لا يصلح ظرفا للطلاق فيلغو الثانى وان نوى الجمع يقع الثلث اتفاقا لان كلمة فى يجئ بمعنى مع۔

۱۵۵، یہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسنے ایک اور دو کو دو کے اندر ضرب کرنے کی نیت کی ہو اور اگر ظرفیت کا ارادہ کیا ہے تو مسئلہ اولیٰ مین ایک اور مسئلہ ثانیہ مین دو بالاتفاق واقع ہونگی اسلیے کہ طلاق طلاق کے لیے ظرف نہین ہوسکتی لہذا دوسری لغو جائیگی اور اگر جمع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو بالاتفاق تین واقع ہونگی اسلیے کہ فی کا کلمہ مع کے معنے مین آجایا کرتا ہے۔

۱۵۶، له ان الضرب فى عرف الحساب تضعيف احد العددين بالعدد الاخر فضرب الواحد فى العدد لا يؤثر تضعيفا فبقى على حاله وضرب الاثنين فى الاثنين اربعة فيقع ثلث اذ لا مزيد عليه ولنا ان الضرب يعمل فى تكثير اجزاء الطلاق لا العدد وتكثير اجزاء الطلاق لا يوجب تعدده فان ايقاع طلاق له الف جزء كايقاع طلاق له جزءان فلا يقع اكثر من واحد۔

۱۵۶، امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ عرف حساب مین ضرب ایک عدد کو دوسرے عدد سے تضعیف کرنے کا نام ہے اور ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسکو کسی عدد مین ضرب دیا جائے تو وہ مفید تضعیف نہین ہوتا اسلیے ایک بدستور رہیگا اور دو کو دو کے اندر ضرب دینے سے چار ہوتے ہین مگر تین واقع ہونگی اسلیے کہ تین سے زیادہ طلاق نہین ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ضرب دینے سے اجزاء طلاق کے بڑھ جائینگے اور اوسکی تعداد زیادہ نہوگی اور اجزاء کے بڑھنے سے طلاق کے عدد کا بڑھنا لازم نہین آتا اسلیے کہ اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے مثلا ہزار جزء ہون اور اوس طلاق کا واقع کرنا جسکے صرف دو جزء ہون برابر ہے پس ایک سے زیادہ نہ واقع ہوگی۔

۱۵۷، او بمكة اى لو قال انت طالق بمكة او فيها اى لو قال فى مكة طلقت فى الحال فى كل البلاد لان ذكر المكان لغو لعدم اختصاص الطلاق به۔

۱۵۷، اگر عورت سے کہا تجھپر طلاق ہے مکہ مین تو اوسیوقت تمام دنیا مین اوسکے اوپر طلاق کا حکم ہو جائیگا اسواسطے کہ خاص ایک شہر کا ذکر کرنا طلاق کے اندر لغو ہے کیونکہ طلاق اوس شہر کے ساتھ خاص نہین ہے

(۱۵۸) واذا دخلتها اى لو قال انت طالق اذا دخلت مكة او فى دخولك مكة تعلق وقوع الطلاق بدخول مكة اما مع ذكر اذا فظاهر واما مع ذكر فى فلانه للظرف والفعل لا يصلح ان يكون ظرفا شاغلا له فحمل على الشرط مجازا بمناسبة ان كلا من الظرف والشرط يكون سابقا على المظروف والمشروط

(۱۵۸) خاوندنے کہا اگر تو مکہ مین داخل ہو تو تجہپر طلاق ہے یا مکہ مین داخل ہونے مین تیرے اوپر طلاق ہے مکہ کے اندر داخل ہونے سے طلاق واقع ہوگی جسوقت مین اگر کا لفظ کہا ہو تب تو ظاہر ہی ہے کہ وہ شرط کے لیے ہوتا ہو اور اگر داخل ہونے مین کا لفظ کہا ہو تو اسیلیے کہ وہ ظرفیت کے لیے ہو اور فعل ایسی چیز نہین ہو کہ وہ حقیقت مین طلاق کے لیے ظرف ہوسکے اور طلاق اوسمین سما جاوے سو اسواسطے مجازاً شرط کے اوپر محمول کیا جائیگا اس مناسبت سے کہ ظرف اور شرط دونوں

(۱۵۹) او غدا اى لو قال انت طالق غدا وقع بطلوع الفجر لان كونها مطلقة فى جميع الغد يستلزم وقوع الطلاق فى اول اجزاءه

(۱۵۹) اگر کہا کل کو تیرے اوپر طلاق ہو تو فجر کے طلوع ہوتے ہی اُسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسیلیے کہ تمام کل کے دن مین اُسکا مطلقہ ہونا اوس دن کے پہلے جزء مین بھی مطلقہ ہونے کو مستلزم ہے۔

(۱۶۰) او فى غد اى لو قال انت طالق فى غد ونوى آخره اى آخر النهار فهو مصدق قضاء عند ابى ح۔

(۱۶۰) اور اگر کہا کل کے دن مین تجہپر طلاق ہو اور آخر دن کی نیت کی تو امام صاحب رح کے نزدیک عند القاضی تصدیق کیا جائیگا۔

(۱۶۱) وقالا يصدق ديانة لا قضاء لانه وصفها بالطلاق فى جميع الغد فاذا ادعى تخصيصه بجزء منه لا يصدق قضاء كما فى غدا اى كما لا يصدق اذا قال انت طالق غدا او قال نويت فيه آخر النهار۔

(۱۶۱) صاحبین رح فرماتے ہین عند اللہ اوسکی تصدیق کیجائیگی عند القاضی نہ کیجائیگی جیسے اگر کہے کل کو تجہپر طلاق ہو اور کہے کہ مین نے آخر دن مراد لیا تھا تو اوسکی نیت عند القاضی معتبر نہین ہوتی اور اوسکی وجہ یہ ہو کہ جب اوسنے کہا کل کے دن مین تجہپر طلاق ہو تو تمام کل کے دن مین اوسکو طلاق کے ساتھ موصوف کیا ہو اور جب ایک جزء کے ساتھ تخصیص کا دعوی کیا تو عند القاضی معتبر نہو گا۔

(۱۶۲) وله ان فى للظرفية والظرف

(۱۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ یہان ظرفیت مراد ہے

يكون مستوعبا مظروفه وقد لايكون فاذا نوى اخر جزء من الغد فقد نوى محتمل لفظه فيصدق بخلاف قوله غدا الآن الفعل اتصل به بغير واسطة فاقتضى استيعابه بان تكون موصوفة بالطالقية فى جميع الغد وذا انما يكون بوقوع الطلاق فى اول النهار كما لو اذا نذر ان يصوم فى رجب يكفيه صوم يوم فيه ولو نذر ان يصوم رجب وجب صوم كله۔

اور ظرف کبھی تو بجمیع اجزاء مظروف سے بھر جاتا ہے اور کبھی خالی رہا کرتا ہے پس جس صورت مین دن کا اخیر حصہ مراد لیا تو ایسے چیز کا ارادہ کیا جسکا لفظ محتمل تھا سو اسلئے اسکی تصدیق کیجائیگی بخلاف اوس صورت کے کہ کہے کل کو تجھپر طلاق ہے اسلیے کہ یہان بلا واسطہ فعل طلاق اوسکے ساتھ متصل ہوا اور یہ اسبات کا مقتضی ہے کہ بالاستیعاب فعل طلاق اوسمین پایا جائے اور دن بھر وہ عورت مطلقہ ہونے کے ساتھ موصوف رہے اور یہ شروع دن مین طلاق واقع ہونے سے ہی ہوسکتا ہے جیسے کوئی شخص رجب کے مہینے مین روزہ رکھنے کی نذر کرے تو ایک روزہ رجب مین رکھنا کافی ہوگا اور اگر رجب کے روزہ رکھنے کی نذر کرے تو تمام مہینہ روزے رکھنے پڑینگے۔

(١٦٣) او اليوم اى لو قال انت طالق اليوم وغدا وقعت واحدة اتفاقا لان المتصفة بالطلاق فى اليوم تصير متصفة به فى الغد ايضا فلا حاجة الى ايقاع طلقة اخرى۔

(١٦٣) اگر کہا آج اور کل تیرے اوپر طلاق ہے تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ جب آج کے دن متصف بالطلاق ہوگی تو کل کے دن بھی متصف بالطلاق ہوگی اور دوسری طلاق کے واقع کرنے کی حاجت نہوگی۔

❖ ❖ ❖ ❖

(١٦٤) او غدا او اليوم اى لو قدم الغد على اليوم وقعتا ثنتين۔

(١٦٤) اگر یہ کہا کہ کل اور آج تجھپر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک دو طلاقین واقع ہونگی۔

(١٦٥) وقال زفر يقع واحدة لان الايقاع واحد والظرف الثانى محمول على الاول لانه للجمع لا للترتيب كما فى المسئلة الاولى۔

(١٦٥) امام زفر رح فرماتے ہین ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ ایقاع ایک ہی ہے اور دوسرا ظرف پہلے پر محمول ہے اسواسطے کہ وہ جمع کے لیے ہے نہ ترتیب کے لیے جیسے پہلی صورت مین ہے۔

(١٦٦) ولنا انها اذا طلقت فى غد لا يصير طالقا فى اليوم فينبغى

(١٦٦) ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوسپر کل کے دن طلاق واقع ہوگی تو آج وہ مطلقہ نہین ہوسکتی جبتک کہ دوسری

يقع طلقة اخرى في اليوم تحقيقا لمعنى العطف بخلاف ما سبق لانها اذا طلقت في اليوم يكون طالقا في الغد بهذا الطلاق فلا حاجة الى طلقة اخرى

طلاق نہ واقع ہو اسلیے عطف کے معنے کا اعتبار کرکے دوسری بھی طلاق واقع ہوگی بخلاف صورت اولی کے اسواسطے کہ جب آج اوسپر طلاق واقع ہوگئی تو کل کے دن مین بھی اسی طلاق سے اوسکو صفت طلاق ثابت ہوگی اور دوسری طلاق کی حاجت نہین ہے۔

(١٦٧) اعلم ان الخلاف فيما اذا وجد العطف واما اذا لم يوجد يقع واحدة اتفاقا لانه اذا قال انت طالق غدا اليوم يكون اليوم صفة لغد وهو لا يصلح ان يكون صفة له فيلغو لو قال انت طالق اليوم اذا جاء غد لا يقع قبل غد لانه تعليق وذكر اليوم يكون لبيان وقت التعليق۔

(١٦٧) جاننا چاہیے کہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ جب عطف پایا جائے اور اگر عطف نہین پایا جاتا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اسلیے کہ اگر یون کہا تجھپر طلاق ہے کل جو آج کا روز ہے تو آج کا روز کل کی صفت ہوگا اور وہ چونکہ اوسکی صفت نہین ہوسکتا اسلیے لغو ہوگا اور اگر کہا تجھپر طلاق ہے آج کے دن جب کل کا دن آوے تو کل کے دن سے پہلے نہ واقع ہوگی اسلیے کہ یہ تعلیق ہے اور آج کا دن تعلیق کا وقت بیان کرنے کے لیے ہے۔

(١٦٨) او كل يوم اي لو قال انت طالق كل يوم ولا نية له بالثلث وقعنا واحدة لا ثلثا في ثلاثة ايام۔

(١٦٨) اگر کہا ہر روز تجھپر طلاق ہے اور تین کی نیت نہین کی تو ہمارے نزدیک تین طلاق نہ واقع ہونگی بلکہ ایک واقع ہوگی۔

(١٦٩) اي قال زفر يقع ثلث في ثلثة ايام قيد بقوله ولا نية لانه لو نوى الثلث صحت ويقع كل يوم واحدة اتفاقا۔

(١٦٩) امام زفر رح فرماتے ہین تین روز مین تین طلاقین واقع ہونگی اور تین کی نیت نہونے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر تین کی نیت کی ہو تو بالاتفاق نیت صحیح ہوگی اور تین دن مین تین طلاق واقع ہونگی۔

(١٧٠) له ان كلمة كل للعموم والتكرار فيتكرر الطلاق بتكرر اليوم كما لو قال انت طالق في كل يوم ولنا

(١٧٠) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ ہر دن کا لفظ عموم اور تکرار کے لیے ہے پس دن کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہوگی جیسے کہے ہر دن مین تجھپر طلاق ہے اور ہماری

انه جعل الايام كلها ظرفا
واحدا فلم يقتض الا مظروفا
واحدا ولهذا قالوا لو حلف لا يكلم
كل يوم من رجب زيدا وكلمه
يوما منه حنث ولو قال في كل
يوم لا يحنث حتى يكلمه في كل يوم
منه بخلاف قوله طالق في كل يوم
لان في حرف جر موضوع لاتصال
معنى الفعل الى ما بعده فيكون
ظرفا للايقاع او الوقوع فيتكرر
بتكرر اليوم لان الفعل في اليوم
الاول ليس نفس الفعل في
الثاني -

١٠٧١، او امس اي لو قال انت
طالق امس وقد تزوج اليوم
لم تطلق لانه اضاف الطلاق
الى وقت لم يكن مالكا فيه فلغا
كما اذا قال انت طالق قبل ان
اخلق بخلاف ما لو قال لعبده
انت حر امس وقد اشتراه اليوم
حيث يعتق عليه لاقراره له
بالحرية قبل ملكه وهي ينافي
ان يملكه وكونها مطلقة امس لا ينافي
ملكها اليوم بالنكاح وانما لم يجعل
قوله انت طالق انشاء في الحال

یہ دلیل ہے کہ اوس نے تمام دونکو ایک ظرف قرار دیا ہے
پس اوسکے لیے مظروف بھی ایک ہی ہونا چاہیے و لہذا
اگر کوئی شخص حلف کرے رجب کے ہر دن مین زید سے
کلام نہ کرونگا اور ایک دن رجب مین اوس سے کلام
کرے تو حانث ہوجائیگا اور اگر یہ حلف کرے کہ رجب کے
ہر روز مین زید سے مین کلام نہ کرونگا تو جبتک ہر روز
اوس سے کلام نہ کیا کرے حانث نہو گا بخلاف اس
صورت کے کہ ہر دن مین تجھپر طلاق ہے اسلیے کہ یہان
جو لفظ ظرفیت پر دلالت کرتا ہے وہ فعل کے معنی کو
مظروف کے ساتھ متصل کردیتا ہے پس اسوقت مین وہ ظرف
ہوگا وقوع کی لیے یا ایقاع کے لیے اور دن کے مکرر ہونیسے وہ
وقوع یا ایقاع بھی مکرر ہوگا کیونکہ اول دن مین جو فعل واقع ہے
وہ بعینہ وہ فعل نہین ہے جو دوسرے دن مین واقع ہے -

١٠٧١ اگر ایک عورت سے آج نکاح کیا اور اُس سے کہا
کل (یعنی کل گذشتہ مین تجھپر طلاق ہے تو طلاق نہ واقع
ہوگی اسلیے کہ ایسے وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی ہے
کہ جسوقت مین وہ اوسکا مالک نہین ہے پس لغو ہوگا
جیسے اگر کوئی کہے میرے پیدا ہونیسے پہلے تجھپر طلاق
ہے بخلاف اوس صورت کے کہ ایک غلام کو آج خریدا
اور اوس سے کہے تو کل سے آزاد ہے اسواسطے کہ
یہان آزاد ہوجائیگا اسلیے کہ قبل مالک ہونیکے
اوسکے آزاد ہونیکا اقرار کرتا ہے اور وہ مالک ہونیکے منافی
ہے اور عورت کا کل کے دن مطلقہ ہونا آج کے دن مین
منکوحہ ہونیکے منافی نہین ہے اور یہان پر انت طالق کو
فی الحال ایقاع طلاق کیلیے انشا نہ گردانا جائیگا

لانه انما يجعل انشاء اذا تعذر جعله خبرًا لما مر تقريرة -

اسلئے کہ جہان اوسکا خبر گردانا نا ممکن ہوتا ہے وہان انشا گردانا جاتا ہے چنانچہ اوسکی تقریر گذر چکی -

(۱۷۲) ولو كان تزوجها من قبل اى قبل الامس طلقت الان اى في الحال لانه لما قصد الايقاع في الماضي وهو ليس في وسعه ثبت به ما في وسعه وهو الايقاع في الحال

(۱۷۲) اور اگر کل سے پہلے اوس سے نکاح کیا تھا تو فے الحال اوسپر طلاق واقع ہو گی اسلیے کہ جب اوس نے زمانہ ماضی مین طلاق واقع کرنیکا قصد کیا اور وہ اوسکی قدرت مین نہین ہے تو جو اوسکی وسع مین ہے وہی ثابت ہو گا یعنے اوسوقت طلاق واقع ہو گی -

(۱۷۳) او الى شهر اى لو قال انت طالق الى شهر يوقعه ابو يوسف الطلاق في الحال وقالا تطلق عند انتهاء الشهر -

(۱۷۳) اگر کہا انت طالق الى شهر یعنے ایک مہینہ تک تجھپر طلاق ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک فے الحال طلاق واقع ہو جائیگی و امام صاحب اور محمد رح کے نزدیک مہینہ کے تمام ہونیسے طلاق واقع ہو گی -

(۱۷۴) هذا اذا لم يكن له نية فان نوى التنجيز يقع في الحال اتفاقا

(۱۷۴) یہ اختلاف جب ہے کہ اُسنے اسوقت واقع کرنیکی نیت نہ کی ہو اور اگر اوسیوقت طلاق واقع کرنیکی نیت کی ہے تو بالاتفاق فی الحال

(۱۷۵) له ان كلمة الى للتاجيل والطلاق لا يحتمله فيبطل التاجيل فتطلق في الحال ولهما ان الايقاع يحتمل التاجيل وان كان الواقع لا يحتمله فيجعل تاجيلا للايقاع كالتعليق

(۱۷۵) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ الی شہر مین الی کا لفظ تاجیل کے لیے ہے اور طلاق مین احتمال تاجیل کا نہین ہے پس تاجیل باطل ہو گی اور فی الحال اوسپر طلاق ہو جائیگی امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ایقاع طلاق محتمل تاجیل ہے اگرچہ طلاق تاجیل کی محتمل نہین ہے -

(۱۷۶) ولو قال ان لم اطلقك فانت طالق طلقت في اخر اجزاء حيوته لان الشرط وهو عدم التطليق انما يتحقق بالياس عن الحيوة فان لم يدخل بها فلا ميراث

(۱۷۶) اگر اپنی بیوی سے کہا مین تجھکو طلاق نہ دون تو تجھپر طلاق ہے تو خاوند کے زندگی کے اخیر جزء مین اوسپر طلاق واقع ہو گی اسلیے کہ شرط طلاق یعنے طلاق کا نہ دینا جب ہی متحقق ہو گا کہ جب زندگی سے نا امیدی ہو جاوے پس اگر دخول نہ کیا ہے تو اوس کو ورثہ نہ ملے گا

لانه فار وامرأة الفار امَا ترث منه اذا كانت في العدة وغير المدخول بها لا عدة لها وكذا لو ماتت طلقت قبل موتها لانها اذا بقيت من حيوتها مالا يسع فيه صيغة التطليق تحقق عدم التطليق مع بقاء المحل۔

کیونکہ وہ فار ہے اور فار کی بیوی کو جب ہی ورثہ ہیونچتا ہے جبکہ عدت میں ہو اور غیر مدخولہ کے لیے عدت نہیں ہے اسیطرح اگر بیوی مرگئی تو مرنے سے پہلے اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ جب اوسکی زندگی کا ایک ایسا جزء باقی رہگیا جس میں صیغہ طلاق کو نہیں بول سکتے تو طلاق کا نہ دینا باوجود بقاء محل طلاق کے پایا گیا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(١٧٧) او متى لم اطلقك اى اذا قال انت طالق متى لم اطلقك طلقت حين سكت لانه اضاف الطلاق الى وقت خال عن التطليق لان متى من ظروف الزمان فاذا سكت وجد الشرط۔

(١٧٧) اگر خاوند نے کہا انت طالق متى لم اطلقك یعنی جسوقت میں تجھے طلاق نہ دوں اوسیوقت تجھپر طلاق ہے تو خاوند کے سکوت کرتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی اسلیے کہ اوس نے ایسے وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی ہے جو طلاق سے خالی ہو اسواسطے کہ متى کا لفظ ظروف زمان سے ہے اور اوسکے سکوت کرنیسے شرط یعنے ایسا وقت جس میں طلاق نہ پائی جائے پایا گیا۔

(١٧٨) واذا مثل ان في الحكم عند ابي حنيفة حتى لو قال انت طالق اذا لم اطلقك تطلق في اخر جزء حيوته۔

(١٧٨) امام صاحب رح کے نزدیک حکم کے اندر (اذا) کا حال وہی ہے جو (ان) کا حال ہے پس اگر کہا اَنتِ طالقٌ اِذا لَم اطلقک تو زندگی کے اخیر وقت میں طلاق واقع ہو گی جسطرح اِن لم اطلقک کی صورت میں۔

(١٧٩) وقالا مثل متى فتطلق حين سكت هذا اذا لم يكن له نية وان نوى منه معنى الشرط يكون كان وان نوى معنى الوقت يكون كمتى اتفاقا۔

(١٧٩) صاحبین رح فرماتے ہیں اذا کا حال (متى) کا سا حال ہے اور سکوت کرنیسے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ اختلاف (اذا) کے اندر اوسوقت ہے کہ اوسکی نیت نہ کی ہو اور اگر شرط کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اوسکا حال (ان) کا سا ہے اور اگر وقت کے معنی کی نیت کی ہے تو بالاتفاق اوسکا حال (متى) کا سا ہے۔

(١٨٠) لهما ان اذا للوقت في الاصل كما قال الله تعالى والليل اذا يغشى ولهذا لو قال انت طالق اذا شئت

(١٨٠) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اصل معنی کے اعتبار سے اذا وقت کے لیے آتا ہے کقوله تعالے وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى یعنی قسم ہے رات کی جسوقت ڈھانک لیوے اسیواسطے اگر کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا شِئْتِ یعنے جسوقت

لا يخرج الامر من يدها اذا قامت من مجلسها كقوله متى شئت وله ان اذا يستعمل للشرط ايضا فاذا اريد به الوقت يقع الطلاق وان اريد به الشرط لا يقع فلا يقع بالشك وفي مسئلة المشية لما صار الامر بيدها لم تخرج بالشك۔

(١٨١) فان قلت اذا تردد الامر كان الاحتياط في الوقوع تغليبا لجانب الحرمة قلنا يرجح جانب الحل بالاصالة لانها كانت في عصمته بيقين فلا تطلق بالاحتمال۔

(١٨٢) (و) متى لم اطلقك اي لو قال لامرأته متى لم اطلقك واحدة فانت طالق ثلاثا ووصل بيمينه انت طالق او فتناهد لا اي المطلقة الواحدة لا الثلث اي قال زفر تقع الثلث لانه وجد زمانا خاليا عن التطليق وهو زمان قوله انت طالق قبل ان يتكلم بالقاف۔

(١٨٣) ولنا وهو الاستحسان ان زمان البر مستثنى عن اليمين بدلالة حال الحالف لان البر انما يتصور اذا وجد زمان يمكن ايقاع الطلاق فيه فصار كما لو صرح

تو چاہیے اسیوقت بجہہ طلاق ہو اور مجلس سے اگر عورت کھڑی ہوجائے تب بھی اسکو اختیار بدستور رہیگا جس طرح متی شئت میں رہتا ہے اور امام صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ اذا شرط کے لیے بھی آتا ہے پس اگر اس سے وقت مراد لیا جائے تو طلاق سکوت کرنیسے واقع ہوجائیگی اور شرط مراد لی جائے تو نہ واقع ہوگی لہذا طلاق بوجہ شک واقع نہ ہوگی اسلیے سکوت کرنیسے طلاق بوجہ شک کے نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ مشیت کے کہ وہاں چونکہ عورت کو اختیار حاصل ہوگیا ہے تو اب [illegible]

(١٨١) اگر کہو کہ جب طلاق کے وقوع اور عدم وقوع میں شک ہے تو طلاق کے واقع کرنے میں احتیاط زیادہ ہے اسلیے کہ جانب حرمت کو غلبہ ہوتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہاں جانب حلت کو بوجہ اوسکی اصل ہونیکی ترجیح ہوگی اسلیے کہ شادہ ندکی حفاظت میں تو اوسکا ہونا یقینا ہے پس صرف احتمال وقوع طلاق سے اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی۔

(١٨٢) اگر یہ کہا متی لم اطلقک واحدة فانت طالق ثلاثا یعنی جبھی تجھکو ایک طلاق نہ دوں اسیوقت تجھپر تین طلاق اور پھر ساتھ ہی اوسکے کہا انت طالق یعنی تجھپر طلاق ہے تو اب اسمیں [illegible] ایک طلاق واقع ہوگی اور امام زفر رح فرماتے ہیں تین واقع ہونگی اسلیے [illegible] جسوقت اوسنے انت طالق کہا ہے اور ابھی قاف کے ساتھ تلفظ نہیں کیا۔

(١٨٣) ہماری دلیل یہ ہے [illegible] استحسان ہے طلاق مستثنی ہے اور حالف کا حال اوسپر قرینہ ہے اسلیے کہ طلاق جبھی دیسکتا ہے جب اتنا زمانہ جس میں کہ طلاق دیسکے پایا جائے تو ایسا ہوا کہ گویا اوسکی تصریح کردی اسلیے کہ جو ثابت

بذلك لان الثابت بالدلالة كالثابت بالتصريح-

بالدلالة ہے ایسا ہی ہے جیسے ثابت بالتصریح-

* * * * * * * *

۱۸۴۔ او قبل قدوم فلان ای لو قال انت طالق قبل قدوم فلان بشهر فقدم بعد شهر اوقعناه ای الطلاق مقتصرا علی حال القدوم مقارنا له لا مستندا-

۱۸۴۔ اگر یہ کہا فلان شخص کے آنیسے ایک ماہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ کے بعد آیا تو ہمارے نزدیک اوسکے آنیکے وقت طلاق واقع ہوگی۔

* * * * * *

* * * * * *

۱۸۵۔ ای قال زفر یقع مستندا الی اول الشهر لان القدوم معرف للوقت المضاف الیه الطلاق لانه اوقع الطلاق فی شهر قبل القدوم فوجب ان یقع من اول الشهر کما اذا قال انت طالق قبل رمضان بشهر فانه یقع من اول شعبان اتفاقا-

۱۸۵۔ امام زفر رح فرماتے ہیں اوس کے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اسلیے کہ آنیسے وہ وقت جس کی طرف طلاق کی نسبت ہے متعین ہوگیا کیونکہ اوس نے آنیسے ایک مہینہ پہلے طلاق کو واقع کیا ہے پس ابتدا اوس مہینہ سے طلاق واقع ہوگی جیسے کہے تجھپر رمضان سے ایک ماہ پہلے طلاق ہے تو شروع شعبان سے اوسپر بالاتفاق طلاق واقع ہوگی۔

* * * * * * * *

۱۸۶۔ و لنا ان القدوم بمعنی الشرط لکونه علی خطر الوجود فالحق به فلا یتقدمه الجزاء بخلاف رمضان لانه کائن لا محالة فیکون معرفا لا شرطا فیقع مستندا-

۱۸۶۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ آنا ایک محتمل چیز ہے اسلیے وہ شرط کے معنی میں ہے تو اوسکو شرط کے ساتھ ملحق سمجھا جائیگا اور جزا شرط پر مقدم نہیں ہوا کرتی اسپر بھی مقدم نہوگی بخلاف رمضان کے وہ تو ضرور آنیوالا ہے پس وہ شرط نہوگا بلکہ اوس وقت کا متعین کرنیوالا ہوگا جسکی طرف طلاق کی نسبت کی ہے پس وہ معین طلاق اوسیوقت کے اندر جسکی طرف

۱۸۷۔ او قبل ای لو قال انت طالق قبل موت فلان بشهر فمات فلان لتمامه ای وقت تمام شهر فهو مستند ای الطلاق واقع عند ابی حنیفة من اول الشهر وقالا

۱۸۷۔ اگر کہا فلان شخص کے مرنیسے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہے اور وہ شخص ایک مہینہ پورا ہونیکے بعد مرگیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اوس مہینہ کی شروع کی طرف مستند ہوجائیگی اور اوسیوقت سے طلاق کا حکم ثابت ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک

مقتصرا ای واقع حال الموت

اوسکے مرتے ہی واقع ہوگی

(۱۸۸) قید بقوله لتمامه لان فلانا لو مات قبل تمام الشهر لا تطلق اتفاقا لعدم شهر قبل الموت۔

(۱۸۸) یہ قید کہ ایک مہینہ پورا ہوجانیکی بعد وہ شخص مرجائی اسلیے لگائی ہے کہ اگر ایک مہینہ سے قبل مرگیا تو بالاتفاق ایک مہینہ پہلے سے طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ مرنیسے پہلے ایک مہینہ پایا ہی نہین گیا۔

(۱۸۹) لهما ان الشرط شهر قبل الموت ومتصل به وقبليته لا يثبت الا بالموت فصار كالقدوم وله ان الجزاء لا يقتصر على المعرف ويقتصر على الشرط والموت هنا ليس بشرط لان الشرط ما يكون وجوده محتملا والموت كائن لا محالة فيكون الموت معرفا للوقت المضاف اليه الطلاق فيقع في اول الوقت المضاف اليه كما في قوله انت طالق قبل رمضان بشهر۔

(۱۸۹) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ وقوع طلاق کی شرط موت سے پہلے کا ایک مہینہ ہی جو موت کے ساتھ متصل ہی اور اوسکی قبلیت موت سے ہی معلوم ہو سکتی ہی پس اوسکا حال آنیکا سا ہی۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ جزاء شرط پر تو مقصور ہوتے ہی مگر معرف پر مقصور نہین ہوتی اور موت یہان پر شرط نہین ہی اسلیے کہ شرط کا وجود محتمل ہوا کرتا ہی اور موت ایسی چیز ہی کہ خواہ مخواہ ہونے والی ہی پس موت شرط نہوگی بلکہ معرف ہوگی جسکے سبب سے وہ وقت جو طلاق کا مضاف الیہ ہی متعین ہوجائیگا اور اوس وقت کے شروع مین طلاق واقع ہوجائیگی جیسے اس قول مین کہ رمضان سے ایک مہینہ پہلے تجہپر طلاق ہی۔

(۱۹۰) وفائدة الخلاف في الاقتصار والاستناد تظهر في مسائل منها ان العدة يعتبر عنده من اول الشهر وعندهما من الحال۔

(۱۹۰) استناد طلاق اور اقتصار طلاق کا فایدہ کئی صورتون مین ظاہر ہوگا از انجملہ یہ ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس مہینہ کی شروع سے عدت معتبر ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسیوقت سے۔

(۱۹۱) وفي الجامع الكبير لقاضي خان الاصح ان العدة من حال الموت اتفاقا وعليه الفتوى۔

(۱۹۱) قاضی خان نے جامع کبیر مین بیان کیا ہے اصح قول یہ ہی کہ مرنیکے وقت سے بالاتفاق عدت معتبر ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہی۔

(۱۹۲) ومنها انه لو وطئها في الشهر يصير مراجعا عنده خلافا لهما۔

(۱۹۲) از انجملہ یہ ہی کہ اگر اوس مہینے مین صحبت کی تو امام صاحب رح کے نزدیک رجوع سمجھا جائے گا بخلاف صاحبین رح کے

(١٩٣) ومنها ان الطلاق اذا كان ثلثا وقد وطئها في الشهر غرم العقر عنده خلافا لهما۔

(١٩٣) ازانجملہ یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دی ہیں اور اوس مہینہ میں اوس سے صحبت کر لی ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک عقر یعنی صحبت کی اجرت دینی پڑیگی بخلاف صاحبین رح کے۔

(١٩٤) او قبل موتي اي لو قال انت طالق قبل موتي بشهر او موتك اي لو قال قبل موتك فمات لتمام الشهر فهو مستند عند ابي حنيفة ولا ارث۔

(١٩٤) اگر کہا میرے مرنے سے ایک مہینہ پہلے تجھپر طلاق ہے یا تیرے مرنے سے ایک مہینہ پہلے تو امام صاحب رح کے نزدیک شروع مہینہ کی طرف وہ طلاق مستند ہوگی اور اوسکو ورثہ نہیں ملیگا۔

* * * * * *

(١٩٥) والغياه اي قالا لا يقع الطلاق فلها الارث۔

(١٩٥) صاحبین رح کے نزدیک اوسکا قول لغو ہوگا اور طلاق واقع نہوگی اور اوسکو ورثہ ملیگا۔

(١٩٦) اقول قوله ولا ارث لا يصح معطوفا على قوله مستند اذ لا معنى لقوله فهو لا ارث لها بل هو معطوف على الجملة الاسمية تقديره فلا ارث لها۔

(١٩٦) میں کہتا ہوں مصنف رح کا یہ قول (وَلَا اَرث) قول (مُستَنَد) پر معطوف نہیں ہے اسلیے کہ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ طلاق کے لیے ورثہ نہیں ہے اور یہ کچھ بات نہیں بلکہ پورے جملہ اسمیہ پر اوسکا عطف ہے اور اصل اوسکی یہ ہے (فَلَا اَرثَ لَہَا)۔

(١٩٧) وههنا مسئلتان احدهما قوله فهو مستند اردف قولهما لكونه غير معروف منه والاخرى لا ارث لها ولم يردف قولهما لكونه في طرف الاثبات منه انظر كيف اورد الجملة الثانية دالة على قول ابي حنيفة وقد جعلها في الديباجة من اوضاع الوفاق

(١٩٧) یہاں پر دو مسئلہ ہیں ایک تو یہ کہ طلاق مستند ہوگی اوسکے بعد تو صاحبین رح کا قول ذکر کر دیا اسواسطے کہ امام صاحب رح کے قول سے وہ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ عورت کو ورثہ نملیگا اوسکے بعد صاحبین رح کا قول کہ اوسکو ورثہ ملیگا نہیں ذکر کیا اسلیے کہ بسبب طرف نفی میں واقع ہونیکے اونکے مذہب کو کر دینے سے وہ سمجھ میں آجاتا ہے مگر دیکھو کہ یہاں پر مصنف علیہ الرحمہ نے جملہ نافیہ کو امام صاحب رح کے مذہب کے بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے حالانکہ دیباچہ میں بیان کر چکا ہے کہ جملہ نافیہ ائمہ کا اتفاق بیان کرنیکے لیے ہے۔

* * * * *

(١٩٨) النافية تأمونه بتمام الشهر

(١٩٨) یہ قید کہ ایک مہینہ پورا کرنیکے بعد وہ مرے ہم نے

لانه لو مات قبل تمامه لا يقع الطلاق ولها الميراث اتفاقا كذا في المصفى۔

اسلیے لگائی ہے کہ اگر اوس سے قبل مرگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اور بالاتفاق اوسکو ورثہ ملیگا۔ کذا فی المصفے۔

* * * * * * *

١٩٩، وهذا الخلاف مبني على ما سبق من ان الموت معرف للزمان عنده فيقع الطلاق قبله فعليها العدة بالحيض فلا ترث منه ان كان صحيحا في ذلك الوقت وعندهما كالشرط فيبطل تعليق الطلاق به كما لو قال ان مت فانت طالق وعليها عدة الوفاة۔

١٩٩، اصل اختلاف مذکورہ بالا کا منشا وہی ہے جو ہم بیان کرچکے کہ امام صاحب رح کے نزدیک موت زمانہ وقوع طلاق کی معرف ہے اور اوسکے پہلے طلاق واقع ہوجائیگی اور عدت طلاق حیض کے اعتبار سے واجب ہوگی اور اگر خاوند اوسوقت میں صحیح تھا تو اوسکا ورثہ عورت کو نہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک موت شرط کی مانند ہے اور طلاق کا معلق کرنا اوسکے اوپر باطل ہوگا جیسے کوئی کہے اگر میں مرجاؤں تو تجھپر طلاق ہے۔ پس اوسپر عدت وفات واجب ہوگی اور طلاق نہ واقع ہوگی۔

٢٠٠، او اخرهما ملكه او تزوجها حر وطالق فيه لف ونشر يعني اخر عبد املكه حر واخر امرأة اتزوجها طالق فملك عبدا ثم عبدا او تزوج امرأة ثم امرأة ثم مات فالجزاء واقع على اخرهما مستندا الى وقت الملك والتزوج عند ابي حنيفة وقالا يقع مقتصرا على الموت

٢٠٠، اگر یہ کہا جس غلام کا میں اخیر میں مالک ہوں وہ آزاد ہے یا جس عورت سے میں اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور اول ایک غلام کا مالک ہوا اور پھر اور ایک غلام کا مالک ہوا یا اول ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا بعد ازاں مرگیا پس طلاق یا عتاق دونوں سے اخیر کی اوپر واقع ہوگا امام صاحب رح کے نزدیک تو اوسیوقت کی طرف دونوں کا استناد ہوگا جس وقت وہ مالک ہوا ہے یا نکاح کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک طلاق و عتاق بوقت موت منحصر ہوگی۔

٢٠١، وفي النهاية لو قال اخر امرأة اتزوجها فهي طالق فتزوج امرأة ثم اخرى ثم طلق الاولى وتزوجها ثم مات لم تطلق وطلقت التي تزوجها مرة لان التي اعاد عليها التزوج انصرفت بكونها اولا

٢٠١، ہدایہ میں مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے اخیر میں نکاح کروں اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور پہلی کو طلاق دیدی اور پھر اوس سے نکاح کرلیا اور مرگیا تو اس عورت کو طلاق نہو گی بلکہ اوسکو طلاق ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اسلیے کہ جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ اول ہونیکے سبب سے منصرف

ولا تتصف بكونها اخرا۔

اب آخر ہونیکے ساتھ متصف نہوگی۔

(۲۰۲) وفائدة الخلاف تظهر في مسائل منها ان العتق عنده يعتبر من جميع المال ان كان صحيحا عند الشراء ومن الثلث ان كان مريضا وعندهما من الثلث مطلقا ومنها ان العبد يرث من قريبه الذي مات بعد الملك عنده ولا يرث عندهما ومنها ان الاخيرة طلقت من حين تزوجها فلا عدة عليها وان دخل بها ولا ميراث لها وعندهما عليها العدة وان لم يدخل بها وترث المرأة لكونه فارا الا ان تحقق الشرط في المرض بمنزلة الايقاع فيه۔

(۲۰۲) اس اختلاف کا اثر کئی مسئلون مین ظاہر ہوگا از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اگر غلام کے خریدنے کے وقت وہ صحیح سالم تھا تو کل مال سے اوسکے آزاد ہونیکا اعتبار کیا جائیگا اور اگر مریض تھا تو ثلث مال سے اور صاحبین رح کے نزدیک بہرصورت ثلث مال سے آزاد ہوگا از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اوس غلام کے مملوک ہوجانیکے بعد اگر کوئی اوسکا قریب مرگیا ہی تو وہ غلام اوسکا وارث ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک وارث نہوگا اور از انجملہ یہ ہی کہ امام صاحب رح کے نزدیک اخیرہ سے نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور عدت واجب نہوگی اگرچہ اوس سے دخول کرے اور وہ ترکہ ہی اوسکو نہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اوسپر عدت واجب ہوگی اگرچہ اوس سے دخول نہ کیا ہو۔ وہ وارث ہوجائیگی اسلیے کہ وہ فار سمجھا جائیگا کیونکہ مرض کے اندر شرط طلاق یا اعتاق کا پایا جانا

(۲۰۳) لهما ان الموت كالشرط لان اخرية العبد او المرأة انما يتحقق بالموت اذ قبله كان يمكن ان يملك عبدا اخر او يتزوج امرأة اخرى فيقع الطلاق مقتصرا على الموت كما لو قال ان لم اشتر عليك عبدا فانت حر ثم مات فانه يعتق مقتصرا وله انه علق العتق او الطلاق بفعل موصوف وهو تملك اخر عبد او تزوج اخر امرأة وقد تحقق هذا الفعل من وقت الملك والزوج

(۲۰۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر موت شرط کے مانند ہی اسواسطے کہ غلام یا بیوی کا آخر ہونا موت سے ہی متحقق ہوگا اسواسطے کہ قبل مرنیکے ہر وقت ممکن ہی کہ دوسرا غلام کو خریدلے یا اور عورت سے نکاح کرلے پس طلاق اور عتاق موت پر مقصور رہونگی جسطرح اگر یہ کہی کہ مین تیرے اوپر کوئی غلام نہ خریدون تو تو آزاد ہی اور پھر وہ مرجائے تو اوسکا عتق موت پر مقصور ہوتا ہی۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی اوسنے طلاق اور عتق کو ایک فعل موصوف کے ساتھ معلق کیا ہے یعنے اخیر غلام کا مالک ہونا اور اخیر عورت سے نکاح کرنا اور یہ فعل اخیر مالک ہونے اور اخیر نکاح کرنیکے وقت سے پایا جاتا ہی اور موت سے صرف اوسکا تعین ہوجاتا ہے

اخر والموت معروف له لاشرطه فیقع من ذلك الوقت۔

کچھ موت شرط نہین ہویس اوسیوقت سے طلاق اور عتاق ثابت ہونگی۔

(۲۰۴) اواطولکما ای لو قال لامرأتیه اطولکما عمرا طالق الآن ای فی هذه الساعة اوقعناه علی الباقیة حال موت الاخری لا مستندا یعنی احدٰیهما انما تطلق اذا ماتت الاخری اتفاقا لان المراد منه طول الحیوة فی المستقبل لا فی الماضی حتی اذا کانت احدٰیهما بنت خمس عشر سنین و الاخری بنت خمس وستین لا یطلق العجوز لکن طلاقها یقع مقتصرا علی موت صاحبتها عندنا و مستندا عند زفر۔

(۲۰۴) اگر اپنی دو بیویون سے کہا تم دونون مین سے جس کی زیادہ عمر ہوگی اوسپر اسیوقت طلاق ہے ہمارے نزدیک ایک بیوی کے مرنے سے دوسری بیوی کو طلاق ہو جائیگی یعنے یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے کہ ایک کے مرنیسے دوسری کو طلاق ہوگی اسلیے کہ زمانہ آئندہ مین زیادہ زندہ رہنا مراد ہے نہ زمانہ ماضی مین حتے کہ اگر ایک کی عمر پندرہ سال اور ایک کی پینسٹھ سال کی ہے تو بڑھیا پر یہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہو جائیگی مگر یہ اختلاف ہے کہ ہمارے نزدیک اوسکی طلاق وقت موت پر ہی مقصور رہیگی اور امام زفر رح کے نزدیک جس وقت خاوند نے یہ بات کہی ہے اوسیوقت کی طرف مستند ہوگی۔

(۲۰۵) له ان الباقیة عرفت انها اطول عمرا وقت الکلام فیقع الطلاق من ذلك الوقت ولنا ان الموت فی معنی الشرط فمعناه ان مات احدکما فالاخری طالق فیقتصر علیه۔

(۲۰۵) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جو باقی رہی ہے دوسری کے مرنیسے کلام کے وقت اوسکا عمر مین دراز ہونا معلوم ہوگیا بس اوسیوقت سے طلاق واقع ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ موت شرط کے معنی مین ہی اور فی الحقیقت اوسکے کلام کے یہ معنی ہین کہ اگر تم مین سے ایک مر جائے تو دوسرے پر طلاق الیس تو پر طلاق مقصور ہوگی۔

(۲۰۶) ولو شهد واحد بواحدة واخر بثنتین یعنی اذا ادعت علی زوجها انه طلقها فاقامت شاهدین شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقتین فالقاضی لا یحکم

(۲۰۶) اگر عورت نے خاوند پر دعوی کیا کہ اسنے مجھی طلاق دی ہے اور دو گواہ اثبات پر قائم کیے مگر ایک گواہ کہتا ہے ایک طلاق دی ہے اور دوسرا دو طلاق دینے کی گواہی دیتا ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اس صورت مین قاضی کچھ حکم نہ دیگا۔

لشئ عند ابي حنيفة۔

٢٠٧، وقالا بواحدة اى يقضى بطلقة

(٢٠٧) صاحبین رح فرماتے ہین صورت مذکورہ مین قاضی ایک طلاق کا حکم دیدیگا۔

٢٠٨، قيد بلفظ الثنتين لانه لوشهد احدهما انه طلقها واحدة وواحدة والاخر شهد انه طلقها واحدة يقبل في الواحدة اتفاقا من الحقائق

(٢٠٨) دو طلاق کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر بالفرض ایک گواہ کہتے کہ ایک طلاق دی ہے اور دوسرا کہے ایک اور ایک دی ہے تو بالاتفاق ایک طلاق مین اونکی گواہی مقبول سمجھی جائیگی۔

٢٠٩، لهما انهما اتفقا على وقوع طلقة فيقبل شهادتهما فيه كما اذا شهد احدهما بطلقة والاخر بطلقة ونصف وله ان موافقة الشاهدين فيما شهد ابه لفظا ومعنى شرط جواز القضاء حتى اذا شهد احدهما بانه قال لها انت برية وشهد الاخرانه قال انت خلية لايقضى لبشئ والطلقتان غير طلقة لفظا ومعنى بخلاف ما استشهد ابه لانهما اتفقا على لفظ طلقة وذكر نصف طلقة كذكر كله فيكون للتاكيد فيتفقان لفظا ومعنى۔

(٢٠٩) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک طلاق کے واقع ہونے پر دونون گواہ متفق ہین پس ایک کے واقع ہونے مین دونون کی گواہی مقبول ہوجائیگی جیسے ایک گواہ ایک طلاق کی اور دوسرا گواہ ایک طلاق اور نصف طلاق کی گواہی دے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کی گواہی ہو اوس مین گواہون کا لفظاً اور معنیً متفق ہونا حکم دینے کے لیے ضرور ہے حتے کہ اگر ایک کہے خاوند نے (انت برية) کہا اور دوسرا کہے کہ (انت خلية) کہا ہے تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور دو طلاقین تو ایک طلاق کے لفظاً اور معنیً دونون طرح سے غیر ہین بخلاف اوس صورت کے جس سے استشہاد کیا ہے اسلیے کہ ایک طلاق کی لفظ پر تو دونون متفق ہین اور نصف طلاق کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کل کا ذکر کرنا پس وہ تاکید کے لیے ہوگا اور وہ دونون لفظاً اور معنیً ہاین طور متفق ہین

(٢١٠)، وكذا الخلاف في طلقي اى فيما اذا قال لامرأته طلقي نفسك واحدة فطلقت ثلثا فعند ابي حنيفة لايقع شئ وعندهما يقع واحدة

(٢١٠) اگر اپنی بیوی سے کہا اپنی آپ کو تو ایک طلاق دیلے اور اوس نے تین طلاقین دے لین تو امام صاحب رح کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی۔

(٢١١) لهما انها اتت بما ملكته وهي

(٢١١) صاحبین رح کی دلیل تو یہ ہے کہ عورت نے اسے حق میں ...

واحدة وبزيادة فيقع ما ملكته ويلغو الزيادة كما لو طلقها الزوج الفاً يقع ما ملك وهو الثلث ويلغو الزيادة ولهما انها لم تأت بما ملكته لان الزوج ملّكها الواحدة وهي اتت بالثلث فكانت مخالفة مبتدية والثلث اذا لم يثبت لا يثبت ما في ضمنه بخلاف الزوج لانه تصرف بالملك لا بالامر والتفويض۔

ایک طلاق تو وہ دی ہے جسکا خاوند نے اوسکو مالک بنایا تہا اور باقی دو طلاقیں اوس سے زیادہ ہین پس وہ ایک واقع ہوجائیگی اور جو زیادہ ہین وہ لغو ہونگی جیسے اگر خاوند اوسکو ہزار طلاقین دیدے تو اوسیقدر واقع ہونگی جسقدر کا خاوند مالک ہے یعنے تین طلاقین اور باقی لغو جائینگی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ جو اوس سی وقوع مین آیا ہی وہ اوسکی مالک نہ تہی اسلیے کہ خاوند نے اوسکو ایک طلاق کا مالک کیا تہا اور اوسنے تین طلاقین واقع کرلین پس یہ عورت کی جانب سی مخالفت پائی گئی لہذا تین طلاق کا دینا باطل ہوگا اور جب تین ثابت نہوئین تو جو اوسکی ضمن مین ہی نہیں ثابت ہوگی

(۲۱۲) وردنا شهادتهما بطلاق احدٰهن عينا مع نسيانهما يعني اذا شهد رجلان على رجل انه طلق احدى نسائه بعينها لكنا نسينا لا يقبل عندنا ويقبل عند زفر فيحال بينه وبينهن حتى يبين المطلقة منهن۔

(۲۱۲) اگر دو شخصون نے ایک شخص پر اسبات کی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیویوں مین سے خاص ایک بیوی کو طلاق دی ہے مگر ہمین یہ یاد نہین کہ وہ کونسی ہے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اور امام زفر رح کے نزدیک مقبول ہوجائیگی اور اوس شخص کو سب بیویون کے پاس جانیسے روکدیا جائیگا تاوقتیکہ وہ مطلقہ کی تعیین نہ کردے ۔

(۲۱۳) له ان جهالة المطلقة لا يمنع قبول الشهادة كما لو شهدا انه طلق احدٰهن بغير عينها ولنا انهما اعترفا على نفسهما بالغفلة فلا يقبل شهادتهما بخلاف المسئلة المقيسة عليها لانهما لم يقرّا على انفسهما بالغفلة۔

(۲۱۳) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ خاص مطلقہ کا معلوم نہونا قبول شہادت کا مانع نہین ہے جسطرح اگر وہ یہ گواہی دین کہ اسنے اپنی بیویون مین سے بلا تعیین ایک کو طلاق دیدی ہے تو گواہی قبول ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ دونون جب اپنی غفلت کا اقرار کرتے ہین پس اونکی گواہی کیونکر مقبول ہوسکتی ہے بخلاف مسئلہ مقیس علیہا کے کہ وہ غفلت کے مقر نہین ہین ۔

(۲۱۴) وفي المحيط لو طلق احدى زوجتيه فعليه البيان ويجب العدة من وقت البيان لان له حكم الانشاء

(۲۱۴) محیط مین مذکور ہے اگر دو بیویون مین سے ایک کو طلاق دے تو خاوند پر اوسکا بیان کرنا کہ کس کو دی ہے ضروری ہوگا اور بیان کے وقت سے عدت شمار کیجائیگی اسلیے کہ بیان بمنزلۂ انشاء طلاق کے ہے

ولو نسي لا يقربهما احتياطا لان الحل بالتحري في الفروج غير صحيح ولو قرب تعينت الاخرى حملا لفعله على الحل شرعا ولو ماتت احداهما تعينت الاخرى للطلاق ولو قال عنيت الميتة صدق في حق الميراث فلا يرث عنها ولا يصرف الطلاق على الباقية لانها تعينت له ظاهرا

اور اگر بھول گیا تو احتیاطاً کسی کے پاس نہ جائے اسلیے کہ فروج کی حلت اور حرمت میں اٹکل صحیح نہیں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ صحبت کرلے تو دوسری طلاق کے لیے متعین ہو جائیگی اور اُسکے فعل کو حلت شرعی پر محمول کرینگے اور اگر ایک ان دونوں میں سے مرگئی تو جو زندہ ہے وہی طلاق کے لیے متعین ہوگی اور اگر خاوند نے مرنیوالی کو کہا میں نے اوسیکو طلاق دی تھی تو حق میراث میں اُسکا یہ قول مقبول ہوگا اور اوسکا ورثہ خاوند کو نہ ملیگا اور جو زندہ ہے اوسپر طلاق واقع نہیں ہوگی اسلیے کہ ظاہر کا لحاظ کرکے طلاق کے لیے اوسکو متعین کیا تھا اور یہاں خاوند کا بیان پایا جاتا ہے۔

(٢١٥) ولو مات الزوج قبل البيان ورثتا ميراث امرأة بينهما.

(٢١٥) اگر بیان کرنے سے پہلے خاوند کا انتقال ہوگیا تو اون دونوں کو ایک بیوی کے برابر ورثہ ملیگا اور برابر ان دونوں میں تقسیم ہوجائیگا۔

فصل في طلاق غير المدخول بها وفي ايمان الطلاق

فصل غیر مدخولہ کے طلاق اور یمین بالطلاق کے بیان میں

(٢١٦) واذا طلق قبل الدخول ثلثا وقعن لان الطلاق المقرون بالعدد لا يقع قبل ذكره فيقعن جملة.

(٢١٦) اگر قبل از دخول عورت کو تین طلاقیں دیں تو واقع ہوجائینگے اسلیے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کو ذکر کرتے ہیں تو قبل اوسکے ذکر کے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہونگی۔

(٢١٧) وفي المشكلات من طلق امرأته الغير المدخول بها ثلثا فله ان يتزوجها بلا تحليل واما قوله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ففي حق المدخول بها.

(٢١٧) مشکلات میں مذکور ہے اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دیں تو بدون اسبات کے کہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح کرے اس خاوند کو اوس سے نکاح درست ہے اور اللہ پاک کا یہ قول فان طلقہا فلا تحل آہ یعنی پھر اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو وہ عورت اوس کے بعد خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی جبتک کہ وہ اوسکے سوا

(٢١٨) فان فرق اي قال انت طالق طالق طالق بانت بالاولى لان وقوعها غير متوقف على ما بعدها ولغى الباقي لفوات المحل لانها غير

(٢١٨) اگر مدخولہ کو تین طلاقیں اسطرح پر دیں کہ تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو پہلے طلاق سے ہی وہ خاوند سے جدا ہو جائیگی اسلیے کہ پہلے کا وقوع مابعد پر موقوف نہیں ہے اور باقی لغو ہو جائینگی بواسطے کہ محل طلاق ہو

معتدة -

۲۱۹ او قال انت طالق واحدة وواحدة او قال انت طالق واحدة قبل واحدة او بعدها واحدة بانت بواحدة والاصل فيه ان الظروف وهو قبل وبعد ان لم يذكر بالضمير يكون صفة لما قبله وان ذكر به يكون صفة لما بعده اذا تحقق هذا فقوله قبل واحدة صفة لما قبله فبقي الواحدة الاولى في الوقوع فبانت لا الى عدة وفي قوله بعدها واحدة البعدية صفة للواحدة الثانية فيقع الاولى فلم يبق ايضا محلا للاخرى او قبلها اي لو قال انت طالق واحدة قبلها واحدة او قال واحدة بعد واحدة او مع واحدة او معها اي معها واحدة وقعتا لان القبلية في قوله قبلها صفة للثانية فاقتضى ان يكون الثانية اولا ولا يمكن ايقاع الثانية متقدمة على الاولى فوقعتا واما قوله بعد واحدة فالبعدية صفة للاولى فيقتضي تاخير الاولى وهو غير ممكن بعدما اوجبها فيثبت ما هو ممكن وهو ان يجمع الثانية

جاتا۔ یا اس باعث سے کہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہین ہوتی -

۲۱۹ اگر یہ کہا تجھپر طلاق ہے ایک و ایک یا کہا تجھپر ایک طلاق ہی ایک طلاق سے قبل یا تجھپر ایسی ایک طلاق ہی جس کے بعد ایک اور ہے تو وہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جائیگی اور اصل قاعدہ اس مین یہ ہی کہ یہ ظروف یعنی قبل اور بعد اگر انکے ساتھہ ضمیر ذکر نہ کیجائے تب تو ماقبل کے صفت ہوا کرتے ہین اور اگر ضمیر ذکر کیجائے تو مابعد کے صفت ہوا کرتے ہین جب یہ بات ثابت ہوگئی تو (قبل واحدۃ) کا لفظ ماقبل کی صفت ہی پس پہلی جو ایک ہی وہی پہلے واقع ہوگی جب وہ واقع ہوگئی تو وہ عورت جدا ہو جائیگی اور عدت واجب ہوگی اور یہ لفظ کہ (اوسکی پہلے ایک ہی) دوسرے ایک طلاق کی صفت ہی اسلیے یہان بھی پہلی واقع ہوگی اور پہر دوسرے کے محل باقی نہ رہیگی اگر یہ کہا انت طالق واحدۃ قبلہا واحدۃ یعنی تجھپر ایسی ایک طلاق ہے جس سے پہلے ایک اور ہے یا بعد واحدۃ کہا یعنی ایسی ایک جو ایک کے بعد ہی یا مع واحدۃ یعنی ایک کے ساتھہ یا معہا واحدۃ یعنی اوسکے ساتھہ ایک ہی تو ان چارون صورتون مین دو دو طلاقین واقع ہونگی اسواسطے کہ قبلیت قبلہا واحدۃ کی اندر دوسری طلاق کے صفت ہی اور یہ صفت اسبات کو چاہتی ہے کہ دوسری طلاق پہلے واقع ہو مگر کسی طرح پر پہلی سے بیشتر اوسکا واقع ہونا ممکن نہین ہے اسلیے دونون دفعۃً واقع ہونگی اور بعد واحدۃ مین بعدیت پہلے طلاق کی صفت ہے اور وہ اسبات کو چاہتی ہی کہ پہلی بعد کو واقع ہووے مگر یہ بھی اوسکے واقع کر دینے کے

بها فيقعان واما كلمة مع فللقران قرنت بالضمير او لانها تقتضى وقوعهما معاً۔

بعد نا ممکن ہے پس جو ممکن ہے وہی ثابت ہوگا اور یہ دونوں دفعۃً واقع ہونگی اور مع کا کلمہ تو دونوں کے معیت کو چاہتا ہی ہے خواہ ضمیر ہو یا نہو اسلیے وہاں بھی ساتھ ہی واقع ہونگی

(۲۲) او ان دخلت الدار اى لو قال لامرأته ولم يدخل بها ان دخلت الدار فطالق وطالق وطالق او ان تزوجتك اى لو قال لاجنبية ان تزوجتك فطالق وطالق وطالق فدخلت الدار فى المسئلة الاولى وتزوجها فى الثانية فا الاولى اى الطلقة الاولى واقعة عند ابى حنيفة

(۲۲۰) اگر غیر مدخولہ سے کہا تو گھر میں داخل ہو تو تیرے اوپر طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے یا ایک اجنبیہ عورت سے کہا اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے اور وہ غیر مدخولہ گھر میں داخل ہو ئی اور اجنبیہ سے نکاح کر لیا تو امام صاحب کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہو گی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۲۲۱) وقالا كلها واقعة لانه جمع بين الثلث بحرف الجمع واوقعها حال وجود الشرط فيقع كلها كما اذا اخر الشرط وكما لو جمعها بلفظ الجمع۔

(۲۲۱) صاحبین رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں سب واقع ہو جائینگی اسلیے کہ اوس نے تینوں طلاق کو حرف جمع سے عطف کرکے ذکر کیا ہی اور شرط پائے جانے کے وقت اونکو واقع کیا ہی اسلیے سب واقع ہو جائینگی جیسے شرط کو موخر کرنیکی صورتمین اور جمع کے لفظ سے بیان کرنیکی صورتمین سب واقع

(۲۲۲) وله ان المعلق كالمذكور عند الشرط ولو قال لها منجزا انت طالق وطالق يقع واحدة فكذا هذا بخلاف ما اذا اخر الشرط لان صدر الكلام توقف على اخره لوجود المغير ولا كذالك اذا تقدم الشرط وبه تبين ان الجمع بحرف الجمع كالجمع بلفظه فى حق اصل التعليق لا فى حق كيفيته۔

(۲۲۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ شرط کے پائے جانیکے بعد معلق کا حال ایسا ہی جیسے اوسیوقت طلاق واقع کرنا اور دو مرتبہ طلاق واقع کرے اور یہ کہے تجھپر طلاق ہی اور طلاق ہی اور طلاق ہی تو ایک واقع ہوتی ہی اسیطرح اس میں بھی ایک ہی واقع ہو گی بخلاف شرط کے موخر کرنیکی صورت کے اسلیے کہ شروع کلام تو اخیر کلام پر جسوقت میں کہ وہ اوسکی معنی میں تغیر پیدا کرتا ہو موقوف ہوا کرتا ہی اور شرط کے مقدم کرنیکی حالتمین یہ بات نہیں ہوتی اور اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حرف جمع سے جمع کرنا لفظ جمع کے ساتھ جمع کرنیکی مانند ہی مگر صرف حکم کے معلق ہونیمین نہ اوسکی

(٢٢٣) او بثم ای لو عطف بثم فان قدم الشرط ای لو قال لغیر المدخول بها ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق فالاولی معلقة والثانیة منجزة والثالثة لغو عند ابی حنیفة او اخر ای لو قال لها انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار فالاولی منجزة والباقی لغو عند ابی حنیفة۔

(٢٢٣) اگر غیر مدخولہ سے ایسا کہا اور حرف ثم سے عطف کیا اور شرط کو مقدم کیا باین طور کہ ان دخلت الدار فانت طالق ثم طالق ثم طالق تو اول طلاق امام صاحب رح کے نزدیک دخول دار پر موقوف ہوگی اور دوسرے فی الفور واقع ہوجائیگی اور تیسرے لغو ہوگی۔ اور اگر شرط کو موخر کیا اور کہا انت طالق ثم طالق ثم طالق ان دخلت الدار۔ تو پہلی فی الفور واقع ہوجائیگی اور باقی لغو ہوجائینگی۔

* * * * * * * * *

(٢٢٤) وان قدم الشرط فی المدخول بها فالاولی معلقة والباقی منجز او اخّر الشرط فالثالثة معلقة والباقی منجزة۔

(٢٢٤) اگر مدخولہ بیوی سے یہ کہا اور شرط کو مقدم کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق اول تحقق شرط پر موقوف ہوگی اور باقی دو فی الفور واقع ہوجائینگی اور شرط کو اگر موخر کیا ہے تو تیسری جو شرط پر موقوف ہوگی اور دو باقی فی الحال واقع ہوجائینگی۔

(٢٢٥) وقالا یتعلق الکل ای الثلث مطلقا سواء کانت مدخولا بها اولا وقدم الشرط او اخّر لان ثم عطف علی سبیل التراخی فباعتبار العطف یتعلق الکل بالشرط وباعتبار التراخی یکون الثانی مرتبا علی الاول فاذا کانت مدخولا بها یقع الکل علی الترتیب لقیام المحل وان لم یکن مدخولا بها بانت بالاولی ولغا الباقی۔

(٢٢٥) صاحبین رح کے نزدیک بہر صورت تینوں طلاقین تحقق شرط پر موقوف ہونگی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور شرط کو مقدم کرے یا موخر کرے اسلیے کہ ثم کا لفظ عطف کے لیے آتا ہے اور تراخی پر دلالت کرتا ہے عطف کے اعتبار سے تو سب طلاقیں معلق بالشرط ہوجائینگی اور تراخی کے اعتبار سے ایک طلاق پر دوسرے طلاق مرتب ہوگی اب اگر وہ مدخولہ ہے تو تینوں طلاقین بسبب بقاء محلیت طلاق کی بترتیب واقع ہوجائینگی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو پہلی ہی طلاق سے جدا ہوجائیگی اور بسبب عدم بقاء محلیت طلاق کی باقی لغو ہوجائینگی۔

(٢٢٦) وله ان المعطوف بثم فی حکم المنقطع عما قبله فکانه سکت عن

(٢٢٦) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ معطوف بثم حقیقت مین اپنی ماقبل سے منقطع ہوا کرتا ہے اور ایسا

الاولى واستانف الثانى قولا بكلام التراخى ولو فصل بينهما بالسكوت بان قال انت طالق وسكت ثم قال وطالق ان دخلت الدار كان يمنع التعليق فكذا العطف عنه فاذا قدم الشرط فى غير المدخول بها تعلقت الاولى ثم يجعل مستانفا للطلاق فيتنجز الثانية فتبين ويلغو الثالثة لفوات المحل واذا اخر الشرط وقعت الاولى والباقيان لغو لانه تعليق فى غير الملك واذا قدم الشرط فى المدخول بها يكون الاولى معلقة والثانية منجزة لعدم تعلقها بالاولى والثانية ايضا لقيام العدة واذا اخر الشرط وقعت الاولى والثانية منجزتين لعدم تعلقهما بالشرط والعدة قائمة وتعلقت الثالثة لقيام المحل۔

ہو جیسے اول کلام کہکر سکوت کیا اور پھر دیر کے بعد دوسرے کلام کے ساتھہ تکلم کیا اور دونوں کلاموں کے بیچ میں اگر سکوت پایا جائے مثلاً انت طالق کہکر چپ رہے اور پھر کہے وطالق ان دخلت الدار تو وہ سکوت تعلیق بالشرط کا مانع ہوتا ہے پس اسیطرح یہ عطف بھی مانع تعلیق ہوگا اس بنا پر اگر عورت غیر مدخولہ ہے اور شرط کو مقدم کیا ہے تو طلاق اول شرط پر معلق ہوگی اور طلاق دوم کو از سر نو طلاق سمجھیں گے اور وہ فی الحال واقع ہو جائیگی اور وہ جدا ہو جائیگی اور تیسری طلاق لغو ہوگی اسلیئے کہ محل طلاق باقی نہیں ہے اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی واقع ہوگی اور دو دوسری لغو ہونگی اسلیئے کہ اونمیں تعلیق نے غیر الملک ہے۔ اور اگر مدخولہ ہے اور شرط کو مقدم کیا تو پہلی معلق ہوگی اور دوسری فی الفور واقع ہوگی اسواسطے کہ پہلی کے ساتھہ اوسکو تعلق نہیں ہے اسیطرح تیسری بھی بسبب قیام عدت کے فی الفور واقع ہو جائیگی اور اگر شرط کو موخر کیا تو پہلی اور دوسری تو اوسیوقت واقع ہو جائینگی اسلیئے کہ اونکو شرط کے ساتھہ تعلق نہیں ہے اور عدت موجود ہی ہے اور تیسری معلق ہو جائیگی کیونکہ محل طلاق ہنوز باقی ہے۔

(۲۲۷) وتجيز الاجنبية تعليقه بالنكاح كقوله لاجنبية ان تزوجتك فانت طالق۔

(۲۲۷) اگر ایک شخص اجنبیہ عورت سے کہے اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تعلیق صحیح ہے۔

(۲۲۸) وقال الشافعى لايجوز لان التعليق تاخير التنجيز وهو لايملك تطليق اجنبية تنجيزا فكذا لك لايملك تعليقا۔

(۲۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک یہ تعلیق صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ طلاق کا معلق کرنا فی الحقیقت ایقاع طلاق میں تاخیر کرنا ہوتا ہے اور اجنبی شخص اجنبیہ عورت پر فی الحال ایقاع طلاق کا مالک نہیں ہے پس تعلیق طلاق کا بھی اوسکو اختیار نہوگا۔

(٢٢٩) ولنا ان المعلق كالملفوظ عند الشرط فيكون كانه قال بعد التزوج انت طالق فيقع۔

(٢٢٩) ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق کا ایک شرط کے ساتھ مشروط کرنا ایسا ہی ہے جیسے بعد وجود شرط کی طلاق کا دینا پس ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا نکاح کے بعد اوس نے انت طالق کہا۔

(٢٣٠) فان قيل لو علق الطلاق ثم جن عند الشرط تطلق ولو كان كالملفوظ عنده لما وقع لانعدام الاهلية قلنا هو ايقاع حكما والمجنون اهل له بدليل ان اخاه عتق عليه اذا اشتراه وليه وقوله التعليق تاخير التنجيز ممنوع بدليل انه لو قال لامة اذا ولدت ولدا فهو حر صح مع انه لم يملك تنجيز العتق في الولد المعدوم كذا ذكره صاحب الكافي والحاصل ان الايقاع المعلق سبب في الحال عند الشافعي والشرط يمنع ترتب اثره عليه ولهذا اشترط الملك وقت التعليق وعندنا التعليق يمين في الحال فلا يشترط صحته على ملك المحل كاليمين بالله وانما يصير سببا للطلاق اذا وجد الشرط كالرمي فان عينه ليس بقتل واذا وصل الى المحل يصير قتلا۔

(٢٣٠) اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کرے اور وقت تحقق شرط کے وہ مجنون ہو جائے تو تمہارے اس قاعدہ کے موافق کہ معلق بالشرط ملفوظ عند وجود الشرط کے حکم میں ہوا کرتی ہے طلاق نہ واقع ہونا چاہیے اسلیے کہ وقت تحقق شرط کے وہ طلاق دینے کا اہل نہیں ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طلاق کا معلق کرنا حقیقت میں تو ایقاع طلاق نہیں ہے مگر حکماً ایقاع طلاق ہے اور مجنون حکماً ایقاع طلاق کا اہل ہے اور اوسپر دلیل یہ ہے کہ اگر مجنون کا ولی اوسکے بھائی کو خرید لے تو وہ مجنون کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے حالانکہ وہ حقیقۃً اعتاق کا اہل نہیں ہے باقی رہا امام شافعی رح کا یہ قول کہ تعلیق طلاق فی الحقیقت تاخیر ایقاع ہے اسکو ہم نہیں مانتے اور اوسپر یہ دلیل ہے کہ اگر چھوکری سے کہے اگر تیرے بچہ پیدا ہووے تو وہ آزاد ہے تو یہ کہنا صحیح ہے باوجودیکہ ولد معدوم کو وہ فی الحال آزاد نہیں کر سکتا۔ کذا ذکرہ صاحب الکافی۔ حاصل یہ ہے کہ ایقاع معلق امام شافعی رح کے نزدیک فی الحال سبب طلاق ہے، مگر شرط اوسکا اثر مرتب نہیں ہونے دیتی اسلیے امام شافعی رح کے نزدیک تعلیق کے وقت ملکیت کا ہونا شرط ہے اور ہمارے نزدیک فی الحال وہ ایک یمین ہے پس اوسکی صحت ملکیت محل پر موقوف نہیں جس طرح خدا کے ساتھ قسم کھانے کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ اوس

(٢٣١) وفي المحيط هذا اذا صرح النكاح ولو قال كل امرأة اجتمع

(٢٣١) محیط میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ نکاح کی تصریح کر دے اور اگر یوں کہا کہ جس عورت سے میں

معها فی فراش فهی طالق فتزوج امرأة لا تطلق وکذا لو قال کل جاریة فوطئها فهی حرة واشتری جاریة فوطئها لم تعتق لان العتق غیر مضاف الی الملك۔

ہم بستری کرون اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اسیطرح اگر کہا جس چھوکری سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے اور ایک چھوکری خریدی اور اوس سے صحبت کی تو آزاد نہو گی اسلیئے کہ غیر ملک کی طرف آزاد ہونیکی نسبت کی ہی۔

(٢٣٢) واجازوه ای تعلیق الطلاق بالنکاح مع التعمیم کقوله کل امرأة اتزوجها فهی طالق وقال مالك لا یجوز۔

(٢٣٢) اگر بلا تخصیص کسی عورت کے طلاق کو نکاح کے ساتھہ معلق کرے اور کہے جس عورت سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو یہ تعلیق صحیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہین جائز نہین ہی۔

(٢٣٣) قید بالتعمیم لانه ان خص بلدا او قبیلة او صفة کما اذا قال کل امرأة اتزوجها من کوفة او من الهند او ثیبا فهی طالق یجوز اتفاقا۔

(٢٣٣) بلا تخصیص سے کے قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر کسی شہر یا قبیلہ یا اور کسی صفت کے ساتھہ تخصیص کردے مثلا جس کوفہ والی یا ہند والی یا خاوند رسیدہ سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو بالاتفاق جائز ہے۔

(٢٣٤) له انه اذا عم علی نفسه طریق استباحة البضع یکون فیه تعریض نفسه للزنا فلا یجوز ولنا ان هذا یمین ولهذا لو حلف انه لا یحلف فعلق الطلاق بشرط یحنث والیمین معتبر اذا صدر من اهله وما لم یوجد الشرط فهو یمین لا طلاق۔

(٢٣٤) امام مالک رح کی دلیل یہ ہی کہ جب وہ اپنی جان پر جماع کی اباحت کے طریقہ کو حرام کرتا ہی تو گویا اپنی جان کو زنا مین ڈالتا ہے پس یہ جائز نہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ یمین ہے اسیواسطے اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ کبھی حلف نکرونگا اور اوس نے اپنی بیوی کے طلاق کو کسی شرط کے ساتھہ مشروط کیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور یمین کا یہ قاعدہ ہی کہ اگر ایسے شخص سے صادر ہو جو اوسکی اہلیت رکھتا ہی تو وہ خواہ مخواہ معتبر ہوتی ہی اور جبتک شرط نہ پائی جائی اسوقت تک وہ یمین ہی ہی طلاق نہین ہے

(٢٣٥) وفی الخانیة لو قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق ان کلمت فلانا فتکلم ثم تزوج لا تطلق ولو

(٢٣٥) خانیہ مین مذکور ہے اگر یہ کہا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہی اگر مین فلان شخص سے کلام کرون اور اوس نے اوس شخص سے کلام کیا اور پھر نکاح ہوا تو طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر نکاح کیا اور پھر

تزوج ثم تكلم تطلق وكذا كلما۔

کلام کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی خواہ وہ یہ کہے کہ جب میں کسی عورت سے

(۲۳۶) ولو قال ان تزوجتك فانت طالق قبله ثم نكحها يوقعه اى ابو يوسف الطلاق عقيب النكاح وقالا لا يقع به شئ۔

(۲۳۶) ایک عورت سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو قبل از نکاح تجھپر طلاق ہے بعد ازاں اوس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی مگر امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک کچھہ نہ واقع ہو گا۔

(۲۳۷) له انه علق الطلاق بالنكاح وذكر معه وقتا لا يقدر ايقاع الطلاق فيه فلغى ذكر الوقت وبقى التعليق فيقف ولهما ان المعلق بالشرط كالملفوظ عنده ولو قال عند النكاح انت طالق قبل ان انكحك لا تطلق فكذا هذا۔

(۲۳۷) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوس نے طلاق کو نکاح کے ساتھہ مشروط کیا ہے مگر ونیز اوس شرط کے ساتھہ وقت ایسا ذکر کیا ہے جس میں وہ طلاق نہیں واقع کر سکتا اسواسطے وقت کا ذکر لغو ہو گا اور صرف تعلیق باقی رہجائیگی لہذا طلاق معلق ہوگی اور آن دونوں کی دلیل یہ ہے کہ شرط کا وال شرط کی پائی جانیکے بعد ایسا ہے جیسے کہ ذکر کیا جاتا مگر جس صورت میں نکاح کے بعد یکو کہ نکاح کرنے سے قبل تجھپر طلاق ہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا

(۲۳۸) واذا علق الطلاق بشرط باحد الفاظه اى الفاظ الشرط

(۲۳۸) شرط کے الفاظ میں سے کسی لفظ کے ساتھہ طلاق کو جب کسی شرط سے معلق کیا جائے اور عورت منکوحہ ہو یا اوسکی ملوکہ ہو نیکو طلاق کی شرط

(۲۳۹) كان واذا واذا ما ومتى ومتما وكل وكلما كلمة كل ليس من الفاظ الشرط ولهذا يدخل الاسم انما عد منها باعتبار ان الحكم يتعلق بالفعل الذى يلى مدخوله كتعليقه بالشرط كما اذا قال كل عبد اشتريه فهو حر لا يعتق غير مشترا ه فى ملكه اى فى امرأة مملوكة بالنكاح او مضاف اليه اى الى الملك اراد به التعليق به كقوله ان ملكتك فانت طالق وكذا التعليق بسببه وهو التزوج لانه سبب الملك ومضاف اليه۔

(۲۳۹) شرط کے الفاظ عربی میں یہ ہیں اِنْ اِذَا اِذَا مَا مَتٰی مَتٰیمَا کُلّ کُلَّمَا مگر کُلّ کا حرف حقیقت میں شرط کے لیے نہیں ہے اسلیے بخلاف اوروں کے یہ اسم پر آتا ہے لیکن چونکہ اسکی مدخول کے ساتھہ جو فعل متصل ہوتا ہے اوسکے ساتھہ حکم اسیطرح معلق ہوا کرتا ہے جس طرح شرط کے ساتھہ اسواسطے کُلّ کو الفاظ شرط میں شمار کرتے ہیں ۔ مثلاً اگر کوئی کہے کُلُّ عَبْدٍ اَشْتَرِیْهِ فَهُوَ حُرٌّ یعنے جس غلام کو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو بجز اوسکے خریدے ہوئے کے کوئی نہیں آزاد ہو سکتا۔

(۲۴۰) هذا اذا كان التعليق بصريح الشرط وان كان بمعنى الشرط كقوله المرأة التى اتزوجها طالق فانما يتعلق اذا كانت غير معينة وان كانت معينة كقوله هذه المرأة التى اتزوجها لا يقع الطلاق لانه عرفها بالاشارة ولا يراعى فيها الصفة فبقى قوله هذه المرأة طالق۔

(۲۴۱) وانما قيد بملك او مضاف اليه لان التعليق يمين والغرض منه غالباً حمل النفس على الفعل او منعها عنه ولو لم يملكه فى الحال حتى يحترز عن الشرط ولم يضفه ايضا الى الملك حتى يحترز عن تحصيل الملك لم ينعقد اليمين لانعدام الغرض منه۔

(۲۴۲) فان قيل لو قال لامرأته اذا حضت فانت طالق فهو يمين وليس فيه ذلك الغرض قلنا العبرة للغالب لا للشاذ۔

ولا يبطل اليمين بزوال الملك حتى اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثم ابانها بواحدة او انقضت عدتها ثم تزوجها فدخلت الدار طلقت لان الطلاق ما لم يبلغ ثلثا فمحل اليمين واليمين باق ببقاء محله۔

(۲۴۰) مذکورہ بالا مین تعلیق جب صحیح ہوتی ہی جب صریح شرط کے ساتھہ ذکر کرے اور اگر شرط کے معنی وہان سمجھہ مین آتے ہون مثلا وہ عورت جس سی مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو وہان طلاق اوسیوقت معلق ہوگی کہ جب وہ عورت معین نہو اور اگر معین ہی مثلا یہ عورت جس سی مین نکاح کرونگا اسپر طلاق ہی تو یہان طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ جب اشارہ سے اوسکی تعیین ہوگئی تو اب صفت کا کچھہ اعتبار نہوگا اور ایسا ہوگا کہ اجنبیہ کو کہا اس عورت پر طلاق ہی۔

(۲۴۱) طلاق کے اندر ملکیت یا ملکیت کے طرف مضاف ہونیکی اسلیے قید لگائی ہے کہ تعلیق طلاق حقیقت مین ایک طرح کی قسم ہی اور قسم سے اکثر نفس کا کسی کام کرنے یا اوس سے روکنے پر برانگیختہ کرنا منظور ہوا کرتا ہے اور جس وقت مین اوسپر ملکیت نہین ہی تاکہ اوس شرط سی بچتا ہی یا ملک کے طرف اضافت نہین کی ہے تاکہ ملک حاصل کرنیسے بچتا رہی تو قسم ہونیکی ہی نہین اسواسطے کہ جو اوس سی غرض ہی وہ غرض ہی اسوقت مین متحقق نہوگی۔

(۲۴۲) اگر کوئی اعتراض کرے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی سے کہے تجھکو حیض آوے تو تیرے اوپر طلاق ہی تو یہ بھی قسم ہی مگر جو غرض قسم سے تم نے بیان کی ہی وہ یہان نہین پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ اعتبار اکثر کا ہی

ملکیت نکاح کے جاتے رہنے سے یہ قسم باطل نہین ہوتی بلکہ بدستور اوسکا حکم قائم رہتا ہی مثلا اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گھر مین جاوے تو تجھپر طلاق ہے اور پھر ایک طلاق بائن اوسکو دیدی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور پھر وہ گھر مین گئی تو اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اسلیے کہ جبتک تین طلاقین نہو جائین اوسوقت تک وہ محل قسم ہے اور جبتک محل باقی رہیگی قسم بھی باقی رہیگی۔

(۲۴۳) فان وجد فیه ای الشرط فی ملك انحلت الیمین ووقع المعلق عقیبه ای وقع الجزاء عقیب وجود الشرط والا ای ان لم یوجد فیه بل وجد فی غیر ملك انحلت الیمین بوجود الشرط ولا یقع ای الطلاق لان المحل غیر قابل۔

(۲۴۳) جس شرط کے ساتھ طلاق کو مشروط کیا ہے اگر وہ شرط اوس شے کی مملوک ہونے کی حالت میں پائی گئی تب تو قسم پوری ہو جائیگی اور اوسکے بعد طلاق بھی ثابت ہو جائیگی اور اگر وہ شرط عورت کے مملوک ہونیکی حالت میں نہیں پائی گئی بلکہ جسوقت وہ اس شخص کی مملوک نہیں ہے اوسوقت میں پائی گئی تو قسم پوری ہو جائیگی اور بسبب عدم محلیت طلاق کے طلاق نہ واقع ہوگی۔

(۲۴۴) ولا یتکرر ای الجزاء بتکرر الشرط الا فی کلما لا تقتضائها العموم المستلزم للتکرار حتی ینتهی الطلقات الثلث وغیرها لم یقتض العموم فالشرط یتم بوجوده مرة ولا بقاء للیمین بدون الشرط

(۲۴۴) شرط کے بار بار پائی جانیسے مشروط یعنی طلاق بار بار نہ ثابت ہوگی مگر جس جگہ کلما کے کلمہ کے لفظ سے شرط کو بیان کیا ہے اسواسطے کہ وہ عموم اوقات کو چاہتا ہے جس کے لیے تکرار لازم ہے پس تین طلاقوں تک بار بار کلما کی اندر شرط کے مکرر ہونیسے طلاق بھی مکرر ہوگی۔ اور باقی حروف شرط عموم اوقات کو مقتضی نہیں ہیں لہذا صرف ایک ہی دفعہ شرط کو پائی جانیسے اوسکا حکم تمام ہو جائیگا اور جب

(۲۴۵) وانهینا التکرار بانتهاء الثلث یعنی فی صورة التعلیق بکلما اذا تزوجت بعد الثلث بزوج وعادت الیه فوجد الشرط فی الملك الثانی لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق لان کلمة کلما للتکرار۔

(۲۴۵) ہمارے نزدیک جسوقت میں کلما کے ساتھ شرط لگائی جائے تو تین طلاق تک شرط کی پائے جانیسے طلاق پائی جاتی ہے بخلاف امام زفر رح کے کہ اونکے نزدیک تین طلاق کے بعد بھی اگر وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کرے اور وہی شرط پائی جائے تب بھی طلاق ثابت ہوگی کیونکہ کلما کا کلمہ تکرار کے لیے آتا ہے۔

(۲۴۶) ولنا انه انما علق بما یملك من الطلقات وقد انتهی ذلك فینتهی الیمین ضرورة۔

(۲۴۶) ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند نے اوسیقدر طلاقونکو شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جسقدر کا وہ مالک ہے اور تین طلاق کے واقع ہونیسے اوسکی ملکیت تمام ہوگئی لہذا قسم بھی لامحالہ ختم ہو جائیگی

(۲۴۷) اعلم ان هذا الخلاف فیما اذا لم یدخل کلما علی نفس التزوج وان دخل علیه لا ینتهی التکرار اتفاقا

(۲۴۷) جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس وقت میں ہے کہ کلما کا کلمہ نفس نکاح پر نہ داخل ہو یعنے نکاح کو شرط نہ گردانا ہو ورنہ بالاتفاق نکاح کے مکرر ہونیسے

بل يحنث بكل مرة وان كان بعد زوج اخر لان اليمين باعتبار ما يحدث من الملك وهو غير متناه۔

طلاق مکرر ہوگی اگرچہ زوج ثانی سے نکاح کے بعد پہر زوج اول سے نکاح کرے اسواسطے کہ قسم ملک جدید کے حاصل ہونیکی اعتبار سے ہے اور اوسکی کچھ انتہا نہیں ہے۔

* * * * * *

(۲۴۸) فی روایة منتقی عن ابی یوسف اذا کانت المرأة معینة ولو ابهم وقال کلما تزوجت امرأة فهی طالق فتزوج امرأة طلقت فان تزوجها ثانیا لم تطلق کما اذا قال کلما اشتریت هذا الثوب فهو صدقة یلزمه التصدق لکل مرة ولو قال کلما اشتریت ثوبا فهو صدقة لا یلزمه ذلك الا مرة۔

(۲۴۸) امام ابو یوسف رح سے منتقی نے روایت کی ہے یہ جب ہے کہ عورت معین ہو اور اگر بلا تعین یہ کہا ہے کہ جب مین کسی عورت سے نکاح کرون تو اوسپر طلاق ہے اور ایک عورت سے نکاح کیا تو اوسپر طلاق ہو جائیگی مگر دوسری مرتبہ اگر اسی عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کوئی شخص ایک کپڑے کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ جب مین اس کپڑے کو خرید کرون یہ صدقہ ہے تو ہر مرتبہ خریدنے پر اوسکو اوسکا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہے کہ جب مین کوئی کپڑا خریدون تو وہ صدقہ ہے تو صرف ایک مرتبہ ایک کپڑے خریدنے پر اوسکو صدقہ کرنا واجب ہوگا

(۲۴۹) ولو قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق ان کلمت فلانا فتزوج امرأة فکلم فلانا ثم تزوج المرأة اخری طلقت التی تزوجها قبل الکلام ولا تطلق التی تزوجها بعد الکلام وکذا لو قال ان فعلت کذا فامرأتی طالق ولیس له امرأة فتزوج امرأة ثم فعل ذلك لا یحنث فی یمینه من فتاوی قاضیخان

(۲۴۹) اگر یہ کہا کہ جس عورت سے مین نکاح کرون تو اوسپر طلاق ہے اگر مین فلان شخص سے بات کرون اور پہر ایک عورت سے نکاح کیا اور اوس شخص سے کلام کیا اور پہر ایک دوسری عورت سے نکاح کیا تو جس سے قبل از کلام نکاح کیا ہے اوسپر طلاق ہو جائیگی اور جس سے بعد از کلام نکاح کیا ہے اوسپر طلاق نہ ہوگی اسیطرح اگر یہ کہا کہ مین یہ کام کرون تو میری جورو پر طلاق ہے اور اوسکے یہ کہتے وقت جورو نہین ہے اور بعد کو ایک عورت سے نکاح کیا اور پہر وہ کام بہی کیا تو وہ اپنی قسم مین حانث نہوگا کذا فے قاضیخان۔

(۲۵۰) وابطلناه تنجیزها ای اذا قال ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم نجزها فقال انت طالق ثلثا فتزوج

(۲۵۰) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو گہر مین جاوے تو تیرے اوپر تین طلاقین ہین اور پہر اوس سے یہ کہا کہ تجہپر تین طلاقین ہین اور اوس نے دوسرے

بزوج اخر ثم عادت الیه فدخلت الدار لم تطلق عندنا وقال زفر تطلق۔

خاوند سے نکاح کرکے پہر پہلے خاوند سے نکاح کیا اور گہر مین آئی تو ہمارے نزدیک اب طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام زفر رح کے۔

(۲۵۱) قید بتنجیز الثلاث لانہ لو طلقہا ثنتین ثم عادت الیه فدخلت الدار تطلق ثلثا اتفاقا من الحقائق

(۲۵۱) فی الحال تین طلاقین دینے کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر وہ طلاقین دین اور پہر عورت نی دوسرے خاوند سی نکاح کرکے پہلے سی نکاح کیا اور گہر مین داخل ہوئی تو بالاتفاق اوسپر تین طلاقین

(۲۵۲) له ان زوال الملك لا یبطل التعلیق کما اذا قال لعبده ان دخلت هذه الدار فانت حر ثم باعه وعاد الی ملکه فدخلها عتق ولنا ان تعلیقه کان باعتبار ملکه الموجود وبوقوع الثلث علیها ارتفع الملك ومحلیة الطلاق بالکلیة فیبطل التعلیق بخلاف البیع لان ملك العبد له غیر محدود بصفة الرق فکان محلا۔

(۲۵۲) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ملک کے جاتے رہنے سے تعلیق بالشرط نہین جاتی جس طرح کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا اگر تو اس گہر مین جاوے تو تو آزاد ہے اور پہر اوس غلام کو فروخت کر دیا اور پہر کسی طرح سے وہ غلام اوسکے ملک مین آگیا اور اوس گہر مین گیا تو آزاد ہو جائیگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق مین شرط کا لگانا ملک موجود کے اعتبار سے ہوتا ہے اور تین طلاق کے واقع ہونیکے سبب سے ملکیت جاتی رہی اور محلیت طلاق بالکل مرتفع ہوگئی لہذا وہ تعلیق بالشرط باطل ہو جائیگی بخلاف بیع کے اسلیے کہ غلام جبتک غلام ہے ہر وقت اوسپر ملکیت حاصل

(۲۵۳) ولحاقه ای لحاق الزوج بدار الحرب حال کونه مرتدا بعد ما علق طلاق امرأته بشرط کالدخول ونحوه ثم دخلت الدار وهی فی العدة مبطل لتعلیقه عند ابی حنیفة یعنی لا تطلق وقالا تطلق قید باللحاق لانه لو لم یلحق لا یبطل تعلیقه اتفاقا

(۲۵۳) اگر ایک مسلمان شخص نے دار الاسلام مین اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مثل گہر مین داخل ہونے وغیرہ کے معلق کیا اور پہر وہ مرتد ہو کر دار الحرب کو چلا گیا اور حالت عدت مین مثلا وہ عورت گہر مین داخل ہوئی تو امام صاحب رح کے نزدیک تو تعلیق بالشرط باطل ہے اور اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی۔ اور دار الحرب مین پہونچ جانیکی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر دار الحرب کو نہین گیا تو بالاتفاق تعلیق بالشرط باطل نہوگی اور اوسکا حکم قائم رہیگا۔

(۲۵۴) وفائدة الخلاف تظهر فیما اذا جاء تائبا مسلما الینا وتزوج

(۲۵۴) اس اختلاف مذکور کا نتیجہ اوس وقت معلوم ہوگا کہ جب وہ شخص توبہ کرکے اور مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آئے اور اوس

هذه المرأة لا ينتقص عدد الطلاق عنده و ينتقص عندهما

٢٥٥، لهما ان المعلق بالشرط ينزل عند وجوده من غير قصد و ارادة فصار كما لو جن و له انه بالارتداد لحق بالجماد و فات اهلية الملك عنه و قيام الملك شرط لوقوع الطلاق المعلق عند وجود الشرط بخلاف الجنون لان الملك لم يزل به۔

٢٥٦، و اوقعنا البائن المعلق بشرط وجد في عدة بائن منجز يعني اذا قال لامرأته ان دخلت الدار فانت بائن ثم طلقها بائنا منجزا فدخلت الدار في عدتها يقع المعلق عندنا۔

عورت سے نکاح کرے تو ہمارے نزدیک تین طلاق کا مالک ہوگا اور طلاق کی عدد میں کمی نہ واقع ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک عدد طلاق میں

٢٥٥، صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ جو طلاق مشروط بشرط ہو شرط کے موجود ہونے سے ہی بلا قصد اور بلا ارادہ واقع ہو جاتی ہے پس وہ شخص ایسا سمجھا جائیگا جیسے مجنون ہو جاتا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ مرتد ہونے کے باعث سے وہ ملحق بالجمادات ہوگیا اور مالک ہونے کی اہلیت اوس سے جاتی رہی اور طلاق معلق میں شرط کی موجود ہونے کی حالت میں بھی وقوع کے لیے ملک کا پایا جانا ضرور ہے اور یہاں ملک نہیں پائی جاتی بخلاف جنون کے کہ مجنون ہونے سے ملکیت نہیں

٢٥٦، اگر اپنی بیوی سے کہا تو اس گھر میں جاوے تو مجھسے کچھ واسطہ نہیں اور پھر اسکے علاوہ ایک طلاق بائن فی الحال اوسکو دیدی اور اوس طلاق بائن کی عدت میں وہ اوس گھر میں گئی تو ہمارے نزدیک وہ طلاق مشروط بھی واقع ہو جائیگی۔

* * * * * * *

٢٥٧، و قال زفر لا يقع لان البائن لا يلحق البائن لانه وضع لازالة القيد و قد زال القيد و لنا ان عدم لحوق البائن بكلام مستانف كان لانه امكن جعله خبرا عن الاول و هو صادق فيه فلم يحتج الى جعله انشاء لانه اقتضاء ضرورة

٢٥٨، فان قيل هذا الاحتمال ثابت في قوله انت طالق انت طالق فينبغي ان لا يلحق الصريح بالصريح

٢٥٧، امام زفر رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں طلاق مشروط نہ واقع ہوگی اسلیے کہ ایک طلاق بائن کے ساتھ دوسرے طلاق بائن نہیں ملسکتی اسلیے کہ طلاق بائن قید نکاح کی دور کرنیکے لیے ہے اور وہ ایک سے زائل ہو چکی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ طلاق بائن کو جو دوسرے کلام سے ہو پہلی بائن کے ساتھ ملحق نہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے کلام کو طلاق اول کا بیان کر دیا سکتے ہیں اور وہ اوس بیان میں صادق ہے اور اوسکو انشاء طلاق کر دینے کی ضرورت نہیں اسلیے کہ اصل میں تو یہ کلام خبر ہوا کرتا ہے مگر اس

٢٥٨، اگر کہو یہ احتمال تو انت طالق انت طالق میں بھی پایا جاتا ہے تو چاہیے کہ طلاق صریح بھی صریح کے ساتھ نہ ملسکے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہاں یہ احتمال نہیں ہوسکتا

قلت لاحتمال فیہ لان قولہ انت طالق متعین للانشاء شرعا فلو قال اردت بہ الاخبار لا تصدق قضاء وفی مسئلتنا لم یذکر انت بائن ثانیا حتی یجعل خبرا بل وجد اثر التعلیق السابق وھو زوال القید عند وجود الشرط وھی محل للطلاق فیقع وفی الحقائق قلت المراد من المنجز المنجز فی الحال ولا یشترط ان یکون منجزا فی الاصل فانہ لو قال ان فعلت کذا فحلال اللہ علی حرام ثم ھکذا قال لامر اخر ففعل احدھما حتی وقع طلاق بائن ثم فعل الفعل الاخر قال ظھیر الدین المرغینانی ینبغی ان یقع کما لو کان الثانی معلقا دون الاول وھذا مما یغتنم ویحفظ۔

کیونکہ انت طالق کا لفظ شرعًا طلاق دینے کے لیے موضوع ہے اگر اسمین یہ کہدے کہ مین نے تو دوسری انت طالق سے طلاق کی خبر دی ہی تو عند القاضی اوسکا قول مقبول نہوگا اور صورت مذکورہ مین انت بائن دوبارہ مذکور نہین کیا گیا ہی تاکہ اوسکو پہلی کی خبر کرسکین بلکہ تعلیق سابق کا اثر یعنی شرط پائیجانے سے نکاح کا جاتا رہنا ایسے وقت مین پایا گیا کہ وہ حالت عدت مین ہے اور محل طلاق ہی اسلیے واقع ہو جائیگی۔ حقائق مین مذکور ہی مین کہتا ہون مصنف کی مراد یہ ہی کہ اوسوقت ایک طلاق بائن کے عدت میں ایک طلاق بائن ہو یہ ضرور نہین ہے کہ یہ طلاق بائن اصل مین فی الفور دی ہو بلکہ چاہی یہ بھی کسی شرط کے ساتھ معلق کرکے دی ہو اور اوس شرط کے پائے جانیسے وہ بالفعل ثابت ہوگئی ہو مثلا کہے اگر مین اس کام کو کرون تو خدا کا حلال میرے اوپر حرام ہے اور پھر دوسرے کسی کام کو بھی اسیطرح کہی اور اون دونون کامون سے ایک کام اوس سے صادر ہو جائے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائیگی اور پھر دوسرا کام بھی وہ کرے تو ظہیر الدین مرغینانی کہتے ہین دوسری طلاق کا بھی واقع ہونا چاہیے جس طرح پہلی فی الفور ہو اور دوسری معلق ہو تو واقع ہو جاتی ہی یہ مسئلہ اغتنامات مین سے ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہی۔

(٢٥٩) ولو قال کلما تزوجھا فطالق فتزوجھا فی یوم ثلثا ای ثلث مرات ودخل بھا فی کل مرۃ الزمہ ای محمد الزوج باربعۃ مھور ونصف مھر وابانھا ای قال محمد بانت منہ بثلث طلقات۔

(٢٥٩) اگر کہا جب مین اوس عورت سے نکاح کرون اوسپر طلاق ہے اور ایک دن مین اوس عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ اوس سے صحبت کی تو امام محمد رح کے نزدیک ساڑھے چار مہر اوسپر لازم ہونگے اور تین طلاقین اوسپر پڑ جائینگی اور علاحدہ ہو جائیگی۔

* * * * * *

(٢٦٠) وحکما بطلقتین ومھرین ونصف مھر۔

(٢٦٠) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر دو طلاقین واقع ہونگی اور اڑہائی مہر دینے پڑینگے۔

(۲۶۱) وهذا الخلاف مبني على ما تقدم في النكاح من ان المبانة اذا نكحها الزوج في عدتها وطلقها قبل الدخول بها فعليها اتمام العدة الاولى لان الدخول في النكاح الاول ليس بدخول في الثاني عنده فعليها عدة مستقلة عندهما لان الدخول في الاول دخول في الثاني فمحمد يقول بالتزوج الاول طلقت ولها نصف المهر وبالدخول بعده مهر آخر وبالتزوج الثاني طلقت ايضا ولها نصف مهر وبالدخول الثاني مهر ايضا وبالتزوج الثالث والدخول الثالث لها مهر ونصف مهر فصار اربعة مهور ونصف مهر وهما يقولان بالتزوج الاول والدخول بعده لها مهر ونصف مهر وبالتزوج الثاني مهر تام لان هذا الطلاق بعد الدخول لكون الدخول الاول دخولا في الثاني وبالدخول الثاني صار مراجعا ولا يجب شيء ولا اعتبار بالتزوج الثالث لان نكاح المنكوحة غير صحيح۔

(۲۶۱) اصل اس اختلاف کا منشا وہی ہے جو باب نکاح مین بیان ہوچکا کہ جس عورت کو طلاق بائن دیجاے اور پھر خاوند اوسکی عدت مین اوس سے نکاح کرے اور قبل از دخول اوسکو پھر طلاق دیدے تو اوسکو پہلی عدت کا پورا کرنا پڑتا ہے اسواسطے نکاح اول مین دخول کرنا امام محمد رح کے نزدیک نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا اور اون دونون کے نزدیک ایک جدا عدت اوسپر لازم ہوگی کیونکہ نکاح اول مین دخول کرنا نکاح ثانی مین دخول نہ سمجھا جائیگا۔ اس بناء کے موافق امام محمد رح صورت مذکورہ مین فرماتے ہین کہ پہلی مرتبہ نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر اوسکے لیے لازم ہوگیا اور پھر اوسکے بعد دخول کرنیسے ایک مہر اور لازم ہوا اور دوسری مرتبہ بھی نکاح کرتے ہی اوسپر طلاق ہوگئی اور نصف مہر واجب ہوگیا اور اوسکے بعد بھی دخول کرنیسے ایک مہر اور واجب ہوا اسیطرح تیسری مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا غرض ہر دفعہ نکاح اور دخول سے ڈیڑھ مہر واجب ہوگا اور سب ساڑھے چار مہر واجب ہونگے۔ اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب فرماتے ہین اول مرتبہ نکاح کرنے اور دخول کرنیسے ڈیڑھ مہر واجب ہوا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے ایک پورا مہر واجب ہوگا اسلیے کہ یہ طلاق بعد الدخول ہے کیونکہ اول نکاح مین دخول کرنا دوسرے نکاح مین دخول سمجھا جاتا ہی اور اب جو دوسرے نکاح مین دخول کیا ہے اوس سے رجعت ثابت ہوجائیگی اور کچھہ نہ واجب ہوگا اور تیسرے نکاح کا کچھہ اعتبار نہین اسلیے کہ پہلے ہی سے وہ نکاح مین ہے اب اوسکا نکاح صحیح نہین ہی۔

(۲۶۲) او بانا يعني لو قال كلما

(۲۶۲) اگر کہا جب بھی مین اوس سے نکاح کرون جب ہی وہ

تزوجها فبانت فتزوجها في يوم ثلث مرات فدخل بها في كل مرة الزمه بتلك المهور اي قال محمد لها اربعة مهور ونصف اعتبارا بالمسئلة السابقة وهما بخمسة ونصف وبانت بثلاث اتفاقا هما قالا وجب لها بالنكاح الاول وبالدخول بعده مهر ونصف مهر وبالنكاح الثاني طلقت ثانيا ولها مهر كامل لانه طلاق بعد الدخول على اصلهما ومهر اخر بالدخول بعده للشبهة ولم يصر به مراجعا لان الطلاق بائن وبالنكاح ثالثا طلقت ثالثا ولها مهر وبالدخول بعده مهر اخر فصار خمسة مهور ونصف مهر ثلثة مهور وجبت بثلثة دخول ونصف مهر بالنكاح الاول ومهران بالنكاحين الاخرين۔

مجسے علیحدہ ہو اور ایکدن مین اُس سے تین مرتبہ نکاح کیا اور ہر مرتبہ دخول کیا تو امام محمد رح کے نزدیک پہلے مسئلہ کے اوپر قیاس کرکے ساڑہے چار مہر لازم ہونگے اور امام صاحب رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ساڑہے پانچ واجب ہونگے اور اسپر توسب کا اتفاق ہے کہ تین طلاقین واقع ہوکر علیحدہ ہوجائیگی امام صاحب رح اور امام ابویوسف رح کے نزدیک پہلی مرتبہ نکاح کرنے اور اوسکی بعد دخول کرنیسے ڈیڑہ مہر واجب ہوگیا اور دوسری مرتبہ نکاح کرنیسے دوسری مرتبہ اوسکو طلاق ہوئی اور ایک پورا مہر واجب ہوا اسلیے کہ طلاق بعد الدخول ہے اونکے قاعدہ کے موافق اور اوسکے بعد دخول کرنیسے بسبب شبہت کے ایک مہر اور واجب ہوا اور یہ دخول یہان رجعت نہ سمجھا جائیگا کیونکہ طلاق بائن ہے اور تیسری مرتبہ نکاح کرنیسے تیسری طلاق واقع ہوگی اور ایک مہر واجب ہوگا اور پہر دخول کرنیسے ایک اور واجب ہوگا اس حساب سے ساڑہے پانچ مہر واجب ہونگے تین مہر تو تین مرتبہ دخول کرنیسے اور آدہا مہر نکاح اول سے اور دو مہر دوسرے دو نکاحون سے

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۲۶۳) ولو اختلفا في الشرط اي في اصله او في تحققه كان القول له لانه منكر والبينة لها لانها مدعية

(۲۶۳) خاوند بیوی مین اگر شرط کے اندر اختلاف ہوا خواہ شرط کے مقرر ہی ہونیمین خواہ اوسکے پائے جانے مین تو خاوند کا قول ہی معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور عورت سے بینہ لیجائیگی کیونکہ وہ مدعیہ ہے۔

(۲۶۴) فان استفيد منها اي ان كانت الشرط معروفا من جهتها

(۲۶۴) اگر اس قسم کی شرط ہے جو عورت کے بیان سے معلوم ہوسکتی ہے تو اوسکے حق مین اوسیکا

اعتبر قولها في حقها لانها امينة في الشرع و لهذا اقبل قولها في العدة اذا اخبرت با نقضائها ويحرم وطيها اذا اخبرت برؤية الدم و يحل اذا اخبرت بانقطاعه.

قول معتبر ہوگا کیونکہ اوسبات مین وہ شرع کی طرف سے امانت دار ہے اسلیے عدت کے اندر اوسکا قول معتبر ہوتا ہے جب وہ عدت کے گذرنیکی خبر دے اور اوس سے صحبت حرام ہو جاتی ہی اگر وہ اپنے آپ کو حیض مین بیان کرے اور صحبت حلال ہو جاتی ہی جب وہ حیض کے منقطع ہونیکی خبر دے

(٢٦٥) كان حضت فانت طالق و فلانة اى اذا قال لامرأته ان حضت فانت طالق و فلانة فاخبرت بانها حاضت طلقت خاصة لان اخبارها في المعنى شهادة بطلاق ضرتها فلا يسمع لانها متهمة في حقها.

(٢٦٥) اگر خاوند کہے کہ تجھکو حیض آوے تو تیرے اوپر اور فلان عورت کے اوپر طلاق ہی اور اوس نے اپنا حائضہ ہونا بیان کیا تو خاص اوسیکو طلاق ہو گی کیونکہ اوسکا اپنے حیض کی خبر دینا فی الحقیقت اپنی سوکن کی طلاق کی گواہی دینا ہے پس اوسکا قول معتبر نہوگا کیونکہ سوکن کے حق مین اوسکے ساتھ گمان بد ہوتا ہی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(٢٦٦) و في التبيين انما تقبل قولها اذا اخبرت و الحيض قائم فان انقطع لا تقبل قولها لانها ضرورية يشترط فيه قيام الشرط هذا اذا كذبها الزوج فان صدقها تطلق ضرتها ايضا لثبوت الحيض في حقها بتصديقه.

(٢٦٦) تبیین مین مذکور ہے اوسکا قول اوسوقت مقبول ہوگا کہ حالت حیض مین خبر دے اور اگر حیض منقطع ہو جانیکے بعد خبر دے تو اوسکا قول مقبول نہوگا اسلیے کہ وہ ضرورت کے سبب سے ثابت ہوتی لہٰذا شرط کا موجود ہونا اوسکے لیے ضرور ہے مگر سوکن کے اوپر اوسوقت طلاق واقع ہو گی کہ خاوند اوس عورت کی تکذیب کرے اور اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو سوکن کو بھی طلاق ہو جائیگی اسلیے کہ خاوند کے تصدیق کرنیسے سوکن کے حق مین بھی حیض ثابت ہو جائیگا۔

(٢٦٧) و يشترط استمرار الدم ثلثا اى ثلث ايام يعنى لا تطلق بمجرد روية الدم لاحتمال ان ينقطع فيما دون الثلث فاذا تمت ثلثة ايام كان دم حيض فيقع الطلاق من زمان الروية حتى لو لم يكن

(٢٦٧) حیض کے اندر یہ شرط ہی کہ تین دن تک برابر خون دیکھے فقط خون کے دیکھنے سے طلاق واقع نہوگی اسلیے کہ یہ ہو سکتا ہے تین روز سے کم مین منقطع ہو جائے مگر جب تین دن تمام ہو جائینگے تو وہ حیض کا خون شمار کیا جائیگا اور جب سے دیکھا ہے اوسیوقت سے طلاق ثابت ہو گی حتیٰ کہ اگر مدخولہ نہین ہے اور خون دیکھنے کے بعد

مدخولا بها فتزوجت بعد الرؤية بزوج اخر ثم تمادى الدم ثلثة صح نكاحها۔

اور پھر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اور پھر تین روز تک خون آتا رہا تو نکاح صحیح ہوگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(٢٦٨) فان قال حيضة يعني لو كان قال ان حضت حيضة فانت طالق فطهارتها اى يشترط طهارتها ولا تطلق قبلها لان الحيضة اسم للكاملة وكمالها بانتهائها وذلك بالطهر منها وكذا لو قال نصف حيضة لانها لا يتنصف۔

(٢٦٨) اگر یہ کہا ہے کہ تجھکو ایک حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو اوسوقت مین طلاق کے لیے حیض سے اوسکا پاک ہوجانا ضرور ہے اور پاک ہونیسے پہلے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک حیض جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب وہ تمام ہو جائے اور اوسکا تمام ہوجانا یہی ہے کہ اوس سے پاک ہوجائے اسیلیے اگر یہ کہا ہی تجھکو نصف حیض آوے تو تجھپر طلاق ہی تو پاک ہونا ضروری ہے اسلیے کہ حیض کی تنصیف نہین ہو سکتی۔

(٢٦٩) ولا لتعليق بمحبتها وبغضها اى اذا قال ان كنت تحبيني او تبغضيني فانت طالق وفلانة فقالت في المجلس احبك او ابغضك طلقت لان المحبة امر باطن انما يعرف من جهتها ولا تطلق فلانة لما سبق۔

(٢٦٩) خاوند نے کہا اگر تجھکو میرے ساتھ محبت ہے یا عداوت تو تجھپر طلاق ہی اور فلان عورت پر طلاق ہی اور اوسی جگہ عورت نے یہ کہدیا کہ مجھے تیرے ساتھ محبت ہے یا عداوت ہے تو طلاق ہو جائیگی اسلیے کہ یہ باطنی امر ہین اوسکے کہنے سے ہی معلوم ہو سکتے ہین اور دوسرے عورت کو طلاق نہ ہوگی اور اوسکی وجہ گذر چکی۔

(٢٧٠) قيدنا بقولنا في المجلس لانها لو قالت بعده لا تطلق لان التعليق بمحبتها يشبه بتخييرها من حيث ان فيه جعل الامر الى اختيارها۔

(٢٧٠) یہ قید کہ اوسی جگہ وہ محبت یا عداوت کو بیان کر دے اسیلیے لگائی ہی کہ اگر بعد کو کبھی کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسلیے کہ اوسکی محبت کو شرط کرنا ایسا ہے جیساکہ اوسکو طلاق کا اختیار دیدینا کیونکہ اسمین بھی طلاق اوسکے اختیار مین ہوتی ہی۔

(٢٧١) فان قال بقلبك اى ان قال ان كنت تحبيني بقلبك فانت طالق فقالت احبك وكذبها الزوج عكس

(٢٧١) خاوند نے کہا اگر تو دل سے مجھکو چاہتی ہی تو تجھپر طلاق ہے اور اوس نے کہا مین تجھے دل سے چاہتی ہون اور خاوند نے کہا تو جھوٹ کہتی ہے تو

اى قال محمد لا تطلق واوقعاه اى قالا تطلق۔

امام محمد رح کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی مگر امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوجائیگی۔

(۲۷۲) قيد نا بتكذيب الزوج لانه لو صدقها يقع الطلاق عليها اجماعا كذا فى المصفى۔

(۲۷۲) خاوند کے جھٹلانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خاوند نے اوسکی تصدیق کی تو باجماع ائمہ اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی۔ کذا فی المصفی۔

(۲۷۳) اقول قوله واوقعاه فى طرف النفى من قوله عكس وكان عليه ان لا يردف قولهما وانما اردفه لكونه غير صريح فى النفى ولو قال مكان قوله عكس ما اوقع لكان قولهما معلوما منه صريحا وكان اخصر۔

(۲۷۳) مین کہتا ہون مصنف کا قول (واوقعاه) طرف نفی مین واقع ہوا ہے اس قول سے (وعکس) اسلئے اوسکے بعد اسکے ذکر کرنیکی ضرورت نہین تھی مگر چونکہ قول اول صراحۃً دوسرا قول سمجھ مین نہین آتا لہذا اوسکے ذکر کرنیکی ضرورت ہوئی اور اگر (عکس) کی جسگہ (ما اوقع) کا لفظ کہتا تو ان دونون کا قول امام محمد رح کے اس قول کے بیان کرنیسے سمجھ مین آجاتا اور مختصر بھی بہت ہوتا۔

(۲۷۴) له انه لما قيد المحبة بالقلب ابطل كون اللسان خلفا عما فى القلب وحقيقة الحب فيه غير معلومة ولهما ان المحبة لما تكون بالقلب فتقييدها به واطلاقها سواء

(۲۷۴) امام محمد رح کی دلیل عدم وقوع طلاق مین یہ ہی کہ جب اوس نے صورت مذکورہ مین محبت کو قلب کے ساتھ مقید کیا ہی تو اوس نے دل کی بات پر زبانی بات کی قائمقام ہونیکو باطل کردیا اور دل کے اندر حقیقۃً محبت کا پایا جانا معلوم نہین ہوسکتا لہذا طلاق نہ واقع ہوگی اور ان دونوں کی دلیل یہ ہی کہ محبت تو جبکہ دل سے ہوتی ہی تو اوس مین دل کی قید لگانا اور نہ لگانا دونون برابر ہین

(۲۷۵) وفى النهاية هذه المسئلة تفارق المسئلة الاولى بوجهين احدهما ان هذه يقتصر على المجلس لما فيه من معنى التخيير لانه جعل امر الطلاق الى اختيارها وفى مسئلة الحيض لا يقتصر كسائر التعليقات والثانى لو كانت كاذبة فى مسئلة

(۲۷۵) نہایہ مین مذکور ہے اس صورت اور پہلی صورت یعنی حیض کی صورت مین دو طرح سے فرق ہے اول تو یہ کہ یہ مجلس پر مقصور ہے اسواسطے کہ اس مین تخییر کے معنی پائے جاتے ہین اسلئے کہ طلاق کو خاوند نے اسکے اختیار پر کردیا ہی۔ اور حیض کے ساتھ مشروط کرنیکی صورت مین مجلس پر منحصر نہین ہی جیسے اور شروط کا حال ہے دوسرا فرق یہ ہی کہ حیض کی صورت مین اگر عورت نے جھوٹ بولدیا تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اور محبت کے ساتھ مشروط کرنیکی صورت مین

الحیض لا یقع فیما بینه و بین الله و فی مسئلة المحبة یقع لان حقیقة المحبة و البغض مما لا یوقف علیه لان القلب ینقلب لا یستقر علی شیء فصار الشرط هو الاخبار عن المحبة وقد وجد۔

عند اللہ بھی واقع ہو جائیگی اسلیے کہ حقیقت مین محبت اور عداوت ایسی چیز ہی کہ آدمی اوسپر پورے طور سے واقف نہین ہو سکتا اسواسطے کہ آدمی کا دل لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہی اور ایک ٹھکانے سے نہین رہتا پس محبت کا شرط کرنا فی الحقیقت بیان محبت کا شرط کرنا ہوا اور بیان موجود ہی ہے۔

فصل فی الاختیار والمشیئة

فصل اختیار دینا اور خواستگاری طلاق کے بیان مین

۲۷۶، و اذا قال اختاری ینوی الطلاق تقید بالمجلس لما روی عن عمر و عثمان رضی الله عنهما انهما قالا فی حق الزوجة المخیرة لها الخیار ما دامت فی مجلسها۔

۲۷۶، اگر خاوند نے بیوی سے کہا (اختاری) یعنے تو خود مختار ہو جا اور اس سے اوسنے طلاق مراد لی ہے تو یہ بھی مجلس پر منحصر ہوگا اسواسطے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہی کہ اونھون نے مخیرہ کے حق مین فرمایا ہی کہ جبتک وہ اپنی مجلس مین ہی اوس وقت تک اوسکو اختیار رہیگا۔

۲۷۷، قید بقوله ینوی لان لفظ اختاری من الکنایات یحتمل انه اراد تخییرها فی غیر امر الطلاق۔

۲۷۷، یہ قید کہ خاوند اوس سے طلاق کی نیت کرے اسواسطے زیادہ کی ہی کہ (اختاری) کا لفظ کنایات کے قبیلہ سے ہی اور اوس مین یہ بھی احتمال ہی کہ سواے طلاق کے اور کسی چیز مین اوس کو اختیار دینا مراد لیا ہو۔

۲۷۸، فان تبدل المجلس حقیقة بان ینتقل عنه الی مجلس اخر سواء انتقلت بنفسها او بغیرها او حکما بان تشتغل بعمل اخر لان مجلس الاکل غیر مجلس الکتابة بطل خیارها لوجود دلیل الاعراض عما فوض

۲۷۸، اگر (اختاری) کے کہنے کے بعد مجلس حقیقةً یا حکماً بدلگئی تو عورت کا اختیار باطل ہو جائیگا حقیقةً بدل جانیکی صورت یہ ہی کہ وہ اوس جگہ سے دوسری جگہ چلی جائے خواہ خود یا کسی اور طرح سے اور حکماً کی یہ صورت ہی کہ ایک کام سے دوسرے کام مین مشغول ہو جاے اس لیے کہ کھانے کے مجلس اور ہی اور لکھنے کی دوسری ہی۔

۲۷۹، وکذا لو قامت من مجلسها و ان تذهب او زادت فی النفل

۲۷۹، اگر عورت اوس جگہ سے کھڑی ہو جائے یا چلی جائے یا نماز نفل مین اون دو رکعت سے علاوہ

على ركعتين۔

(٢٨٠) واما لو كانت قائمة فجلست او متكئة فقعدت او طلبت اباها للمشورة او شهودا للشهادة او اكلت شيئا يسيرا او لبست ثوبا من غير ان تقوم لا يبطل۔

(٢٨١) وان اختارت نفسها اي قالت اخترت نفسي۔

(٢٨٢) كانت بائنة ولو قالت طلقت نفسي في جواب قول الزوج اختاري فالمذكور في الهداية انها رجعية وفي شرح الوافي الصواب انها بائنة لان العامل في وصف الطلاق تخيير الزوج دون ايقاعها ولهذا لو امرها بايقاع البائن واوقعت رجعيا او بالعكس وقع ما امر به دون ما اوقعته۔

(٢٨٣) فان قيل المفوض اليها الاختيار وكان ينبغي ان لا يقع التطليق جوابا كما لو قالت اخترت نفسي في جواب قوله طلقي نفسك قلنا التطليق دخل في ضمن التخيير فقد اتت ببعض ما فوض اليها فصلح جوابا بخلاف الاختيار فانه ليس

جس میں اوسکو اختیار دیا گیا ہی اور نماز شروع کر دی تو

(۲۸۰) اگر عورت کھڑی تھی اوسکے کہنے کے بعد بیٹھ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور یہ سنکر سیدھی بیٹھ گئی یا مشورہ کے لیے اپنے باپ کو بلایا یا گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا یا اوسکے بعد تھوڑی سی چیز کھالی یا کپڑا پہن لیا اور جگہ سے کھڑی نہ ہوئی تو ان صورتوں میں اختیار باطل نہ ہوگا

(۲۸۱) اگر عورت نے خاوند کے اس قول کے جواب میں اوسی مجلس کے اندر کہدیا کہ میں خود مختار ہوگئی تو یہ طلاق بائن ہوگی

(۲۸۲) اگر خاوند کے قول کے جواب میں یہ کہا کہ میں نے آپکو طلاق دے لی تو ہدایہ میں مذکور ہی کہ یہ طلاق رجعی ہی اور شرح وافی میں مذکور ہی ٹھیک بات یہ ہی کہ یہ طلاق بائن ہی اس واسطے کہ طلاق کے بائن ہونے نہونے میں خاوند کے اختیار دینے کو دخل ہی عورت کے طلاق واقع کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں ولہذا اگر خاوند نے طلاق بائن واقع کرنے کا عورت کو حکم دیا اور اوس نے طلاق رجعی اپنے اوپر واقع کرلی یا اس کے عکس کیا تو جیسے طلاق کا خاوند نے حکم دیا ہی ویسی ہی طلاق واقع ہوگی جس طرح کی عورت نے واقع کرلی ہی وہ نہ واقع ہوگی

(۲۸۳) اگر کوئی یہ بات کہے کہ خاوند تو اوسکو اختیار طلاق دیتا ہی لہذا عورت اگر اوسکی جواب میں کہے اپنے آپکو طلاق دے لی تو طلاق نہ واقع ہونی چاہیے جس طرح اگر خاوند یہ کہے کہ تو اپنے آپکو طلاق دے لے اور وہ جواب میں یہ کہے کہ میں نے اپنی جان کا اختیار لیا تو ہماری طرف سے یہ جواب ہی کہ اختیار طلاق میں طلاق دینا بھی شامل ہی جب اوس نے یہ کہا کہ میں نے

من الفاظ الطلاق الا فی جواب التخییر۔

اپنے آپ کو طلاق دے لی تو جو چیز اوسکے سپرد کی گئی تھی اوس میں ایک جزو کو اوسنے لے لیا۔

(۲۸۴) ولم یوقعوا ثلثا وان نواها ای الزوج خلافا لمالک مر بیان خلافه فی الکنایات۔

(۲۸۴) خاوند کے (اختاری) کہنے اور بیوی کے (اخترت نفسی) کہنے سے کسی کے نزدیک تین طلاقیں نہیں واقع ہو سکتیں اگرچہ خاوند تین کی نیت کرے سوائے امام مالک کے اور کنایات کی باب میں امام مالک کے اختلاف کا بیان گذر چکا ہے

(۲۸۵) وانما لم یصح نیة الثلث فی الاختیار مع صحتها فی سائر الکنایات لان الاختیار لا یتنوع الی غلیظة وخفیفة کما یتنوع الابانة۔

(۲۸۵) سب الفاظ کنایات میں تو تین طلاق کی نیت صحیح ہو جاتی ہے مگر اختیار کے اندر تین کی نیت صحیح نہیں ہوتی اسواسطے کہ جس طرح بینونت غلیظہ اور خفیفہ ہوا کرتی ہے اختیار کی یہ قسمیں نہیں نکلتیں۔

* * * * * * * * * *

(۲۸۶) ولا بد من ذکر النفس فی کلامه بان قال اختاری نفسک او کلامها بان تقول اخترت نفسی حتی لو خلا کلام کلیهما عن ذکر النفس لا یقع لان الاختیار اذا وقع مبهما فی کلامین لا یصح ان یکون احدهما مفسرا للآخر

(۲۸۶) دونوں کے کلام میں سے ایک کے کلام میں طلاق کے واقع ہونے میں جان کا ذکر ضروری ہو خواہ خاوند یہ کہے کہ تو اپنی جان کے مختار ہو جا یا خاوند کچھ نہ کہے وہی کہہ دے کہ میں نے اپنی جان کا اختیار لے لیا پس اگر دونوں میں سے کسی کے کلام میں جان کا ذکر نہ ہوا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ جب دونوں کلاموں میں اختیار مبہم واقع ہوا ہو تو ایک دوسرے کی تفسیر نہیں ہو سکتا۔

(۲۸۷) وفی النهایة لو ذکر فی احد الکلامین ما یقوم مقام النفس کما لو قال اختاری اختیارة فقالت اخترت او قال اختاری فقالت اخترت اختیارة کان کذکر النفس لان الهاء دلیل الوحدة والمرة انما ینص علیها فیما یحتمل العدد والمحتمل له اختیارها

(۲۸۷) نہایہ میں مذکور ہے اگر دونوں کلاموں میں سے ایک کلام میں ایسی چیز ذکر کر دی جو قائم مقام نفس کی ہو جیسے خاوند نے کہا ایک دفعہ تو اختیار لیلے اور بیوی نے کہا میں نے اختیار لے لیا یا خاوند نے کہا تو اختیار لیلے اور اوس نے کہا میں نے ایک دفعہ اختیار لے لیا تو ایسا ہی ہوگا جیسے نفس کا ذکر کر دیا اس لیے کہ دفعات ایسی چیز میں نکل سکتی ہیں جس میں تعداد کا احتمال ہو اور تعداد کا احتمال عورت کے اختیار میں

نفسها لا اختيار الزوج۔

(٢٨٨) وفي الفوائد التاجية هذا اذا لم يصدقها الزوج انها اختارت نفسها اما اذا صدقها فيقع الطلاق بتصادقهما وان خلا كلامهما عن ذكر النفس ولو قال اختاري نفسك اليوم وبعد غد فردت اليوم اثبتناه اي الخيار بعد الغد۔

ہوسکتا ہے نہ خاوند کے اختیار میں کیونکہ وہ تو ہر وقت مختار ہے۔ (٢٨٨) فوائد تاجیہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ خاوند اس بات میں بیوی کی تصدیق نہ کرے کہ اوس نے اپنی نفس کا اختیار لے لیا ہے اور اگر خاوند نے تصدیق کر دی تو خواہ مخواہ اون کی باہم تصدیق کرنے سے طلاق واقع ہو جائیگی اگرچہ دونوں کا کلام نفس کے ذکر سے خالی ہو اگر خاوند نے کہا آج اور کل کے بعد تو اپنی جان کا اختیار لیلے اور عورت نے اُس دن اختیار لینے کو رد کر دیا تو کل کے بعد عورت کو اختیار طلاق ہوگا۔

* * * * * * * * * *

(٢٨٩) وقال زفر لا يثبت لانه خيار واحد في وقتين وبالرد في احدهما يبطل كما لو قال اختاري نفسك اليوم وغدا۔

(٢٨٩) امام زفر فرماتے ہیں کل کے بعد بھی اختیار ثابت نہ ہوگا اسلیے کہ وہ ایک ہی اختیار ہے جو دو وقتوں میں دیا گیا ہے اور ایک وقت میں رد کرنے سے دوسرے وقت میں بھی اختیار باطل ہو جائیگا جیسے یہ کہے کہ تو آج اور کل اپنا اختیار لیلے۔

(٢٩٠) ولنا انه ذكر الخيار وقتين وتخلل بينهما وقت لا يثبت فيه الخيار فلابد للظرفين من المظروفين فالثابت لها يكون خيارين بخلاف قوله اليوم وغدا لاتصال الوقتين فكان ذكر الغد لامتداد الامر الاول فكان الخيار فيه واحدا۔

(٢٩٠) ہماری دلیل یہ ہے کہ اوس نے اختیار کے دو وقت بیان کیے اور ایک وقت اوسکے بیچ میں داخل کر دیا کہ جس میں اوسکو اختیار ثابت نہیں ہے لہذا ان دو ظرفوں کے لیے مظروف بھی دو ہی چاہئیں پس اوسکو اس طرح سے دو اختیار ثابت ہونگے بخلاف اوس صورت کے کہ کہے آج اور کل تو اختیار لیلے کہ یہاں دونوں وقت متصل ہیں اور کل کا ذکر پہلے ہی دن کی اختیار کو بڑھانے کی غرض سے ہے پس یہ دونوں ان کا ایک ہی اختیار ہے۔

(٢٩١) اوكرر اختاري ثلثا اي لو قال لامرأته اختاري اختاري اختاري فقالت اخترت الاولى او الوسطى او الاخيرة فهي ثلث اي الطلقات ثلث عند ابي حنيفة

(٢٩١) اگر تین مرتبہ کہا کہ اختیار لیلے اختیار لیلے اختیار لیلے اور اوس نے کہا میں نے پہلے کو اختیار کر لیا یا اخیر کی کو یا درمیان کی کو تو امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں ہو جائینگی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوگی۔

وقالا واحدة۔

(۲۹۲) ولا حاجة هنا الى نية الزوج ولا الى ذكر النفس اتفاقا بدلالة التكرار لان اختيار الطلاق هو الذى يتكرر واختيار الزوج لا يتكرر هذا هو المذكور فى الهداية لكن المذكور فى البدائع والمحيط والزيادات النية شرط فيها۔

(۲۹۲) یہان پر بالاتفاق خاوند کی نیت کرنے نفس کے ذکر کرنیکی ضرورت نہین ہے اسلیئے کہ تکرار کرنے سے طلاق اور نفس سمجھ مین آسکتا ہے اسواسطے کہ عورت ہی کو طلاق کا اختیار مکرر ہوسکتا ہے اور خاوند کا اختیار مکرر نہین ہوتا ہدایہ مین اسیطرح مذکور ہے لیکن بدائع اور محیط اور زیادات مین مذکور ہے کہ اسمین بھی نیت طلاق شرط ہے۔

(۲۹۳) وفى التبيين ينبغى ان يكون حذف النية فيها لشهرتها لا لانها ليست بشرط۔

(۲۹۳) تبیین مین مذکور ہے بہتر یہ ہے کہ کہا جائے نیت چونکہ ایک لابدی اور مشہور چیز ہے اسلیئے اوسکو ذکر نہین کیا ہے یہ بات نہین ہے کہ نیت شرط ہی نہین۔

(۲۹۴) قيد بقوله اخترت الاولى لانه لو قالت اخترت التطليقة الاولى يقع واحدة اتفاقا ولو قالت اخترت او اخترت نفسى بمرة يقع ثلثا اتفاقا كذا فى الكافى۔

(۲۹۴) یہ قید کہ عورت کہے پہلے کو مین نے اختیار کرلیا اسلیئے لگائی ہے کہ اگر اوس نے کہا مین نے پہلی طلاق کو اختیار کرلیا تو بالاتفاق ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ مین نے اختیار کرلیا یا مین نے ایک مرتبہ اپنے نفس کے لیئے اختیار کرلیا تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونگی۔ کذا فى الكافى

(۲۹۵) لهما ان الزوج فوض اليها ثلث طلقات فى ضمن ثلث اختيارات فاذا قالت اخترت الاولى يكون معناه اخترت موجبها وهى طلقة واحدة وله ان الكلام اذا لغى فى حق الاصل لغى فى التبع وكلامها هذا يفيد الترتيب اصالة

(۲۹۵) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ خاوند نے تین اختیارات کی ضمن مین تین طلاقون کو اوسکے سپرد کیا ہے پس جب اوس نے کہا مین نے پہلی کو اختیار کرلیا تو اوسکے یہ معنی ہونگے کہ پہلے کی موجب کو اختیار کرلیا اور اوسکا موجب ایک طلاق ہے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک کلام اصل مفہوم کی اعتبار سے لغو ہوگیا تو جو اوس سے بالتبع مفہوم ہوتا ہے

والافراد تبعا واذا بطل في حق الترتيب اذ لا ترتيب بين المطلقات بطل في حق الافراد فبقي مجرد قولها اخترت فيقع الثلث كما لو اقتصر عليه ابتداءً۔

اوسکے اعتبار سے بھی لغو ہوجائیگا اور عورت کا یہ کلام اصل معنی کی اعتبار سے ترتیب کا مفید ہے اور بالتبع افراد طلاق کو چاہتا ہے اور جب ترتیب کی اعتبار سے وہ باطل ہے اسواسطے کہ طلاقون کے اندر ترتیب نہیں ہے پس طلاق کا ایک ہونا بھی باطل ہوگا اب صرف (اخترت) کی معنی رہگئے لہذا تین طلاقین واقع ہونگی جسطرح پہلے

(۲۹۶) او من ثلث اي اذا قال اختاري من ثلث طلقات ما شئت فلها اختيار واحدة اي لها ان تطلق نفسها واحدة او ثنتين لا غير اي ليس لها ان تطلق الثلث عند ابي حنيفة وقالا لها ان تطلق ثلثا ان شاءت لان هذا الكلام يستعمل للاستيعاب والعموم كما يقال خذ من طعامي ما شئت وله ان من ان جعلت للتبيين تكون عامة في كل الثلث وان جعلت للتبعيض تكون عامة في بعضها فلا يقع الثالثة بالشك بخلاف الطعام لان دلالة الحال يقتضي الجود ووقوع الثلثة مما يحترز عنه۔

(۲۹۶) اگر بیوی سے کہا تین طلاقون مین سے جسقدر تو چاہے اختیار کرلے تو وہ اپنے آپ کو ایک یا دو طلاقین دیسکتی ہے اور امام صاحب رح کے نزدیک تین طلاقین نہین دیسکتی صاحبین رح فرماتے ہین اگر چاہے تو وہ تین طلاقین بھی دیسکتی ہے اسواسطے کہ یہ کلام استیعاب اور عموم کے لیئے بولا جاتا ہے جیسے کوئی کہے میرے مال مین سے تو جسقدر چاہے لیلے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان دو احتمال ہوسکتے ہین یا تو تین طلاقین بیان واقع ہوئی ہین تب تو تینون مین حکم عام ہوگا اور تینون واقع ہونی چاہئین اور ایک احتمال یہ ہے کہ مراد یہ ہو کہ تین طلاقون کے اندر سے یعنی اونکا ایک جزو تو اختیار کرلے تو اوسکے موافق تیسری طلاق نہین واقع ہوسکتی پس ان دو احتمالون کی وجہ سے تیسری کے وقوع مین شک ہوگیا اور شک سے طلاق نہین واقع ہوتی بخلاف کہانے کے کہ قرینہ حالیہ جود کا مقتضی ہے اور تین طلاقون کا واقع کرنا ایسی چیز ہے کہ اوس سے احتراز چاہیئے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖
❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۲۹۷) ولو قال طلقي نفسك تقيد بالمجلس لانه في معنى تخيير زوجته في امر الطلاق وخيار المخيرة

(۲۹۷) اگر خاوند نے کہا اپنی جان کو طلاق دیدے تو یہ اوسی جلسہ کے ساتھہ خاص ہوگا اسلیئے کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے طلاق کے امر مین عورت کو اختیار دینا اور مخیرہ کے

نفسها مقيد بالمجلس باثار الصحابة فكذا هذا بخلاف قوله طلقي ضرتك حيث لا يتقيد بالمجلس لانها ليس في معنى المخيرة -

اختیار مجلس ہی پر مقصور ہونا آثار صحابہ سے ثابت ہے ایسے ہی یہ بھی ہے بخلاف اسبات کے کہ اوس سے کہا اپنی سوکن کو طلاق دیدے کہ یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص نہوگا کیونکہ وہ مخیرہ کے معنی میں نہیں ہے

(٢٩٨) وليس له الرجوع اى ليس للزوج ان يرجع عن كلامه لان فيه معنى اليمين اذ هو تعليق الطلاق بتطليقها واليمين تصرف لازم لا يصح الرجوع عنه لان الغرض منه الحمل على شئ او المنع منه فاذا صح الرجوع عنه لا يفيد فائدة فكذا ما في معناه -

(٢٩٨) خاوند یہ کہہ چکنے کے بعد کہ اپنے آپ کو طلاق دیدے اپنے کلام سے رجوع نہیں کر سکتا اسلیئے کہ حقیقت میں قسم ہے کیونکہ اوس میں طلاق کو اوسکی طلاق دینے پر معلق کیا ہے اور قسم ایک تصرف لازم ہے اور اوس سے رجوع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ قسم سے ایک کام کر لینا یا اوس سے باز رہنے پر نفس کا برانگیختہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور جب اوس سے رجوع صحیح ہو جایا کرے تو اوسکا پھر کیا فائدہ جب قسم میں رجوع صحیح نہیں ہے تو جو اوسکے معنی میں ہے اوس میں بھی صحیح نہوگا -

(٢٩٩) فان طلقت ولم يكن له نية او نوى واحدة كانت رجعية وان نوى ثلثا فاوقعتها اى طلقت نفسها ثلثا وقعت ولو نوى ثنتين لم يصح الا ان يكون امة سبق توجيهه في اول فصل الكناية -

(٢٩٩) اگر خاوند نے کہا کہ تو اپنی جان کو طلاق دیدے اور ایک طلاق کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دیدی تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر تین کی نیت کی تھی اور عورت نے تین طلاقیں دیں تو تین ہی واقع ہو جائینگی اور اگر دو طلاق کی نیت کی تو نیت صحیح نہوگی مگر جس صورت میں بیوی چھوکری ہو اسکی وجہ فصل کنایہ کی شروع میں بیان ہو چکی

(٣٠٠) او متى شئت اى اذا قال لها طلقي نفسك متى شئت عم ولم يتقيد بالمجلس لان كلمة متى عامة في الاوقات وكذا اذا ما ومتما

(٣٠٠) اگر کہا جب تو چاہے آپ کو طلاق دے لے تو یہ اختیار ہمیشہ کے لیئے ہوگا اور اوسی جلسہ پر مقصور نہوگا اسلیئے کہ کلمہ متی تمام اوقات کے لیئے عام ہے اسیطرح اگر کہا جس وقت تو چاہے یا جس زمانہ میں تو چاہے -

(٣٠١) او وكل به اى الزوج رجلا بطلاق امرأته عم وصح الرجوع

(٣٠١) اگر ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کے لیئے وکیل کیا تو یہ ہر وقت کے لیئے عام ہوگا کیونکہ توکیل ایکطرح کی استعانت ہے اور وہ

لانه توكيل والتوكيل استعانة فلا يلزم المجلس

اور وہ مجلس کے ساتھ مخصوص نہین ہے مگر رجوع کرسکیگا۔

(٣٠٢) او ان شئت اى لو قال طلق امرأتى ان شئت قيدناه بالمجلس ومنعنا عزله۔

(٣٠٢) اگر ایک شخص سے کہا تو چاہے تو میری بیوی کو طلاق دیدے تو ہمارے نزدیک اوسی جلسہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وکیل کو معزول نہین کرسکتا۔

(٣٠٣) وقال زفر لا يتقيد به ويملك عزله لانه توكيل وتقييده بالمشية لغو لانه انما يعمل بمشيته كما لو قال بع عبدى هذا ان شيت۔

(٣٠٣) امام زفرؒ فرماتے ہین مجلس کے ساتھ مخصوص نہوگا اور وکیل کو معزول کرسکیگا اسلیئے کہ وہ توکیل ہے اور اوسکی مشیت کے ساتھ مقید کرنا فضول ہے کیونکہ وہ تو جو چاہیگا وہی کریگا جیسے کسی سے کہے اگر تو چاہے تو میرے غلام کو فروخت کردے۔

(٣٠٤) ولنا انه تمليك لان تعليقه بالمشية يدل على اثبات المالكية له اذ المالك هو الذى يتصرف عن مشيئة نفسه بخلاف البيع لانه غير قابل للتعليق فبطل ذكر المشيئة ومعنى التمليك فيه۔

(٣٠٤) ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ مالک کرنا ہے کیونکہ مشیت کی قید لگانا اوسکے لیئے مالکیت ثابت کرنیکی دلیل ہے اسواسطے کہ مالک وہی ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے بخلاف بیع کے کہ اوسمین معلق ہونیکی صلاحیت نہین ہے پس وہان مشیت کا ذکر اور تملیک کے معنی باطل ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(٣٠٥) وفى المحيط لو قال طلق امرأتى ان شاءت لا يصير وكيلا ما لم تشاء ولها المشيئة فى مجلس علمها فاذا شاءت فصار وكيلا فطلاقه انما يقع فى مجلس مشيئتها ينبغى ان يحفظ هذا فان البلوى فيه عامة والوكلاء يوخرون الايقاع غافلين عن هذا۔

(٣٠٥) محیط مین مذکور ہے اگر ایک شخص سے کہا اگر میری بیوی چاہے تو تو اوسکو طلاق دیدے تو جبتک وہ نہ چاہیگی یہ شخص وکیل نہوسکیگا اور جس جلسہ مین عورت کو اسبات کا علم ہوا اوسی جلسہ مین چاہسکتی ہے جب اوس نے طلاق کو چاہا یہ شخص وکیل طلاق ہوجائیگا اور جس جلسہ مین عورت نے چاہا ہے اوسی جلسہ مین اوسکو طلاق دیسکیگا۔ یہ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہے اسلیئے کہ کثر تسے اسکا دستور ہوگیا ہے اور وکیلون کو کچھ خبر نہین ہوتی اور بعد اوس جلسہ علم کے جب چاہتے ہین طلاق دیدیتے ہین۔

(٣٠٦) او انت طالق كيف شيت فهو اى الطلاق واقع رجعيا عند ابى حنيفة مطلقا اى شاءت فى

(٣٠٦) اگر کہا جیسے تو چاہے ایسی ہی تیرے اوپر طلاق ہے تو امام صاحب کے نزدیک خواہ اوس جلسہ مین وہ چاہے یا نچاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوجائیگی مگر اوسکا بائن ہونا

المجلس اولم تشاء والكيفية اى كيفية الطلاق الواقع من كونه بائنا او واحدا او ثلثا متعلقة عن ابيحنيفة بمشيتها فى المجلس ان نوى فان شاءت بائنا او ثلثا يقع ان وافق نية الزوج حتى لولم يوافقها لغا تصرفها فبقى ايقاع الزوج وهذا ابناء على مذهبه من ان الرجعى يجوز ان يجعل بائنا او ثلثا وعلى ان المرأة مدخول بها اذ لولم يكن كذلك لا مشية لها اصلا عنده وعندهما لها المشية فى اصل الطلاق كما فى الوصف -

یا ایک یا تین ہونا اوسی جلسہ مین اوسکے چاہنے پر موقوف ہوگا بشرطیکہ خاوند نے بھی اوسکی نیت کی ہو پس اگر عورت نے طلاق بائن چاہی یا تین طلاقین چاہین تو واقع ہوجائینگی بشرطیکہ خاوند کی نیت کے مطابق ہو اگر اوسکی مطابق نہو تو عورت کا تصرف لغو ہوجائیگا اور صرف خاوند کے طرف سے ایقاع طلاق باقی رہجائیگا اسکی بنا امام صاحب رح کی مذہب پر ہے کہ طلاق رجعی بائن یا تین طلاقین ہوسکتی ہے اور اسبات پر کہ عورت مدخولہ ہو اسواسطے کہ اگر غیر مدخولہ ہو تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکے چاہنے کو کچھ دخل نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اصل طلاق کے اندر بھی اوسکے چاہنے کو دخل ہے جس طرح وصف طلاق کے ثابت ہونے مین دخل ہے —

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

(٣٧) وان لم يحضره النية يعتبر مشيتها جريا على موجب التخيير لانه اقامها مقام نفسه وهو يقدر ان يجعله بائنا او ثلثا بعدما وقع رجعيا فكذا من قام مقامه واوقعاه عليها اى الطلاق على مشيتها اصلا اى وقوعا ووصفا لان وصف الطلاق مفوض اليها فلو وقع فى الحال رجعيا يلزم وقوع الوصف بلا مشيتها وهو لا يجوز فيتعلق اصله بوصفه كما لو قال لها انت طالق كم شئت -

(٣٧) اگر خاوند نے یہ کہتے وقت کچھ نیت نہین کی تو عورت کے چاہنے کا تخییر کے معنی لحاظ کرکے اعتبار ہوگا اسواسطے کہ عورت کو اوس نے اپنا قائمقام کردیا اور خود تو وہ اوسکو رجعی واقع ہونیکے بعد بائن یا تین طلاق کرسکتا ہے تو وہ بھی کرسکیگی — صاحبین رح کے نزدیک ہر طرح سے طلاق اوسکے چاہنے پر موقوف ہے واقع بھی اوسیوقت ہوگی جب وہ چاہیگی اور رجعی یا بائن یا تین طلاقین بھی جب ہی ہونگی جب وہ چاہیگی اسلئے کہ طلاق کی صفت کو خاوند نے اوسکے حوالہ کیا ہے پس اگر فی الحال رجعی واقع ہو تو بدون اوسکے چاہنے کے صفت طلاق کا واقع ہونا لازم آئیگا اور یہ نہین ہوسکتا جسطرح وصف کا واقع ہونا اوسکی چاہنے پر موقوف ہے اسیطرح اصل طلاق کا واقع ہونا چاہیے یہ کہے کہ

(٣٠٨) وله ان التفويض في الوصف يستدعي وجود الاصل لان المعدوم لا يستوصف كما قال القائل يقول خليلي كيف صبرك بعدنا فقلت وهل صبر فتسأل عن كيف بخلاف كم شئت لان كلمة كم للعدد والطلاق المقارن بالعدد لا يقع بدونه۔

(٣٠٨) امام صاحب رح کی صورت مذکورہ میں بدون چاہے عورت کے طلاق رجعی واقع ہو جانے پر یہ دلیل ہے کہ صفت طلاق کی سپرد کرنا اصل طلاق کی وجود کو مقتضی ہے کیونکہ معدوم کی صفت نہیں ہو سکتی جیسے کسی شخص نے کہا ہے کہ میرا دوست کہتا ہے ہمارے بعد تجھے کیسے صبر ہوگا تو میں نے کہا صبر ہی کب ہوگا جو تو اوسکی کیفیت دریافت کرتا ہے بخلاف اوس صورت کی کہ خاوند کہے جسقدر تو چاہے اوسقدر تیرے اوپر طلاق ہے اسواسطے کہ یہان عدد طلاق مراد ہے

(٣٠٩) او ان شئتما اي لو قال لامرأتيه ان شئتما فانتما طالقان شرطنا المشيئة به اي بالطلاق عليهما منهما اي على المرأتين من المرأتين يعني انما تطلقان عندنا اذا شاءت كل واحدة منهما طلاقهما حتى لو شاءت احديهما دون الاخرى او ماتت او شاءتا طلاق احديهما لا يقع عندنا۔

(٣٠٩) اگر خاوند نے اپنی دو بیویوں سے کہا اگر تم دونوں چاہو تو تم دونوں پر طلاق ہے تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہونے میں دونوں کا دونوں کی طلاق چاہنا شرط ہے یعنے ہر ایک اس بات کو چاہے کہ دونوں پہ طلاق واقع ہو جائے تب تو واقع ہوگی ورنہ نہیں حتے کہ اگر ایک نے نہ چاہا یا ایک مر گئی یا دونوں نے یہ چاہا کہ ہم میں سے ایک کو طلاق ہو جائے تو ہمارے نزدیک کسی پہ طلاق نہ واقع ہوگی۔

(٣١٠) وقال زفر يقع على التي شاءت لانه اضاف المشيئة اليهما فينفرد كل منهما فيها كما لو قال ان ركبتما دابتيكما۔

(٣١٠) امام زفر رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں جس نے طلاق چاہی ہے اوسپر واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اوس نے دونوں کیطرف چاہنے کی نسبت کی ہے پس ہر ایک اپنے اپنے چاہنے میں منفرد ہو گی جیسے کہے اگر تم دونوں اپنی سواری پر سوار ہو

(٣١١) ولنا ان الشرط لا يتوزع على اجزاء المشروط والشرط مشيئتهما طلاقهما فلا ينزل الجزاء الا عند كمال الشرط كما لو قال ان كلمتما

(٣١١) ہماری دلیل یہ ہے کہ شرط مشروط کی اجزاء پر منقسم نہیں ہوا کرتی اور یہاں دونوں کے دونوں کی طلاق چاہنے کو شرط کیا ہے پس جزا یعنے مشروط اوسیوقت ثابت ہوگا جب یہ شرط پوری پوری پائی جائیگی جیسے کہے اگر تم دونوں زید سے بات کرو

زيدٌ افطالقان بخلاف ماذكره لان القياس متروك فيه للعرف۔

تو تم دونوں پر طلاق ہے بخلاف اوس صورت کے جس پر امام زفر رح نے قیاس کیا ہے اسواسطے کہ عرف کی وجہ سے اوس میں قیاس نہیں چلا سکتے۔

(۳۱۲) او انت طالق غدا ان شئت اثبتنا الخيار في الغد لا في المجلس اي قال زفر لها الخيار في المجلس

(۳۱۲) اگر کہا کل تیرے او پر طلاق ہو اگر تو چاہے تو کل کے دن ہمارے نزدیک اوسکو اختیار ثابت ہوگا نہ اس جلسہ میں جیسا کہ امام زفر رح فرماتے ہیں۔

(۳۱۳) قيد بتاخير الشرط اذ لو قدمه فقال ان شئت فانت طالق غدا ففي ظاهر المذهب ان لها الخيار في المجلس اتفاقا وعن ابي حنيفه ان لها الخيار في الغد ايضا اذا قدم الشرط لانه ملكها مشية الطلاق وهو موقت بالغد فكذا مشيته۔

(۳۱۳) ہم نے شرط کو موخر کرکے اسلئے بیان کیا ہو کہ اگر شرط کو مقدم کرکے کہا کہ تو چاہے تو کل تیرے او پر طلاق ہے تو ظاہر مذہب کے اعتبار سے بالاتفاق اوسکو مجلس میں ہے اختیار طلاق ہوگا اور امام صاحب رح سے ایک روایت یہ بھی کہ کل کے دن میں بھی اوسکو اختیار ہوگا اگر شرط کو مقدم کیا ہے اسواسطے کہ تو اوسنے طلاق کو چاہنے کا اوسکو مالک کیا ہے اور طلاق کل کے ساتھ موقت ہے پس اوسکا چاہنا بھی کل میں پایا جائیگا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۳۱۴) لزفر ان الطلاق مضاف الى الغد والمشية مطلقة فيقتصر على المجلس ولنا في الفرق ان الشرط اذا قدم يكون المشية في الحال ويقع غدا فيد الطلاق صورة مشيتها ان تقول شئت ان اكون طالقا غدا واذا اخر يكون المفوض اليها طلاقا مؤجلا فيقتصر على المجلس كما لو ملكها طلاقا معجلا بقوله طلقي نفسك يقيد بالمجلس فكذا المؤجل۔

(۳۱۴) امام زفر رح کی دلیل فقط اوسی جلسہ میں اختیار ثابت کرنیکی یہ ہے کہ طلاق کی نسبت تو کل کی طرف ہے اور مشیت کی نسبت کسی چیز کی طرف نہیں ہے لہذا امر صرف مجلس کے ساتھ ہی مخصوص ہوگی ہمارے نزدیک دونوں صورتوں میں فرق کرنے کی یہ وجہ ہے کہ جب شرط مقدم کیجائے تو مشیت تو فی الحال ثابت ہو گی اور کل کا دن طلاق کیلئے قید ہوگا اور اوسکے چاہنے کی صورت یہ ہوگی کہ میں اسبات کو چاہتی ہوں کہ کل کو مجھپر طلاق ہوجائے اور شرط موخر کیجائے تو گویا ایک طلاق معجل اوسکے اختیار میں دیدی پس یہ اختیار اوس جلسہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جیسے طلاق معجل کا اختیار اوسی جلسہ تک ہوتا ہے مثلا اگر بیوی سے کہے اپنی جان کو تو طلاق دیدے تو وہ

(۳۱۵) او ثلثا اى لو قال انت طالق ثلثا الا ان تشاءى واحدة فشائتها اى قالت شئت طلقة بحكم بها اى ابو يوسف بوقوع طلقة لان المفهوم من هذا الكلام انها اذا شاءت واحدة يقع عليها ولا يقع الثلث

(۳۱۵) اگر کہا تجھپر تین طلاقین ہین مگر جو تو ایک چاہے اور اوس نے ایک طلاق چاہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اوس کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر ایک چاہے گی تو اوس صورت مین تیرے اوپر ہی ایک ہو گی اور تین نہونگی

(۳۱۶) والغاها اى قال محمد لا تطلق لان معنى هذا الكلام ان لم تشاءى واحدة فانت طالق ثلثا لان الا ان اصله للغاية قال الله تعالى الا ان تقطع قلوبهم فان دخل فيما يتوقت جعل غاية فان دخل فيما لا يتوقت حمل على الشرط مجازا والطلاق مما لا يتوقت فاذا تشاءت الواحدة لا يقع شئ كما لو قال انت طالق ثلثا الا ان يقدم فلان فقدم فلان لا يقع شئ۔

(۳۱۶) امام صاحب رحمہ اللہ امام محمد صاحب رح کے نزدیک اوسکا کلام لغو ہو جائیگا کیونکہ اوسکے یہ معنی ہین کہ اگر تو ایک نہ چاہے تو تیرے اوپر تین ہین اسواسطے کہ عربی مین (اِلَّا اَنْ) کا لفظ اصل معنی کے اعتبار سے غایت کے لیے آتا ہے کقولہ تعالےٰ (الا ان تقطع قلوبہم) پس اگر ایسی چیز پر داخل ہو جو موقت ہوا کرتی ہے تب تو اوسکی غایت ہوتا ہے اور اگر ایک غیر موقت چیز پر داخل ہو تو مجازاً شرط کی اوپر محمول ہوتا ہے اور طلاق غیر موقت چیز ہے پس اگر اوس نے ایک طلاق چاہی تو کچھہ نہ واقع ہو گا جیسے کہی تیرے اوپر تین طلاقین مگر جو فلان شخص آگیا اور وہ شخص آگیا تو کچھہ واقع نہو گا۔

(۳۱۷) او ان شاء الله اى لو قال انت طالق ان شاء الله متصلا لم يوقعه وقال مالك يقع لان شرطه تحقق اذ لو لم يشاء الله لما اجرى على لسانه التطليق ولنا ان مشيئة الله وقوعه غير معارضة فلا يقع مشيئته كما لو علق بمشيئة انسان غائب لا توقف عليه والجاری على لسانه تعليق

(۳۱۷) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے اگر خدا چاہے تو کسی کے نزدیک طلاق نہین واقع ہوتی مگر امام مالک رح فرماتے ہین واقع ہو جاتی ہے امام مالک رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکی شرط یعنی مشیت آلہی متحقق ہو گئی اسواسطے کہ اگر خدا نہ چاہتا تو اوس کی زبان سے طلاق نہ نکلواتا ہماری یہ دلیل ہے کہ یہ تو معلوم نہین ہوا کہ خدا نے اوسکا وقوع چاہا ہے پس مشیت آلہی متحقق نہ سمجھی جائیگی جیسے کسی غائب آدمی کی مشیت کو شرط کیا ہو جسپر آگاہی نہین ہو سکتی۔ اور باقی رہا اوسکی زبان سے طلاق کا نکلنا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ وہ صرف تعلیق تھی۔

لا التطلیق۔

دبان سے طلاق دی تو نہیں ہو بلکہ طلاق کو معلق بالشرط کیا ہے۔

(۳۱۸) وفی المحیط لو سکت قدر ما یتنفس له الانسان او عطس ثم قال ان شاء الله صح الاستثناء لمکان العذر۔

(۳۱۸) محیط میں مذکور ہے اگر طلاق دیکر بقدر ایک سانس کے تھم گیا یا اوس نے چھینک لیا اور پھر ان شاء اللہ کہدیا تو استثناء صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمیں عذر کے گنجایش ہے۔

(۳۱۹) ولو حرك لسانه بالاستثناء ولم یکن مسموعا یصح عند الکرخی ولا یصح عند الهندوانی۔

(۳۱۹) اگر فقط زبان ہلادے اور ان شاء اللہ کا لفظ سننے میں نہ آیا تو کرخی کے نزدیک صحیح ہے اور ہندوانی کے نزدیک طلاق پڑجائیگی۔

(۳۲۰) وفی الزیادات لو قال انت طالق بمشیة الله او بارادته لا یقع لانه مستعمل للتعلیق ولو قال لمشیة الله او لارادته یقع لان اللام للتعلیل فکانه قال انت طالق لان الله شاء۔

(۳۲۰) زیادات میں ہے اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے بمشیت الٰہی یا بارادۂ الٰہی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسلئے کہ یہ بھی شرط کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اگر کہا خدا کے چاہنے سے یا اوس کے ارادہ سے تو طلاق واقع ہوجائیگی اسلئے کہ یہاں ارادہ اور مشیت علت سمجھا جائیگا اور گویا یہ کہا کہ تیرے اوپر طلاق ہے اسواسطے کہ خدا نے چاہا ہے۔

(۳۲۱) ولو قال بامر الله یقع فی الحال لانه مستعمل للتحقیق ولو قال فی امر الله او فی ارادته لا یقع لان حرف فی مجاز عن الشرط۔

(۳۲۱) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہے بحکم الٰہی تو فی الفور واقع ہوجائیگی اسلئے کہ یہ ایک امر کے تحقیق کرنے کے واسطے کہا جاتا ہے۔ اور اگر کہا حکم الٰہی یا ارادۂ الٰہی میں تو واقع نہ ہوگی اسلئے کہ یہ بھی شرط کے لئے ہے۔

(۳۲۲) او ثلثا وثلثا ای لو قال انت طالق ثلثا وثلثا او قال لعبده انت حر وحر ان شاء الله فالمعطوف فصل فلا یقع الطلاق ای قال ابوحنیفة طلقت ثلثا وقالا لا تطلق لان التکرار شائع فیحمل علیه تصحیحا لکلامه فلا یبطل اتصال

(۳۲۲) اگر کہا تیرے اوپر طلاق ہیں تین اور تین ان شاء اللہ یا اپنی غلام سے کہا تو آزاد ہے اور آزاد ان شاء اللہ تو دوسرا لفظ جدا سمجھا جائیگا یعنی امام صاحب رح کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجائینگی اور غلام آزاد ہوجائیگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک طلاقیں نہ واقع ہونگی اور غلام نہ آزاد ہوگا اسلئے کہ تکرار اکثر کردیا کرتے ہیں تو اوسکے کلام کے صحیح کرنیکے لئے تکرار پر ہی محمول کیا جائیگا اور استثناء کا متصل

الاستثناء۔

کرنا باطل ہوگا

(۳۲۳) وله ان قوله وثلثا لغو لا فائدة فيه اذ التغليظ فهم مما قبله ولا يجوز ان يكون تاكيدا لتخلل واو العطف فيمنع المعطوف عن اتصال الاستثناء فيقع۔

(۳۲۳) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ دوسرا لفظ لغو ہے اور اوسکا کچھ حاصل نہین اسلئے کہ حرمت مغلظہ تو پہلی کہنے سے پہلی اوسکو ثابت ہو چکی اور حرف عطف کی موجود ہونیکی وجہ سے تاکید بھی نہین ہو سکتا پس اس معطوف کی حائل ہونیکی وجہ سے معطوف علیہ کے ساتھ استثناء متصل نہو سکیگا لہذا واقع ہو جائینگی۔

(۳۲۴) او انشاء الله اى لو قال انشاء الله انت طالق يجعله اى ابو يوسف هذا القول تعليقا وهما تطليقا۔

(۳۲۴) اگر انشاء اللہ کو مقدم کر کے کہا انشاء اللہ تیرے اوپر طلاق ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قول تعلیق ہے اور باقی دونون کے نزدیک طلاق ہے۔

(۳۲۵) له ان المبطل متصل بالايجاب فيبطل حكمه كما لو اخر قوله ان شاء الله ولهما ان الموضوع لارتباط الجملتين وهو الفاء منتف هنا فلا يتصل بلا اداته فيبقى قوله انت طالق منجزا بخلاف تاخير الشرط لان الجزاء حينئذ يكون موقوفا على ما بعده لوجود المغير فيه ولو استثنى من الثلث ثنتين اى لو قال انت طالق ثلثا الا ثنتين وقعت واحدة

(۳۲۵) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ ایجاب کے ساتھ اوسکا مبطل موجود ہے لہذا اوسکا حکم باطل ہو جائیگا جس طرح موخر کرنیکی صورت مین امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کی یہ دلیل ہے کہ دو جملون مین باہم ارتباط کے لئے جو حرف موضوع ہے یعنی (ف) یا اردو مین (تو) وہ یہان نہین پایا جاتا اور بدون حرف ارتباط کے اونمین اتصال نہین ہو سکتا جب اتصال نہوا تو صرف ایک جملہ طلاق کا بدون شرط کے رہگیا جو فی الفور طلاق کے لئے ہے بخلاف شرط کے موخر کرنیکی صورت کی کہ وہان پر خواہ مخواہ جزا اپنی ما بعد پر موقوف ہوگی کیونکہ اوسکے اندر ماقبل کا بدلنے والا یعنے استثنا موجود ہے۔

(۳۲۶) او واحدة بالنصب اى لو استثنى من الثلث واحدة وقال انت طالق ثلثا الا واحدة فثنتان ولو قال انت طالق ثلثا الا ثلثا وقع ثلث لبطلان الاستثناء۔

(۳۲۶) اگر تین طلاقون مین سے دو کو خارج کر دیا اور کہا تیرے اوپر تین طلاقین ہین مگر دو تو ایک واقع ہوگی۔ اور اگر تین مین سے ایک کو خارج کر دیا اور کہا تیرے اوپر تین طلاقین ہین مگر ایک تو دو واقع ہونگی اور اگر کہا تیرے اوپر تین طلاقین ہین مگر تین تو تین واقع ہونگی اسلئے کہ یہان

وفی المحیط اذا اوقع اکثر من ثلث ثم استثنی منه الثلث کان الاستثناء من جملة الکلام لا من الثلث۔

استثنا باطل ہے۔
محیط میں مذکور ہے اگر تین طلاق سے زیادہ دین اور تین کا اوسمین سے استثنا کیا تو وہ سب مین سے خارج کیجائینگی یہ نہین کہ تین ہی مین سے خارج کیجائین۔

فصل فی طلاق الفار

فصل طلاق فار کی بیانمین

(٣٢٧) ومن ابان امرأته فی مرضه ای فی مرض موته بلا سوالها ولا برضاء منها وهو ما یکون الهلاک فیه غالبا حتی اذا طلق راکب السفینة امرأته لا یکون فارا ولو انکسرت السفینة ثم طلق یکون فارا ثم مات فی العدة ورثها ای نعطی لها میراثا منه۔

(٣٢٧) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین بلا اوسکی سوال اور بلا اوسکی رضامندی کے طلاق بائن دیدی اور اوسکی حالت عدت مین مرگیا تو ہمارے نزدیک اوسکو ورثہ ملیگا۔ مرض الموت وہ مرض ہے جس سے مریض اکثر جانبر نہو سکے حتے کہ اگر کشتی مین بیٹھا ہوا اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ فار شمار کیاجائیگا اور اگر کشتی شکست ہوجانیکے بعد طلاق دی تو فار ہوگا۔

(٣٢٨) وقال الشافعی لا یرث۔

(٣٢٨) امام شافعی رحمہ کے نزدیک اوس مطلقہ کو ورثہ نہین پہونچتا۔

(٣٢٩) قید بالابانة واراد بها الثلث لان الرجعی لا یقطع الارث سواء وقع فی المرض او فی الصحة اتفاقا والابانة فی تحقیق الخلاف متصورة فی الثلث لان الکنایات کلها رواجع عنده

(٣٢٩) طلاق بائن کی اسلیئے قید لگائی ہی کہ رجعی بالاتفاق مانع ورثہ نہین ہوتی خواہ مرض کے حالتمین ہو یا صحت کے حالت مین اور بائن سے بھی تین طلاقین یہان مراد ہین اسواسطے کہ اختلاف مذکور اوسیوقت ثابت ہوگا کہ جب تین طلاقین دے اسواسطے کہ امام شافعی رحمہ کے نزدیک سب کنایات طلاق رجعی ہوتے ہین۔

(٣٣٠) وقیدنا بمرض الموت لانه اذا طلقها بائنا فی مرض ثم صح ثم مات لا ترث اتفاقا وقیدنا بکون الطلاق بلا سوالها لانه لو طلقها بسوالها لا ترث اتفاقا وقید بموت الزوج لانها لو ماتت لا یرثه الزوج منها اتفاقا من الحقائق۔

(٣٣٠) مرض الموت کی قید ہم نے اسلیئے لگائی ہے کہ اگر ایک مرتبہ مرض کیحالت مین طلاق بائن دی اور پھر صحیح وسالم ہوگیا اور پھر مرگیا تو بالاتفاق عورت وارث نہوگی اور خاوند کے مرنیکی صورت اسلیئے ذکر کی ہی کہ اگر عورت مرگئی تو خاوند بالاتفاق وارث نہوگا۔ من الحقائق۔

(٣٣١) له ان الزوجية زالت بجميع احكامها فلا يستحق الارث ولنا ان الزوج قصد ابطال ارثها فيرد عليه قصده الى انقضاء العدة دفعا للضرر عنها فيجعل النكاح باقيا حكما ما بقيت العدة۔

(٣٣١) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے سے علاقہ زوجیت کا مجمع احکامہا جاتا رہا لہذا ورثہ کے مستحق نہ ہوگی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ایسی وقت میں طلاق دینے سے خاوند نے ورثہ کی اندر اوسکا حق باطل کرنا چاہا ہے لہذا عورت سے ضرر دفع کرنیکے لئے انقضاے عدت تک اوسکا یہ قصد رد کر دیا جائیگا اور تا بقاے عدت حکماً نکاح کو باقی سمجھیں گے۔

(٣٣٢) اعلم ان الفرار كما يثبت من جانب الزوج يثبت من جانب الزوجة كما اذا ارتدت وهي مريضة فماتت يرثها زوجها لانها فارة عن ميراثه كذا في النهاية۔

(٣٣٢) جاننا چاہئے کہ جس طرح خاوند کی طرف سے گریز ہوا کرتی ہے بیوی کی طرف سے بھی ہوتی ہے تو وہاں خاوند وارث ہو جاتا ہے جس طرح اپنی مرض الموت کی حالت میں عورت مرتد ہو کر مر جائے تو خاوند اوسکا وارث ہوگا اسلئے کہ وہ خاوند کو ورثہ دینے سے گریز کرتی ہے۔ کذا فی النہایہ۔

(٣٣٣) وشرطا كونها في العدة وقال مالك ترث بعد العدة ما لم يتزوج لقول ابي بن كعب رضي الله عنه امرأة الفار ترث ما لم يتزوج ولنا ما روي عن عمر امرأة الفار ترث ما دامت في العدة وما رواه يحتمل ان يراد به ما لم يتمكن من التزوج اي ما دامت في العدة وما رويناه محكم فالاخذ به اولى۔

(٣٣٣) سب ائمہ کے نزدیک عورت کو ورثہ پانیکے لئے عدت میں ہونا شرط ہے مگر امام مالک رح فرماتے ہیں بعد انقضاے عدت کی بھی ورثہ پائیگی جبتک دوسرے سے نکاح نکرے اسواسطے کہ ابی بن کعب فرماتے ہیں فار کی بیوی جبتک وارث ہے کہ جبتک نکاح نکرے ہماری دلیل حضرت عمر رض کا قول ہے کہ فار کی بیوی جبتک عدت میں ہوتی ہی ورثہ پاسکتی ہے اور وہ جو امام مالک نے روایت بیان کی ہے اوسکے یہ معنی ہو سکتے ہیں جبتک نکاح نکر سکے اوس وقت تک ورثہ پاسکتی ہے اور وہ عدت کی مدت ہے اور جو روایت ہم نے بیان کی ہے وہ محکم ہے اور اوسی پر عمل اولی ہے۔

(٣٣٤) تجعلها اي ابو يوسف عدة مطلقة الفار طلاقا بائنا بالاقراء

(٣٣٤) مرض الموت میں جس عورت کو طلاق بائن دیگئی ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکی عدت تین حیض ہیں اور

ای بالحیض و هما بابعد الاجلین ای فالاعدتها بالجمع بین ثلث حیض واربعة اشهر وعشرا

امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکی عدت ابعد الاجلین ہے یعنے اگر چار مہینے دس روز کی مدت تین حیضوں سے زیادہ ہو تو چار مہینہ دس روز عدت ہے اور اگر اسکی عکس ہو تو تین حیض عدت ہونگی۔

* * * * * *

(۳۳۵) انما قیدنا طلاقها بالبینونة لانه اذا کان رجعیا فعلیها عدة الوفات اتفاقا

(۳۳۵) طلاق کے اندر بائن کے قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر مرض الموت میں اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو بالاتفاق اوسکی عدت عدت وفات ہے۔

(۳۳۶) له ان نکاحها زال بالطلاق لا بالموت فلا یلزمها عدة الوفاة کما لو طلقها بسوالها و ورثها کان لزجر الزوج لفراره ولهما ان نکاحها اذا بقی فی حق الارث فبقاءها فی حق العدة اولی لانها اسرع ثبوتا من الارث ولهذا لا تستحق الارث بنکاح فاسد والعدة تستحق به۔

(۳۳۶) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا نکاح طلاق سے زائل ہوا ہے نہ موت سے پس عدت وفات نہ لازم ہوگی جس طرح عورت کی کہنے سے طلاق دی اور باقی رہا ورثہ کا پانا تو وہ خاوند کے گریز کرنیکی وجہ سے جو اوسکا زجر منظور ہے اسواسطے ہے اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے دلیل یہ ہے کہ جب حق ارث میں اوسکا نکاح باقی سمجھا جاتا ہے تو حق عدت میں بطریق اولی باقی ہوگا اسواسطے کہ بہ نسبت ارث کی عدت کا ثابت ہونا آسان ہے واسطے نکاح فاسد سے استحقاق ارث نہیں ہوتا اور عدت لازم ہوتی ہے

(۳۳۷) ولو علقه ای طلاق امرأته فی صحته بفعل اجنبی فوجد الشرط فی مرضه منعنا الارث وقال زفر لها الارث۔

(۳۳۷) اگر صحت کی حالت میں اپنی بیوی کی طلاق کو کسی دوسرے آدمی کے ایک فعل کے ساتھ معلق کیا اور بحالت مرض الموت میں وہ شرط پائی گئی تو ہمارے نزدیک اب عورت وارث نہوگی امام زفر رح فرماتے ہیں وارث ہوگی

(۳۳۸) قیدنا بان یکون التعلیق فی الصحة اذ لو کان التعلیق والشرط فی المرض ترث اتفاقا سواء کان مما له بد او لا لانه بالتعلیق او بمباشرة الشرط قصد ابطال حقها

(۳۳۸) حالت صحت میں معلق کرنیکی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر تعلیق بالشرط اور تحقق شرط حالت مرض میں ہی ہوا تو بالاتفاق عورت وارث ہوگی خواہ اوس شرط سے بچنا ممکن ہو یا نہو اسواسطے کہ شرط لگانے یا شرط کی تحصیل میں وہ عورت کا حق باطل کرنا چاہتا ہے۔

(٣٣٩) وقيد بمرضه لان الشرط اذا وجد في صحته لا يكون فارًّا اتفاقا۔

(٣٣٩) حالت مرض میں شرط کی پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہوکہ اگر حالت صحت میں شرط پائی گئی تو بالاتفاق اوسکو فار کا حکم نہو گا۔

(٣٤٠) فان قلت ينبغي ان يكون فارًّا لانه متمكن من ابطاله بالفئ قلت لا يتمكن منه لانه يلزمه ضرر وهو وجوب الكفارة فلم يكن متمكنا مطلقا۔

(٣٤٠) اگر کہو اس شخص کو فار کا حکم ہونا چاہیے اسواسطے کہ رجوع کرنے سے اوسکو یہ شخص باطل کر سکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تھا اسلئے کہ اسوقت میں اوسکا نقصان ہوتا ہے یعنے اوسپر کفارہ واجب ہوجائیگا پس مطلقاً یہ ممکن نہیں ہے۔

(٣٤١) له ان المعلق بالشرط كالمنجز عند وجوده فصار ايقاعا في المرض ولنا انه حين علق الطلاق لم يكن حقها متعلقا بماله والمرض لم يوجد من الزوج فلم يكن فارًّا

(٣٤١) امام زفر رح کی دلیل یہ ہے کہ معلق بالشرط کا حال وجود شرط کی بعد غیر معلق کا سا حال ہوتا ہے پس یہ حالت مرض کے اندر ایقاع طلاق سمجھا جائیگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب اوس نے طلاق کو معلق بالشرط کیا ہے اوسوقت تک عورت کا حق اوسکے مال میں متعلق نہوا تھا اور مرض یہی نہیں ہے کہ خاوند کی طرف سے

(٣٤٢) او بفعلها الضروري اي اذا علق الصحيح طلاق امرأته بفعلها الذي لا بد لها منه طبعا كالاكل والشرب ونحوهما او شرعا كالصوم والصلوة وكلام الاب ففعلته في المرض اي مرض الزوج ابطل محمد توريثها وقالا ترث منه لانه فارّ۔

(٣٤٢) اگر خاوند نے حالت صحت میں طلاق کو عورت کے ایک ایسے فعل کے ساتھ مشروط کیا جس کے کئے بغیر چارہ نہیں ہے خواہ طبعاً جیسے کھانا پینا وغیرہ یا شرعاً اوسکے بغیر چارہ نہیں ہے جیسے نماز روزہ یا اپنے باپ سے کلام کرنا اور خاوند کے حالت مرض میں عورت نے اوس کام کو کیا تو امام محمد رح کی نزدیک وہ عورت ورثہ نپائیگی اور امام صاحب رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کی نزدیک عورت کو ورثہ ملیگا کیونکہ وہ فار سمجھا جائیگا

(٣٤٣) قيد بفعلها لانه لو علق بفعل نفسه سواء كان مما لا بد له منه او له بد لم يصر فارًّا اتفاقا وقيد بالضرورة لان فعلها

(٣٤٣) عورت کی فعل کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر اپنی فعل کے ساتھ معلق کیا اور ضروری فعل ہونیکے اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر غیر ضروری فعل کے ساتھ مشروط کیا ہے تو بالاتفاق وارث نہو گی *

لو کان لها منه بدلا ترث اتفاقا

(٣٤٤) له ان فعل التطليق لم يوجد في حال تعلق حقها بماله فلا يكون فارا كما لو علقه بفعل اجنبي ولهما انها باضطرارها صارت مكرهة فينتقل فعلها الى الزوج فصار كالتعليق بفعل نفسه۔

(٣٤٤) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے کا فعل اوس سے ایسے وقت میں نہیں پایا گیا کہ عورت کا حق اوسکے مال میں ثابت ہو گیا ہو اسلئے وہ فارّ نہ سمجھا جائیگا جسطرح اجنبی کے فعل کے ساتھ معلق کرے اور اون دونوں کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل ضروری کے ساتھ معلق کیا ہے اور اوسکے کیے بغیر عورت کو چارہ نہیں ہے اسواسطے وہ مکرہ سمجھی جائیگی اور اوسکا یہ فعل زوج کی طرف منسوب ہوگا

(٣٤٥) ولو اقر المريض مرض الموت بانقضاء عدتها من طلاقها في الصحة بان قال كنت طلقتك في صحتي وانقضت عدتك فصدقته في ذلك القول فاقر لها بدين او عين او اوصى لها بوصية فمات من مرضه فلها الاقل منهما اي من ما اقر لها او اوصى ومن ميراثها عند ابي حنيفة وحكما بصحتهما اي صحة الاقرار والوصية لها۔

(٣٤٥) اگر مرض الموت کے حالت میں خاوند نے اوس طلاق کی عدت گذر جانیکا اقرار کیا جو حالت صحت میں دیچکا تھا یعنی اوس سے کہا میں نے جو تجھکو اپنی صحت کی حالت میں طلاق دی تھی اوسکی عدت گذر گئی اور عورت نے بھی اس بات کی تصدیق کی اور پھر خاوند نے کسی دین یا عین کا اوسکے لئے اقرار کیا یا اوسکے لئے کوئی وصیت کی اور اوسی مرض میں مرگیا تو امام صاحب رح کی نزدیک ورثہ اور ان دونوں یعنی دین اور وصیت میں جو کم ہوگا وہی اوسکو دیا جائیگا اور صاحبین رح کی نزدیک اقرار اور وصیت صحیح ہونگے۔

(٣٤٦) قيدنا بمرض الموت لانه لو لم يكن كذلك يصح اقراره ووصيته لها اتفاقا وقيد بتصديقها لانها لو كذبته لا يصح اقراره لها اتفاقا۔

(٣٤٦) مرض الموت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو بالاتفاق عورت کے لئے طلاق کے بعد اقرار اور وصیت صحیح ہوتی ہے

(٣٤٧) لهما انهما بتصادقهما على الطلاق ومضي العدة ارتفع النكاح بينهما

(٣٤٧) اور عورت کی تصدیق کرنیکی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر عورت نے تکذیب کی تو بالاتفاق اوسکے لئے اقرار اور وصیت صحیح نہیں ہے۔

بجميع علائقة فصارت اجنبية وله انه متهم فيه لاحتمال ان يجعل اقراره وسيلة الى ايصال النفع لها اكثر من ميراثها لشدة ميله اليها فلا يعتبر قول المتهم فيجب عليها العدة من وقت اقراره وعليه الفتوى -

صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ جب دونون نے طلاق اور انقضاے عدت کی باہم تصدیق کر لی تو بجمیع علائقہ نکاح جاتا رہا اور وہ بالکل اجنبیہ ہو گئی - اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اسمین تعلق خاوند کے ساتھ بدگمانی ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ اوس نے محبت کی وجہ سے عورت کو نفع پہونچانیکی غرض سے یہ اقرار کیا ہو تا کہ حصہ سے زیادہ اوسکو ملجائے لہذا متہم کا قول مقبول نہوگا اور وقت اقرار سے اوسپر عدت واجب ہوگی اور یہی فتوی ہے -

(۳۴۸) وفي النهاية ما تاخذه تلك المرأة فبطريق الميراث لا الدين حتى لو توى بعض التركة يتوى عليها كما يتوى على الورثة ولو كان بطريق الدين لما كان عليها لكن ليس لها ان تأخذ من عين التركة اذا لم يعطها الورثة لان في زعمها ما يأخذه بطريق الدين كذا ذكره الامام التمرتاشي -

(۳۴۸) نہایہ مین مذکور ہے اس عورت کو جو دیا جائیگا وہ بطور وراثت کی دیا جائیگا نہ بطور دین کے لہذا اگر کچھہ مال ہلاک ہو گیا تو جیسے اور وارثون کا ہلاک ہوگا ایسے ہی اسکا بھی اور اگر بطور دین کے ہوتا تو عورت کے حق مین ہلاک نہ سمجھا جاتا - اور اگر وارث اوسکو کچھہ نہ دین تو وہ عین ترکہ سے اپنا حق نہین لے سکتی ہے اسواسطے کہ وہ تو اپنی زعم مین بطور دین کے لیتی ہے - امام تمرتاشی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے

فصل في الرجعة

فصل رجعت کے بیان مین

(۳۴۹) ويراجع اى الزوج المعتدة من رجعي اى من الطلاق الرجعي وان لم ترض المرأة لاطلاق قوله تعالى وبعولتهن احق بردهن اى ازواجهن اولى برجعتهن وفي الاية اشارة الى شرطية العدة للرجعة اذ بعد انقضائها لا يبقى البعلية

(۳۴۹) جس نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو اور ہنوز وہ عدت مین ہو تو وہ اوس سے رجوع کر سکتا ہے اگرچہ بیوی ناراض ہو اس لئے کہ اللہ پاک کا فرمان عام ہے اور اوس مین کچھہ قید نہین ہے وبعولتهن احق بردهن یعنے اونکے خاوند اونکے ساتھہ رجوع کرنے کے مستحق ہین آیہ مین رجعت کے لئے عدت شرط ہونیکی طرف بھی اشارہ ہے اسلئے کہ انقضائے عدت کے بعد بعلیت یعنے خاوندی باقی نہین رہتی اور نکاح منقطع ہو جاتا ہے -

لانقطاع النكاح۔

٣٥٠، وفي المحيط ولو قال للمبانة ان راجعتك فانت طالق ثم تزوجها بعد انقضاء عدتها تطلق لانها لما لم يكن محلا للرجعة انصرف اليمين الى النكاح مجازا۔

٣٥٠، محیط میں مذکور ہے جس عورت کو بائنہ طلاق دی ہو اوس سے خاوند نے کہا اگر میں تجھسے رجوع کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور انقضاء عدت کے بعد اوس سے نکاح کر لیا تو اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ محل رجعت تو وہ تھی ہی نہیں پس اس یمین میں رجعت سے مجازاً نکاح مراد ہوگا۔

٣٥١، ولا تحرم به اي بالطلاق الرجعي الوطئ وقال الشافعي يحرم لزوال النكاح وفي قوله تعالى بردهن اشارة اليه لان الرد اعادة الزائل۔

٣٥١، طلاق رجعی سے صحبت حرام نہیں ہوتی مگر امام شافعی رح کے نزدیک صحبت حرام ہو جاتی ہے اسواسطے کہ نکاح زائل ہو گیا اور آیت کے اندر بردهن میں اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ رد زائل چیز کے اعادہ کا نام ہے۔

٣٥٢، ولنا قوله تعالى فامسكوهن سمى الرجعة امساكا وهو استدامة القائم على ان ملك المتعة لو كان زائلا لتوقف الرجعة على رضاها وعلى انشاء الملك بعقد جديد ولما وقع الطلقة الثانية في العدة ولفظ البعل في الاية يدل على قيامه لان البعل هو الزوج حقيقة۔

٣٥٢، ہماری دلیل یہ آیت ہے فامسکوهن بمعروف یعنی انہیں روکنا ہو تو دستور کے موافق کہ رجعت کا نام امساک رکھا اور وہ ایک موجود چیز کو ثابت رکھنے کا نام ہے علاوہ بریں اگر ملک متعہ زائل ہو جاتی تو رجعت عورت کی رضامندی پر موقوف ہوتی اور عقد جدید سے ملک حاصل کرنیکی ضرورت ہوتی اور حالت عدت میں دوسری طلاق نہ واقع ہو سکتی اور آیت کے اندر بعل کا لفظ ہی جو حقیقت میں خاوند کے معنے میں ہے قیام ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔

٣٥٣، ويثبت بالقول كراجعتك ورددتك وامسكتك لانه صريح في معناه۔

٣٥٣، خاوند کے زبان سے کہنے سے رجعت ثابت ہوتی ہے جیسے میں نے تجھسے رجوع کر لیا یا تجھی رد کر لیا یا روک لیا اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح رجعت پر دلالت کرتے ہیں۔

٣٥٤، وفي المحيط قال لها انت عندي كما كنت او انت امرأتي يصير مراجعا اذا نوى لانه يحتمل

٣٥٤، محیط میں مذکور ہے اگر عورت سے کہا تو اب بھی میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے پہلے تھی یا تو میری بیوی ہے تو رجعت ہو جائیگی جبکہ رجعت کی نیت کرے اسواسطے

ان يكون صادقا في حق الميراث۔

کہ حق ورثہ میں بھی اوسکا یہ قول سچ ہوسکتا ہے ۔

۳۵۵، ونثبتها اى الرجعة بالفعل كاللمس بشهوة والنظر الى الفرج بشهوة وفي الكفاية اراد به الفرج الداخل۔

۳۵۵، ہمارے نزدیک فعل سے بھی رجعت ہوجاتی ہے جیسے شہوت سے چھونا یا شہوت سے فرج کی طرف دیکھنا کفایہ میں مذکور ہے فرج سے داخل فرج مراد ہے ۔

۳۵۶، وقال الشافعي لا يصح الرجعة الا بالقول عند القدرة عليه وهذا بناء على ان الرجعة عنده استباحة الوطئ فلا يكون بالفعل كاصل النكاح۔

۳۵۶، امام شافعی رح کے نزدیک اگر زبان سے کہنے پر قادر ہو تو بغیر کہے رجعت نہیں ہوسکتی اور اسکے بنا ایسی بات پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک رجعت صحبت کے حلال کرنیکا نام ہے پس وہ فعل سے نہوگی جس طرح اصل نکاح فعل سے نہیں ہوسکتا

۳۵۷، ولنا انها استدامة الملك فيثبت بالفعل المختص به۔

۳۵۷، اور ہمارے نزدیک رجعت ملک قائم کے باقی رکھنے کا نام ہے لہذا اوس فعل سے جو ملک کے ساتھ مختص ہے رجعت ثابت ہوجائیگی

۳۵۸، وفي القنية تزوج مطلقة الرجعية في عدتها ووطيها لا يصير مراجعا لان التزوج لغو والوطئ بناء عليه فيكون كالاجنبية طلقها رجعيا ثم جن وراجعها بالفعل دون القول

۳۵۸، قنیہ میں مذکور ہے اگر مطلقہ رجعی سے حالت عدت میں خاوند نے نکاح کرلیا اور اوس سے صحبت کی تو اوسکو رجعت کا حکم نہوگا اسواسطے کہ نکاح کرنا لغو ہے اور صحبت اوسکے اوپر مبنی ہے پس ایسا ہوا جیسے ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق رجعی دی اور پھر وہ مجنون ہوگیا اور فعل سے اوسکی ساتھ رجوع کیا نہ قول سے ۔

۳۵۹، وفي المحيط الرجعة بالقول اولى بالاتفاق

۳۵۹، محیط میں مذکور ہے رجعت بالقول بہتر ہے کیونکہ

۳۶۰، قيد بالشهوة لان النظر والمس بدونها لا يكون رجعة لانه قد يحل بلا نكاح كما في الطبيب فلا يختص بالملك۔

۳۶۰، شہوت کی قید اسلئے لگائی ہے کہ بدون شہوت کے چھونا یا دیکھنا رجعت نہوگا اسواسطے کہ یہ تو بلا نکاح کے بھی کبھی حلال ہوتا ہے جیسے طبیب کے لئے پس ملک کے ساتھ مختص نہیں ہے

۳۶۱، قال قاضي خان هذا اذا كان الفعل من الرجل وان كان من المرأة

۳۶۱، قاضی خان نے بیان کیا ہے یہ جب ہے کہ مرد کی جانب سے فعل پایا جائے اور اگر عورت کی جانب سے ہو کہ وہ کا

كما اذا نظرت الى فرجه وقبلته بشهوة فعلى الخلاف بين ائمتنا عند ابي يوسف لا يكون رجعة لانها انما يكون من جانب الزوج وعندهما يكون رجعة لان فعل الرجل انما يكون رجعة حملا لفعله على الحل فيستوي فيه الرجل والمرأة ولهذا لو دخلت فرجه في فرجها وهو نائم يكون رجعة۔

شہوت سے بوسہ لیلے یا اسکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھلے تو اسکی رجعت ہو نہیں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت نہیں ہے اسواسطے کہ رجعت خاوند کیطرف سے ہوتی ہے اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک رجعت ہے اسلئے کہ خاوند کا فعل رجعت اسلئے ہوتا ہے کہ اسکی فعل کو مباح ہونے پر محمول کرسکتے ہیں اور اسمیں مرد اور عورت برابر ہیں ولہذا اگر مرد سوتا ہو اور عورت اسکا ذکر اپنی فرج میں داخل کرے تو رجعت ہو جائیگی۔

٣٦٢، اعلم ان قبلتها بشهوة انما يكون رجعة اذا صدقها في كونها بشهوة فان كذبها لا يكون رجعة ولا يمكن اثبات الشهوة ببينة لانها غيب۔

٣٦٢، جاننا چاہیے کہ عورت کا شہوت سے بوسہ لینا رجعت جب ہوگا کہ خاوند اسکے شہوت سے ہونیکی تصدیق کرے اور اگر خاوند نے تکذیب کی تو رجعت نہ ہوگی۔ اور شہوت ایسی چیز نہیں جس پر بینہ قائم ہوسکے اسواسطے کہ وہ چیز پوشیدہ ہے۔

٣٦٣، وفي التبيينات تزوجها في العدة لا يكون الرجعة عند ابي حنيفة لان انشاء النكاح في المنكوحة باطل فلا يثبت ما في ضمنه وعند محمد يكون رجعة لان العمل بحقيقة النكاح متعذر فجعل مجازا عن الرجعة وبه يفتى۔

٣٦٣، تبیین میں مذکور ہے اگر حالت عدت میں اوس سے نکاح کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک رجعت نہ ہوگی اسواسطے کہ نکاح کے موجود ہوتے نکاح کرنا باطل ہے پس جو چیز اوسکے ضمن میں ہے وہ بھی باطل ہوگی امام محمد رح کے نزدیک یہ رجعت ہے اسواسطے کہ نکاح کی حقیقی معنے پر یہاں عمل کرنا محال ہے لہذا مجازاً اوس سے رجعت کے معنی لئے جائینگے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

٣٦٤، قال القدوري الوطئ في الدبر ليس برجعة والفتوى على انه رجعة

٣٦٤، قدوری نے بیان کیا ہے دبر میں جماع کرنیسے رجعت نہیں ہوتی اور فتوی سے یہ ہی کہ رجعت ہو جاتی ہے۔

(٣٦٥) ويستحب الاشهاد بشاهدين

(٣٦٥) رجعت کے اوپر دو شخصوں کو گواہ کر دینا مستحب ہے۔

على الرجعة تحرزا عن التجاحد ولا نوجبه وقال الشافعي في القديم الاشهاد شرط وهو قول مالك وهذا اعجب من مالك حيث لم يشترط في النكاح الاشهاد وجعله شرطا على الرجعة۔

تاکہ انکار کا موقع نہ ہو سکے ہمارے نزدیک گواہ کرنا واجب نہیں ہے اور امام شافعی رح کا پہلا قول یہ ہے کہ گواہ کرنا رجعت کی شرط ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے مگر امام مالک رح کی یہ عجیب بات ہے کہ نکاح میں تو وہ گواہ شرط نہیں کرتے اور رجعت میں شرط کرتے ہیں۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(٣٦٦) له ان الله تعالى قال عقيب ذكر الرجعة واشهدوا ذوي عدل منكم والامر للوجوب ولنا اطلاق النصوص الدالة على الرجعة ولانه تصرف بالرجعة في خالص حقه فلا يتوقف على علم الغير والامر في الاية للاستحباب لانه مذكور بعد ذكر المفارقة ايضا وهو قوله تعالى او فارقوهن بمعروف والاشهاد ليس بشرط في المفارقة فكذا في الرجعة۔

(٣٦٦) امام شافعی رح کی دلیل شہادت کی شرط کرنے پر یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ رجعت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے واشهدوا ذوي عدل منكم یعنے اور گواہ کرو دو صاحب عدل کو اپنے لوگوں میں سے۔ اور امر وجوب کیلئے آتا ہے اور ہماری دلیل جو نصوص رجعت پر دلالت کرتے ہیں انکا مطلق ہونا ہے اور اسواسطے کہ اوس نے رجعت سے اپنی خالص حق میں تصرف کیا ہے اور دوسرے کے علم کی اوس میں کچھ حاجت نہیں ہے اور امر کا صیغہ آیت کے اندر استحباب کے لئے ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے چھوڑنے کے اوپر بھی گواہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ چھوڑنے میں بالاتفاق گواہ کرنا شرط نہیں ہے پس رجعت میں بھی

(٣٦٧) ومنعناه من السفر بها اي بمطلقته الرجعية حتى يشهد على رجعتها وقال زفر له ذلك لقيام النكاح بينهما ولهذا احل وطئها۔

(٣٦٧) ہمارے نزدیک مطلقہ رجعیہ کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے جبتک رجعت پر گواہ نہ کر دے امام زفر کے نزدیک سفر کے لئے بھی گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے سواسطے کہ نکاح اونکا قائم ہے واسطے صحبت حلال ہے۔

(٣٦٨) ولنا قوله تعالى لا تخرجوهن من بيوتهن والاية نزلت في الطلاق الرجعي بدلالة السياق وهو قوله تعالى يا ايها النبي

(٣٦٨) ہماری دلیل آیہ لا تخرجوهن الاية ہے یعنے اونکو اونکے گھروں سے مت نکالو اور یہ آیت طلاق رجعی کے باب میں نازل ہوئی ہے بدلالت سیاق یعنے یا ایہا لنبی

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔

(٣٦٩) قید بالرجعة لان السفر بالمبانة ممنوع اتفاقا۔

(٣٧٠) ولو ادعی الرجعة فی العدة ای قال کنت راجعتك بعد انقضائها ای انقضاء العدة فان صدقته فی دعواه فهی امرأته والا ای ان کذبته فالقول قولها بغیر یمین عند ابی حنیفة وقالا مع الیمین والخلاف فی هذه الجملة الاسمیة راجع الی القید الاخیر وهذا احد الاشیاء الستة التی لا استحلاف فیها عنده خلافا لهما سیأتی بیانها فی الدعوی

(٣٧١) ولو قال راجعتك فاجابته ای قالت مجیبة له انقضت عدتی او قال زوج الامة کنت راجعتك فیها ای فی عدتك فصدقه مولاها وکذبته فالقول قولها عند ابی حنیفة ای لم یصح الرجعة فیهما ای فی المسئلتین یستحلف المراة هنا اتفاقا لان فائدة الیمین النکول وهو بذل عنده وبذل الامتناع من الزوج والاحتباس فی منزل الزوج جائز بخلاف الرجعة وغیرها من الاشیاء الستة فان

اذا طلقتم النساء کے ۔

(٣٦٩) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ جس کو طلاق بائن دی ہے اوس کے ساتھ بالاتفاق سفر ممنوع ہے ۔

(٣٧٠) اگر خاوند نے بعد انقضائے عدت کی دعوے کیا میں نے عدت میں تجھسے رجوع کر لیا تھا پس اگر عورت نے اوسکے اس دعوے کی تصدیق کی تب تو وہ اوسکی بیوی ہے ورنہ عورت کا انکار معتبر ہوگا اور امام صاحب رح کی نزدیک اوس سے قسم بھی نہ لیجائیگی مگر صاحبین رح کی نزدیک قسم کے ساتھ عورت کا قول مقبول ہوگا۔ اور اس کلام کے اندر اختلاف صرف قید اخیر یعنے قسم لینے کے اندر ہے اور یہ صورت منجملہ اون چھہ صورتون کے ہے جہان امام صاحب رح کی نزدیک حلف نہین لیا جاتا اور صاحبین رح کی نزدیک لیا جاتا ہے جنکا بیان کتاب الدعوی مین آئیگا۔

(٣٧١) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین نے تجھسے رجوع کر لیا اور اوس نے اوسکے جواب مین کہا میری تو عدت بھی گزر چکی۔ یا چھوکری سے اوسکی خاوند نے کہا ہیں نے عدت مین تجھسے رجوع کر لیا تھا اور اوسکے مالک نے بھی اس کی تصدیق کی مگر چھوکری نے انکار کیا تو دونون صورتون مین امام صاحب رح کی نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت صحیح نہوگی۔ اور یہان عورت سے بالاتفاق حلف طلب کیا جائیگا اسواسطے کہ قسم اسلیئے طلب کیجاتی ہے کہ اگر اوس سے انکار کردے تو نکول کا حکم ثابت کر کے مدعی کا دعوی ثابت ہو جائے اور قسم سے انکار کرنا امام صاحب کے نزدیک اقرار نہیں شمار کیا جاتا بلکہ بذل ہے یعنے اپنی مال کا چھوڑ دینا ہے اور نکاح سے چند روز باز رہنا اور خاوند کے گھر میں بیٹھا رہنا ایسے چیز ہے جس

بذلها لا يجوز ثم اذا انكلت تثبت الرجعة بناء على ثبوت العدة لنكولها كذا في التبيين-

(٣٧٢) وقالا صحت رجعته وفي الحقائق محل النزاع ما لو اجابته متصلا بكلامه لانها لو سكتت ساعة ثم اجابته يصح الرجعة اتفاقا

(٣٧٣) قيد بالرجعة لانه لو قال طلقتك وقالت انقضت عدتي يقع اتفاقا وهو الاصح قيد بتصديق المولى وتكذيبها لانه لو كذبه المولى وصدقته فالقول للمولى اتفاقا لانه بتكذيبه صارت منقضية العدة في الحال وظهر ملك المتعة له فلم يقبل قولها في ابطاله بخلاف مسئلة المتن لان المولى بالتصديق في الرجعة قد اقر بقيام العدة عند الرجعة فلم يظهر ملكه مع العدة-

(٣٧٤) لهما في المسئلة الاولى ان عدتها باقية الى ان تخبر بانقضائها ورجعته سبقت اخبارها فتصح ولا يقبل اخبارها لانها متهمة ولهذا لو قال طلقتك فقالت مجيبة له انقضت عدتي يقع الطلاق وله

میں وہ بذل کر سکتی ہے اور ترک منازعت کے غرض سے اسکو اختیار کر سکتی ہے بخلاف رجعت اور باقی پانچ چیزوں کے جنمیں بذل نہیں ہو سکتا ہے مگر صورت مذکورہ میں یہ بات ضرور ہے کہ اگر عورت نے حلف سے

(٣٧٢) صاحبین رح کے نزدیک دونوں صورت مذکورہ میں رجعت ثابت ہو جائیگی اور عورت کے انکار کا کچھ اعتبار نہوگا حقائق میں مذکور ہے محل نزاع وہ صورت ہے کہ عورت خاوند کے کلام کے ساتھ ہی اسکو جواب دے اور اگر تھوڑی دیر سکوت کیا اور اسکے بعد جواب دیا تو بالاتفاق رجعت صحیح ہو جائیگی

(٣٧٣) رجعت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خاوند نے یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیدی اور اوس نے جواب میں کہا میری تو عدت بھی گذر گئی تو طلاق بالاتفاق واقع ہو جائیگی اصح قول یہی ہے مولی کے تصدیق اور چھوکری کے تکذیب کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر مولی نے تکذیب کی اور چھوکری نے تصدیق کی تو بالاتفاق مولی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی کے تکذیب کر دینے چھوکری کے عدت اوسیوقت منقضی سمجھی جائیگی اور مولی کو ملک متعہ ثابت ہو جائیگی لہذا چھوکری کا قول مولی کے ملک متعہ باطل کرنے میں مقبول نہوگا بخلاف اصل مسئلہ کی کہ مولی نے صحت رجعت کی تصدیق کی تو گویا رجعت کے وقت عدت کی قایم ہونیکا اقرار کر لیا اور باوجود عدت کی مولی کی لئے ملکیت متعہ نہ ظاہر ہو گی-

(٣٧٤) صاحبین رح کی پہلی مسئلہ میں یہ دلیل ہے کہ جبتک وہ انقضاء عدت کے خبر دی اوسوقت تک اوسکی عدت باقی ہے اور رجعت اوسکی خبر دینے سے پہلی پائی گئی پس رجعت صحیح ہو گی اور اوسکا انقضاء عدت کا خبر دینا معتبر نہوگا اسواسطے کہ اس خبر دینے میں وہ متہم بالکذب ہے ولہذا اگر خاوند نے کہا میں نے تجھے طلاق دیدی اور اوسکی جواب میں عورت نے کہا میری عدت

ان قوله راجعتك انشاء وقولها انقضت عدتي اخبار فيقتضي سبق المخبر عنه فيقبل قولها لانها امينة في اخبار رحمها ومسئلة الطلاق على الخلاف ولئن سلم انها وفاقية فالطلاق يقع باقراره بعد انقضاء العدة والمراجعة لا يثبت به كذا في الكافي ولهما في الثانية ان المولى مالك منفعة بضع امته فيقبل اقراره فيها كما لو اقر بنكاحها وله ما مر من الدليل في المسئلة الاولى۔

گذر گئی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور امام صاحب رحہ کی دلیل یہ ہو کہ خاوند کا یہ قول کہ مین نے تجھسے رجوع کیا انشاء ہو اور عورت کا یہ قول کہ میری عدت گذر گئی خبر ہے اور مخبر عنہ کو چاہتا ہی لہذا اوسکا قول معتبر ہوگا کیونکہ اپنی رحم کی خبر دینے مین عند الشرع وہ امانتدار سمجھی گئی ہو اور مسئلہ طلاق پر جو صاحبین رحہ نے قیاس کیا ہی وہ خود اختلافی مسئلہ ہو اور اگر اتفاقی بھی سمجھا جائے تو طلاق خاوند کے اقرار کر لینے سے انقضاء عدت کی بعد واقع ہو جائیگی اور مراجعت ایسی چیز نہین ہی کذا فی الکافی اور دوسرے مسئلہ مین صاحبین رحہ کی دلیل یہ ہو کہ مولی کو اپنی چھوکری پر منفعت بضع کی مالکیت حاصل ہوتی ہی لہذا اس بارہ مین اوسکا قول معتبر ہو جائیگا جس طرح مولی اوسکی نکاح کا اقرار کرے اور امام صاحب رحہ کی دلیل اس مین بھی وہی ہی جو پہلے مسئلہ مین ہو جب معتدہ طلاق کا تیسرا حیض دس دن آکر منقطع ہو جائی تو ہمارے نزدیک اوس سے رجعت نہین ہو سکتی اگرچہ غسل نہ

(۳۷۵) واذا انقطع الدم في الثالثة اي دم المعتدة في الحيضة الثالثة لعشرة ايام قطعنا الرجعة بدون غسل وقال زفر لا ينقطع ما لم يغتسل هذا الخلاف في المسلمة لانها لو كانت كتابية ينقطع الرجعة بلا غسل اتفاقا لانها غير مخاطبة بالشرائع۔

(۳۷۵) امام زفر رحہ فرماتی ہین تا وقتیکہ غسل نہ کرے رجعت ہو سکتی ہے یہ اختلاف مسلمان عورت مین ہے اسواسطے کہ اگر کتابیہ ہے تو بالاتفاق بلا غسل کرنے کے رجعت کا زمانہ منقطع ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ شرائع کے ساتھ مخاطب نہین ہے اور منجملہ اونکے غسل بھی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳۷۶) له اطلاق قوله عم الزوج احق برجعتها ما لم تغتسل ولنا ان الحيض لا يكون اكثر من عشرة فاذا تمت خرجت عن الحيض يقينا وانقضت عدتها ضرورة۔

(۳۷۶) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خاوند عورت سے رجوع کرنیکا مستحق ہے جب تک وہ نہ غسل کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ دس روز سے زیادہ حیض نہین ہوتا جب دس روز تمام ہو گئے تو یقیناً حیض سے خارج ہو گئی اور لامحالہ اوسکی عدت گذر گئی۔

(٣٧٧) وان انقطع لاقل اى فيما دون عشرة لم ينقطع الرجعة الا بالغسل لان الايام ايام الحيض والدم ممكن العود فلا بد من ان يتقوى باغتسالها۔

(٣٧٧) اگر تین حیض دس روز سے کم میں منقطع ہوا ہے تو تا وقتیکہ غسل نہ کرے رجعت ہو سکتی ہے مگر جب غسل کر لیگی رجعت نہو سکے گی اسواسطے کہ دس دن تک حیض کے ہی دن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ پھر حیض آنے لگے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ غسل کر کے اسکو قوت دیجائے کیونکہ غسل کرنے سے ایک قسم کا یقین انقطاع حیض کا

(٣٧٨) او بمضى وقت صلوة وفى الحقائق اذا انقطع لاقل منها كما ينقطع بالاغتسال ينقطع بمضى اقرب اوقات الصلوة اليها بحيث يجب الصلوة فى ذمتها بان تجد بعد الانقطاع من الوقت ما يسع الاغتسال والتحريمة وعند زفر لا ينقطع الا بالاغتسال

(٣٧٨) انقطاع رجعت کیلئے یا تو غسل شرط ہے یا یہ ہونا چاہیے کہ ایک نماز کا وقت انقطاع حیض کے بعد گذر جائے اگرچہ غسل نہ کرے اور حقائق میں مذکور ہے اگر دس روز سے کم میں انقطاع حیض ہو جائے تو جسطرح غسل کرنے سے رجعت کی زمانہ کا انقطاع ہو جاتا ہے اسیطرح ایک نماز کی وقت گذرنے سے بھی جو اوسکی ساتھ ملا ہوا ہے رجعت کا زمانہ منقضی ہو جاتا ہے اسطرح کہ اوسکی ذمہ پر وہ نماز واجب ہو جائے باین طور کہ انقطاع حیض کے بعد اسقدر وقت

(٣٧٩) اقول على هذا كان ينبغى ان يقول المصنف وان ينقطع لاقل منها ما قطعنا ها ليدل على خلاف زفر وانت تدرى انه قال لم ينقطع وهى صيغة الوفاق لانها مخاطب بادائها فيكون فى حكم الطاهرات۔

(٣٧٩) میں کہتا ہوں اسقدر پر مصنف کو یہ کہنا مناسب تہا کہ اگر دس روز سے کم میں حیض منقطع ہو جائے تو ہمارے نزدیک رجعت تمام نہیں ہوتی تا کہ امام زفر رح کا اختلاف معلوم ہو جاتا اور تم دیکھتے ہو کہ یہاں مصنف نے یہ کہا ہے کہ اوسکی رجعت منقطع نہوگی اسواسطے یہاں رجعت منقطع ہو جاتی ہے کہ اسوقت میں ادائے نماز کے ساتھ وہ مخاطب ہو جاتی ہے اور طاہرات کا حکم اوسکو ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٨٠) او بالتيمم مع الصلوة يعنى اذا لم يجد الماء فتيممت وصلت مكتوبة او نافلة انقطع الرجعة وقيل ينقطع بالشروع فيها لانها فى حكم الطاهرات والصحيح انها انما ينقطع بعد الفراغ ليتقرر الحكم بجواز الصلوة الا يرى انها لو رأت

(٣٨٠) اگر غسل کرنیکے لیئے پانی نہ ملا اور تیمم کر کے نماز فرض یا نفل پڑھ لی تو رجعت منقطع ہو جائیگی۔ مگر بعض کے نزدیک نماز کے شروع کرتے ہی رجعت کا انقطاع ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ طاہرات کے حکم میں ہے اور صحیح یہ بات ہے کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد رجعت منقطع ہو گی تا کہ جواز نماز کا حکم ثابت ہو سکے دیکھو اگر وہ نماز میں پانی کو دیکھلے تو نماز باطل ہو جائیگی اور اگر نماز کے بعد دیکھا

الماء في الصلوة بطل تيممها وان رأت بعد الفراغ لا يبطل۔

تو باطل نہ ہوگی۔

(٣٨١) وقطعها اي محمد الرجعة بالتيمم وحده وقالا لا تنقطع به

(٣٨١) امام محمد رح کے نزدیک صرف تیمم کے کرنے سے رجعت کا انقطاع ہوجائیگا امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت

(٣٨٢) له ان التيمم نزل منزلة الاغتسال في التطهير ولهذا احل الصلوة به ولهما انه تلويث حقيقة وانما جعل طهارة مطلقة في حق الصلوة لضرورة ان لا يتضاعف الواجبات على المكلف اذا امتد فقد الماء وجعل ايضا طهارة فيما يتعلق بها من مس المصحف وقرأته والرجعة ليست من توابعها فلا يجعل طهارة في حقها۔

(٣٨٢) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ تیمم پاکی میں قائمقام غسل کا ہے اسیواسطے نماز اوس سے جائز ہے۔ اور اون دونوں کی دلیل یہ ہے کہ فی الحقیقت تو تیمم پاکی نہیں ہے بلکہ بدن کو خاک سے آلودہ کرنا ہے مگر نماز کے حق میں اوسکو طہارت مطلقہ گردان لیا ہے خواہ وضو کی حاجت ہو یا غسل کی اس ضرورت سے کہ اگر بالفرض ایک زیادہ مدت تک پانی نہ میسر ہوا تو بہت سے واجبات مکلف کے ذمہ پر جمع نہ ہوجائیں اور نماز میں طہارت گردانے کی وجہ سے جو اوسکی متعلقات ہیں جیسے قرآن کو چھونا یا قرآن پڑھنا اونمیں بھی اوسکو طہارت کا حکم ہے اور رجعت کوئی نماز کے توابع میں سے نہیں ہے لہذا رجعت کے باب میں اوسکو طہارت نہ سمجھا جائیگا

(٣٨٣) وفي الحقائق وضع المسئلة في الرجعة اذ ليس لها التزوج باخر اتفاقا موضع الخلاف مجرد التيمم حتى لو صلت معه ينقطع حق الرجعة اتفاقا لانه لما حكم بطهارتها في حق صحة الصلوة حكم بطهارتها في حق الرجعة۔

(٣٨٣) حقائق میں مذکور ہے مسئلہ کے اندر رجعت کی صورت اسواسطے لی ہے کہ نکاح اوسکو اُس حالت میں بالاتفاق درست نہیں ہے محل نزاع یہی ہے کہ صرف تیمم کرنے کہ اگر اوسکے ساتھہ نماز بھی پڑھ لے تو بالاتفاق حق رجعت منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ جب نماز کے حق میں اوسکو طہارت کا حکم دیدیا گیا تو حق رجعت میں بھی طہارت کا حکم دیا جائیگا

(٣٨٤) فان قيل قال محمد فيما سبق اقتداء المتوضئ بالمتيمم غير جائز متمسكا بان التيمم طهارة ضرورية فلم جعله في حق الرجعة طهارة

(٣٨٤) اگر کہو امام محمد رح نے سابق میں بیان کیا ہے اگر وضو والا شخص تیمم والے کا مقتدی ہو تو نماز جائز نہیں ہے اور اوسکی دلیل یہ بیان کی ہے کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے پھر حق رجعت میں اوسکو طہارت مطلقہ کس لیے گردانا ہے تو اوسکا جواب

مطلقة قلنا جريا على سنن الاحتياط لان الاحوط فى الرجعة ان يحكم بانقطاعها بجعل التيمم كالاغتسال تحرزا عن وقوع الزنا وفى الاقتداء ان لا يجعل كالوضوء ليؤدى العبادة على الوجه الاكمل-

یہ ہے کہ احتیاط کا طریقہ اسی بات کو مقتضی ہے کہ تیمم کو غسل کے مانند سمجھکر انقطاع رجعت کا حکم دیا جاوے تاکہ زنا مین نہ واقع ہوسکے اور اقتدار کے اندر احتیاط اسی بات کی مقتضی ہے کہ اوسکو وضو کے مثل نہ سمجھا جائے تاکہ کامل طور پر عبادت ادا کیجائے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(۳۸۵) ولو نسيت المعتدة فى اغتسالها عن الحيضة الثالثة فيما دون العشرة عضوا فصاعدا لم ينقطع الرجعة لان العضو الكامل لا يغفل عنه فى الاغتسال عادة ولا يتسارع اليه الجفاف فكان عدم وصول الماء اليه متيقنا واما اذا نسيت ما دون العضو فينقطع الرجعة فكان القياس ان لا ينقطع فيه ايضا لان بقاء البعض كبقاء الكل لكن قلنا ما دون العضو يحتمل ان يسارع اليه الجفاف لقلته فحكمنا بانقطاع الرجعة استحسانا اخذا بالاحتياط ولهذا قلنا لا يحل لها التزوج حتى تغتسل ذلك الموضع

(۳۸۵) اگر تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوجانیکے بعد اوس نے غسل کیا اور کوئی ایک عضو یا اوس سے زیادہ سہو سے دہونا رہگیا تو رجعت نہ منقطع ہوگی اسواسطے کہ غسل کے اندر کوئی ایک عضو کا دہونا نہیں بہولا کرتا اور نہ اسقدر جلد وہ خشک ہوسکتا ہے جو یہ سمجھا جائے کہ دہونے کے بعد خشک ہوگیا ہے پس یقینا یہ سمجھا جائیگا کہ اوس عضو تک پانی کا گذر نہیں ہوا اور اگر ایک عضو سے کم بہول سے رہگیا تو رجعت منقطع ہوجائیگی اور قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ یہان بھی رجعت نہ منقطع ہو اسواسطے کہ ایک جزو کا باقی رہجانا ایسا ہے جیسا کہ پورا ایک عضو باقی رہگیا مگر ہمنے یہ سمجھا کہ تہوڑی سی جگہ مین یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ جلد خشک ہوگئی ہوا سلیئے استحساناً ہم نے احتیاط کا لحاظ کرکے انقطاع رجعت کا حکم دیدیا ولہذا ہم نے اوسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ جبتک اوس جگہ کو بھی نہ دہولے نکاح نہیں کرسکتی۔

(۳۸۶) ولا يقطعها اى ابو يوسف الرجعة بترك المضمضة والاستنشاق اى بترك معتدة انقطع دمها من الحيضة الثالثة لاول من عشرة ايام لان تركهما كترك عضو كامل

(۳۸۶) اگر غسل کے اندر مضمضہ یا ناک مین پانی ڈالنا رہگیا اور صورت وہی ہے کہ تیسرا حیض دس روز سے کم مین منقطع ہوا ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجعت منقطع نہوگی اسواسطے کہ اسکا چھوڑنا ایسا ہی ہے جسطرح پورے کسی عضو کا چھوڑنا۔

(٣٨٧) وخالفه محمد وقال ينقطع احتياطا لان غسلها في الغسل سنة عند بعض ولا يتزوج بزوج اخر في تركها احتياطا۔

(٣٨٨) ولو علق الطلاق بجماعها اي لو قال ان جامعتك فانت طالق فجامعها فلبث فيه ساعة ثم اتم جماعه يجعل مراجعا اي قال ابو يوسف وقع بايلاجه طلاق لان الجماع حصل به ولهذا يجب به الغسل ويحل به المبانة ثلثا للزوج الاول وباللبث فيه صار مراجعا لان البقاء عليه كالابتداء

(٣٨٩) واوقفها اي محمد الرجعة على المعاودة اي على الادخال بعد الاخراج لان الادخال وجد مرة وهو فعل واحد ولهذا لو كان بالشبهة لا يجب باللبث فيه عقر اخر ولا حد اخر۔

(٣٩٠) ولو كان ثلثا اي لو كان المعلق بالجماع ثلث طلقات فلبث فيه يلزمه اي ابو يوسف الزوج العقر به اي باللبث لان الحرمة يثبت بالادخال وباللبث فيه صار واطئا للمبانة فيجب

(٣٨٧) امام محمد رحمہ صورت مذکورہ میں اختلاف کرتے ہیں اور اونکے نزدیک احتیاط کا لحاظ کرکے رجعت منقطع ہو جائیگی اسواسطے کہ بعض کے نزدیک مضمضہ اور ناک میں پانی پہنچانا غسل میں سنت ہے مگر احتیاطاً اونکے ترک کرنیسے نکاح نہ کرسکیگی۔

(٣٨٨) اگر اوسکے ساتھہ جماع کو طلاق کی شرط گردانا اور کہا میں تجھسے اگر صحبت کروں تو تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس سے جماع کیا اور جماع کرنے میں کچھہ دیر لگائی اور جماع پورا کرلیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وہ شخص مراجع ہو جائیگا یعنے رجعت ثابت ہو جائیگی اسواسطے کہ دخول کرتے ہی اوسپر طلاق واقع ہو گئی کیونکہ جماع کے معنی حاصل ہو گئے اسلئے صرف دخول سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور جسکو تین طلاقیں دیگئی ہیں دوسرے خاوند کے صرف دخول کرنیسے پہلے پر حلال ہو جاتی ہے اور جماع کے اندر کچھہ دیر کرنیسے وہ مراجع ہو گیا کیونکہ اوسپر باقی رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نئے سرے سے جماع کرنا۔

(٣٨٩) امام محمد رحمہ کے نزدیک رجعت جب ہوگی کہ جب اخراج کے بعد پھر ادخال کرے اسواسطے کہ ایک ہی مرتبہ ادخال پایا گیا ہے اور وہ جماع ایک ہی فعل سمجھا جائیگا و لہذا اگر شبہہ حلت سے جماع ہووے تو اوسمیں دیر کرنیسے نہ دوسرا عقر یعنے مہر آتا ہے اور نہ دوسری حد لازم آتی ہے۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(٣٩٠) اگر تین طلاق کو جماع کے ساتھہ معلق کیا ہے اور جماع میں کچھہ دیر لگائی تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اوس دیر کرنے سے عقر لازم ہو جائیگا کیونکہ حرمت تو صرف داخل کرنے سے ثابت ہو گئی اور پھر اوسمیں دیر کرنے سے گویا اوس نے اجنبی عورت سے جماع کیا لہذا عقر یعنی مہر مثل واجب ہوگا مگر چونکہ یہاں اتحاد فعل کا شبہہ ہے

عليه مهر المثل لكن الحد سقط عنه بشبهة اتحاد الفعل۔

اسلیئے حد ساقط ہو جائیگی۔

(۳۹۱) وخالفه اى قال محمد لا عقر عليه لان المجموع فعل واحد فلم يكن اللبث فيه وطئا بعد الحرمة۔

(۳۹۱) امام محمد رح کا قول اسکے خلاف ہے اور انکے نزدیک مہر مثل واجب نہیں ہوتا کیونکہ جماع من اوله الی آخره ایک فعل ہے اور اوس میں دیر کرنیکو حرمت کے بعد صحبت کرنیکا حکم نہیں ہے۔

(۳۹۲) وتتزين المطلقة الرجعية لانها حلال لبعلها والتزين داع الى الرجعة المستحبة۔

(۳۹۲) مطلقہ رجعیہ کو مناسب ہے کہ سنگھار کیا کرے اسلیئے کہ وہ اپنے خاوند پر حلال ہے اور سنگھار کرنا رجعت پر معین ہے جو ایک مستحب چیز ہے۔

(۳۹۳) ويستحب اى للزوج اذا لم يقصد الرجعة ان لا يدخل عليها الا باعلام لانه يساكنها وربما يقع نظره الى داخل فرجها بشهوة فيصير مراجعا فيطلقها ثانيا فيطول العدة عليها۔

(۳۹۳) اگر خاوند کو رجعت مقصود نہیں ہے تو بیخبری کی حالت میں اوسکے پاس نہ جایا کرے کیونکہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں اکثر ہو سکتا ہے کہ اوسکی شرمگاہ کے اندر خاوند کی نگاہ جا پڑے اور رجعت ثابت ہوجاوے اور پھر دوسری طلاق دے تو اوسکی عدت بڑھ جائے۔

(۳۹۴) واذا ابينت اى جعل طلاقها بائنا بما دون الثلث تزوجها اى زوجها فى العدة وبعدها لبقاء الحل فان زواله انما يكون بالطلقة الثالثة واما غيره زوجها فلم يحل له ان يتزوجها فى العدة لاشتباه النسب۔

(۳۹۴) اگر تین سے کم عورت کو طلاق بائن دی ہیں تو اوسکا خاوند بعد انقضائے عدت اور نیز حالت عدت میں اوس سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ نکاح کا حلال ہونا ہنوز باقی ہے البتہ تیسری طلاق کے بعد حلیت نکاح جاتی رہتی ہے مگر حالت عدت میں خاوند ہی اوس سے نکاح کر سکتا ہے اور دوسرا شخص نکاح نہیں کر سکتا جبتک کہ عدت نہ گذر جائے اسواسطے کہ اسمیں نسب مشتبہ ہو جائیگا۔

(۳۹۵) وبثلث اى اذا ابينت بثلث طلقات فى الحرة وثنتين فى الامة لم يحل له اى للزوج الاول وطئها بنكاح حتى تنكح زوجا غيره

(۳۹۵) اگر حرہ کو تین طلاقیں دی ہیں یا چھوکری کو دو طلاقیں دی ہیں تو نکاح سے بھی اوس سے صحبت کرنا حلال نہیں ہوتا مگر جبکہ دوسرے خاوند سے وہ نکاح صحیح کرے اور وہ دخول کرے بعد ازاں اوسکو طلاق بائن دیدے یا وہ مر جائے

نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم تبين منه اي من الزوج الثاني او يموت عنها۔

اوسکے بعد پہلا خاوند اوس سے نکاح کرے۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۳۹۶) اقول الضمير في ابينت راجع الى الحرة لا الى المنكوحة لان الحكم الذي ذكره انما يصح في الحرة دون الامة ولفظ المنكوحة متناول للامة وقوله او بثلث معطوف على ما دون تقديره او ابينت الحرة بثلث في الحرة وهذا فاسد ولو قال المصنف او حرة بثلث او امة بثنتين لكان اولى وايسر لان في اثبات معنى الظرفية الحرة والامة تكلفا۔

(۳۹۶) میں کہتا ہوں (ابینت) کے ضمیر حرہ کی طرف راجع ہے نہ منکوحہ کیطرف اسواسطے کہ وہ جو حکم بیان کیا ہے وہ حرہ کے ہی ساتھ مخصوص ہے لونڈی میں وہ حکم ثابت نہیں ہے اور منکوحہ کا لفظ لونڈی کو شامل ہے اور مصنف کا یہ قول (او بثلث) معطوف ہے (ما دون) پر جس کی تقدیر یہ ہوگی او ابینت الحرة بثلث في الحرة اور یہ عبارت فاسد المعنی ہے پس اگر مصنف اس طرح بیان کرتا او حرة بثلث او امة بثنتين تو بہتر اور زیادہ تر آسان ہوتا اسواسطے کہ حرہ اور امۃ کے لیئے ظرفیت کے معنی ثابت کرنے میں جیسے اور یہ لفظ فی دلالت کرتا ہے ایک طرح کا تکلف ہے

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۳۹۷) قيد بالنكاح الصحيح لان الوطي حرام في الفاسد لا يثبت به الحل للاول۔

(۳۹۷) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ نکاح فاسد میں صحبت حلال نہیں ہوتی اور اسواسطے پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی۔

(۳۹۸) وفي الاجناس او اخبرت بان الثاني دخل بها وكذبها الاول فيه يحل له وان انكرت دخول الثاني واقر به الاول يحل۔

(۳۹۸) اجناس میں مذکور ہے اگر عورت نے بیان کیا کہ زوج ثانی نے مجھ سے دخول کر لیا ہے اور زوج اول نے اوسکی تکذیب کی تو زوج اول کے لیئے حلال ہو جائیگی اور اگر عورت نے زوج ثانی کے دخول کا انکار کیا اور زوج اول نے اوسکا اقرار کیا تو حلال نہ ہوگی

(۳۹۹) اعلم ان دخول الثاني شرط للتحليل عند الجمهور الثابتة باشارة الكتاب وبالحديث المشهور اما الكتاب قوله تعالى فان طلقها

(۳۹۹) جاننا چاہیئے کہ زوج ثانی کا دخول کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک شرط تحلیل ہے کیونکہ باشارۃ النص قرآن سے ثابت ہے اور حدیث مشہور سے پس دلیل ہے قرآن کی آیت تو یہ ہے فان طلقها الآية یعنی پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکے بعد

فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا
غيره المراد به المطلقة الثالثة
بالإجماع والنكاح المذكور فيه محمول
على الوطي لانه حقيقة فيه حملا
للكلام على الافادة دون الاعادة
لانه لو حمل على العقد فهو مستفاد
من اطلاق اسم الزوج على الثاني
يكون اعادة والاصل في الاطلاق
هو الافادة كذا في الهداية ونظر
فيه بعض بان النكاح المنسوب
الى المرأة لا يمكن ان يحمل على
الوطي لانها موطوءة لا واطئة ويمكن
ان يجاب عنه بان الموطوءة جعلت
واطئة مجازا وهذا اقرب لانه
لو حمل على الوطي يكون في الكلام
مجاز واحد واعمال لفظ النكاح
والزوج على الحقيقة ولو حمل على
العقد لكان فيه مجازان مجاز في
لفظ النكاح ومجاز في الزوج و
الاول اولى واما الحديث المشهور
[illegible] ان النبي عم
قال [illegible] الرجل امرأته ثلثا
[illegible] آخر لم تحل للاول
حتى تذوق من عسيلته ويذوق
من عسيلتها وعن عائشة ان النبي

وہ بیوی اس خاوند کو حلال نہوگی مگر جب اوسکے سوا دوسرے
خاوند سے نکاح کرے باجماع امت اس سے طلاق ثالث
مراد ہے اور اس میں نکاح مذکور ہے اوس سے صحبت مراد ہے
کیونکہ نکاح کے معنی حقیقی صحبت کے ہین اور یہ معنی لینے سے
کلام کے اندر فائدہ پایا جاتا ہے اور عقد کے معنی لینے سے
اعادہ پایا جاتا ہے اسلیے کہ اگر عقد کے اوپر محمول کیا جاوے
اور دوسرے شخص پر زوج کا اطلاق کرنے سے بھی عقد سمجھین
آتا ہے تو اعادہ پایا جاویگا اور اصل کلام کے بولنے مین افادہ ہے
کذا فی الہدایہ بعض نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ نکاح
جو عورت کی طرف منسوب ہے اس سے صحبت مراد نہین لیسکتے
کیونکہ اوسکے ساتھہ صحبت کیجاتی ہے وہ صحبت کرنیوالی نہین
ہوتی اور اسکا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ موطوئہ کو مجازا صحبت
کرنے والے کے ساتھہ تعبیر فرمایا ہے اور یہی اقرب الی الفہم ہے
اسواسطے کہ جب نکاح کو جماع پر محمول کیا تو کلام کی اندر
فقط ایک مجاز ہوگا اور لفظ نکاح اور زوج کا لفظ اپنے معنی حقیقی
پر محمول ہوگا اور جب نکاح سے عقد مراد لیا جائیگا تو
اوسمین دو مجاز ہونگے ایک تو لفظ نکاح مین اور دوسرا
زوج مین لہذا پہلی صورت بہتر ہے - اور حدیث مشہور
یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی شخص اپنی
بیوی کو تین طلاقین دیدے اور پھر دوسرے خاوند سے
وہ نکاح کرلے تو پہلے خاوند کو وہ حلال نہوگی جبتک کہ وہ
خاوند کا مزہ اور خاوند اسکا مزہ نہ چکھلے اور حضرت عائشہ سے یہ مروی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لفظ عسیلہ کی تفسیر جو حدیث
شریف مین وارد ہے جماع کے ساتھہ کی ہے پس اگر نکاح

فسر العسیلة بالجماع فان حمل النکاح فی الآیة علی العقد یجوز زیادة الدخول علی الکتاب بهذا الحدیث لانه مشهور۔

آیت کے اندر عقد پر سے محمول کیا جائے تب بھی اس حدیث مشہور سے اصل کتاب پر دخول کی زیادتی ہوسکتی ہے۔

(۴۰۰) ویحلل وطئ المراهق وهو من قریب من البلوغ وتحرك آلته واشتهی وکذا وطئ الخصی لوجود الوطئ فی نکاح صحیح۔

(۴۰۰) جو لڑکا قریب البلوغ ہو اور اوسکا آلہ تناسل حرکت کرتا ہے اور شہوت ہوتی ہو نکاح کے بعد اوسکی صحبت کرنیسے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجاتی ہے اسواسطے کہ نکاح صحیح کے اندر یہاں صحبت پائی گئی ہے۔

(۴۰۱) قید بالمراهق لانه علیه السلام شرط اللذة من الطرفین۔

(۴۰۱) قریب البلوغ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جانبین سے لذت کو شرط کیا ہے۔

(۴۰۲) وفی فتاوی الوبری الشیخ الکبیر الذی لایقدر علی الجماع لو اولج ذکره بمساعدة یده لایحللها والمرأة المفضاة بعد الدخول انما تحل للاول اذا حبلت لیعلم ان الوقاع وجد فی قبلها۔

(۴۰۲) فتاوی وبری میں ہے جو شخص اسقدر بوڑھا ہے کہ جماع نہیں کرسکتا اگر اپنے ہاتھ سے پکڑ کے ذکر کو فرج میں داخل کردے تو پہلے خاوند کو حلال نہو گی اور جس عورت سے صحبت ہوچکی ہے وہ ایسے شخص کے دخول کے بعد اوسیوقت حلال ہوگی جب حاملہ ہوجاے کہ اُس سے یقیناً فرج میں دخول کا پایا جانا ثابت ہوجائیگا۔

(۴۰۳) لا وطئ المولی ای لایحل وطئ المولی امته لزوجها بعد طلاقها ثنتین لان المولی لیس بزوج وهو الشرط بالنص۔

(۴۰۳) مولے کی صحبت کرنیسے باندی اپنے خاوند پر حلال نہیں ہوتی کہ مولے خاوند نہیں ہوتا اور نص سے خاوند کا شرط ہونا ثابت ہے۔ ۳ م ۱۰۷

(۴۰۴) وفی فتاوی الامة المنکوحة اذا حرمت حرمة غلیظة لایحل علی الزوج وطئها حتی تزوج زوجا غیره وان اشتراها۔

(۴۰۴) فتاوے میں مذکور ہے منکوحہ چھوکری جب بحرمت غلیظہ خاوند پر حرام ہوجائے تو جبتک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پہلے خاوند کو حلال نہیں ہوتی اگرچہ وہ اوسکو خرید لے

(۴۰۵) واذا شرطاه ای الزوج الثانی

(۴۰۵) اگر زوج ثانی اور عورت نے باہم زبان سے تحلیل کو

والمرأة التحليل بالقول فالنكاح مكروه ومحلل عند ابي حنيفة يعني شرطان جائزان حتى اذا لم يطلقها بعد ما جامعها يجبر عليه ولو لم يشترطا بقول فقصدا احلت للاول اتفاقا والصحيح قوله من الحقائق لقوله ع م لعن الله المحلل والمحلل له وهذا يقتضي صحة النكاح والحل للاول والكراهة قيل انما لعنه النبي ع م لانه فيه اعارة النفس في الوطئ لغرض الغير وهتكا للحمية ولهذا قال ع م هو التيس المستعار وانما كان مستعارا اذ اسبق التماس من الزوج الاول وهو محمل الحديث واما طلب الحل من طريقه فلا يستوجب اللعن وكذا الزوج الثاني لا يستحق اللعن اذا كان قصده الاصلاح بل يكون ماجورا فيه۔

(٤٠٦) وفي النهاية لو خافت المرأة ان لا يطلقها المحلل فتقول تزوجتك نفسي على ان امري بيدي اطلق نفسي كلما اريد فيقول الرجل قبلت جاز النكاح فصار الامر بيدها كذا ذكره الامام التمرتاشي

شرط کر لیا یعنے مثلا عورت نے کہا اس شرط پر مین تجھسے نکاح کرتی ہون کہ پہلے خاوند کے لیے تو مجھکو حلال کردے یا خاوند نے اسی کے مثل کہا تو امام صاحب رح کی نزدیک نکاح مکروہ تحریمی ہے مگر پہلے خاوند پر اس نکاح سے عورت حلال ہوجاتی ہے یعنے دونون کے طرف سے شرط کر لینا ٹھیک ہے حتے کہ اگر بعد از جماع زوج ثانی نے اوسکو طلاق نہ دی تو طلاق دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر زبان سے نہین شرط کیا ہو تو بالاتفاق پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجائیگی اور امام صاحب رح کا ہی قول صحیح ہے ملی الحقائق اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حلال کرنیوالے اور اوسپر جسکے لیے حلال کرتا ہے خدا کی لعنت ہو جسے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور پہلی خاوند کے لیے حلال ہوجاتی ہے اور مکروہ ہونیکی وجہ یہ ہو کہ بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کرنیکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس مین دوسری کے غرض کے لیے اپنی آپ کو صحبت کیلئے عاریت پر دینا ہوتا ہے اور بڑے بے غیرتی ہوتی ہے اسیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ایک منگنی کا بکرا ہے اور مستعار وہ اوسیوقت ہوگا کہ پہلے سے زوج اول نے اوس سے گفتگو کر لی ہو اور یہی حدیث کا محل ہے اور اوسکی طرف سے علیت کا چاہنا ایسی چیز نہیں ہے جو مستوجب لعنت ہو اسیطرح جنیفہ ثانی کو حلال کرنے سے اصلاح منظور ہو تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہمین ماجور ہوگا

(٤٠٦) نہایہ مین مذکور ہے اگر عورت کو اسبات کا خوف ہو کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا اور وہ کہدے اس شرط پر مین تجھسے نکاح کرتی ہون کہ مجھے اپنی جان کا اختیار رہے اور مین جب چاہون اپنی آپ کو طلاق دے لون اور وہ کہدے مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوجائیگا اور عورت کو اختیار رہیگا۔ امام تمرتاشی نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(٤٠٧) ويحكم اي ابو يوسف بفساده اي بفساد النكاح المشروط فيه التحليل لان هذا في معنى شرط التوقيت فيكون في معنى المتعة فيبطل۔

(٤٠٧) امام ابو یوسف رح کی نزدیک نکاح بشرط تحلیل فاسد ہے اسواسطے کہ یہ ایسا ہے جیسا وقت کا شرط کرنا اور متعہ کے حکم میں ہے لہذا باطل ہوگا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(٤٠٨) وحكم بالصحة اي محمد بصحة النكاح ونفي الحل لانه استعجل ما هو موخر شرعا فيعاقب بحرمان مقصوده كالوارث القاتل مورثه۔

(٤٠٨) امام محمد رح کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا مگر اوس سے عورت حلال نہ ہوگی اسلئے کہ جو چیز شرعاً موخر ہو اوسکو وہ جلدی سے ثابت کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکی سزا یہی ہے کہ اپنی مراد سے محروم رکھا جاوے جس طرح کوئی وارث اپنی مورث کو ورثہ لینے کے لئے قتل کر ڈالے تو محروم ہوگا۔

(٤٠٩) ويهدم الثاني ما دون الثلث يعني اذا طلقها وهي حرة طلقة او طلقتين او طلقة واحدة وهي امة فتزوجت باخر واذا بانت منه وعادت الى الاول يهدم الزوج الثاني الطلقة والطلقتين ويعود اليه بثلث طلقات حتى لا يحرم عليه الا بثلث طلقات عند ابي حنيفة وابي يوسف كما يهدمها اي كما ان المبانة بثلث اذا تزوجت باخر يهدم الزوج الثاني ثلث طلقاتها واذا تزوجها الاول يملكها بثلث طلقات اتفاقا

(٤٠٩) امام ابو یوسف اور امام صاحب کے نزدیک اگر ایک شخص نے اپنی حرہ بیوی کو دو طلاقیں یا ایک طلاق دی یا چھوکری کو ایک طلاق دی اور اوس حرہ اور باندی نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور پھر دوسرے خاوند سے بھی وہ طلاق بائن دیکر یا اوسکے مرجانے سے علیحدہ ہوگئی اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کرلیا تو چھوکری جو اس پہلی خاوند نے ایک طلاق یا حرہ کو دو طلاقیں یا ایک طلاق دی تھی اب وہ کالعدم ہوجاوینگے اور پھر حرہ پر تین طلاق اور چھوکری پر دو طلاق کا اوسکو اختیار ہوجاویگا اور اب تین طلاق کی بعد حرہ اور دو طلاق کے بعد چھوکری اوس پر حرام ہوگی جس طرح بالاتفاق مطلقہ بتین طلاق دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو پہلے طلاقیں کالعدم ہوجاتے ہیں اور جب پہلا خاوند پھر اوس سے نکاح کرے تو پھر اوسپر تین طلاق کا مالک ہوجاتا ہے

(٤١٠) وحكم بعودها بما بقي من طلقاتها اي قال محمد الحرة اذا كانت مطلقة بواحدة تعود بعد

(٤١٠) امام محمد رح فرماتے ہیں تینوں طلاقوں میں سے جسقدر باقی رہی تہیں اب اگر پہلے خاوند نے اوس سے نکاح کیا تو وہی باقی رہینگی مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اوس نے دوسرے خاوند سے

الثانی الی الاول بطلقتین وان کانت
مطلقة بثنتین تعود بواحدة
لان الزوج الثانی غایة للحرمة
الثابتة لقوله تعالی فان طلقها فلا
تحل له من بعد حتی تنکح زوجا
غیره وام یثبت تلك الحرمة بالطلقة
والطلقتین فکیف یرفعها الثانی
فلا یکون الزوج الثانی غایة لها
لان غایة الحرمة قبل وجودها
محال فیملکها الاول بما بقی من
الطلقات کما لو تزوجها قبل الزوج
الثانی۔

۱۱۴، ولهما ان النبی ع م سمی الزوج
الثانی محللا فی قوله ع م لعن الله المحلل
وهو من یثبت الحل فالزوج الثانی
یکون مثبتا لحل جدید قبل الثالث
کما یثبته بعد الثلث۔

۱۱۴، فان قیل الحل بعد الطلقة
والطلقتین ثابت فکیف یثبت
الثانی قلنا الحل ان لم یقبل اثبات
اصل الحل فهو قابل لاثبات وصفه
وهو التکمیل فی الحال لانه کان
ناقصا بالطلقة والطلقتین وکلمة
حتی هنا لیست للغایة حقیقة
لان المنتهی متقرر فی نفسه عندنا

نکاح کیا اور پھر پہلے سے کیا تو یہ پہلا خاوند اوسیقدر طلاقون کا
مالک ہوگا اور اگر دو دی تھین تو اب بھی ایک کا ہی مالک ہوگا۔
اسواسطے کہ زوج ثانی سے نکاح کرنا حرمت کی غایت ہوا اسلیئے
کہ اللہ پاک فرماتا ہی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا
غیرہ یعنے پس اگر خاوند اوسکو طلاق دے تو وہ عورت خاوند کے لیے
حلال نہوگی جبتک کہ دوسرے خاوند سے نکاح نکرے اور یہ حرمت
ایک طلاق یا دو طلاقون سے نہین ثابت ہوئی جب ثابت ہی
نہین ہوئی تو زوج ثانی اوسکو کیا ختم کریگا لہذا زوج ثانی اوسکی
غایت نہوگا اسلیے کہ قبل از وجود حرمت اوسکی غایت کا پایا جانا
ناممکن ہی پس زوج اول اوسیقدر طلاقون کا مالک ہوگا جس
قدر تین مین سے باقی ہین جس طرح اگر دوسرے خاوند سے عورت
نکاح کرے اور ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد پھر پہلے ہی سے نکاح کرلے۔

۱۱۴، امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس ارشاد مین زوج ثانی
کو محلل کیساتھ تعبیر فرمایا ہی اور محلل وہ ہی جو حلیت کو ثابت کرے
پس جس طرح تین طلاق کے بعد وہ حلیت کو ثابت کر دیتا ہے
تین سے قبل بھی حلیت جدیدہ کو ثابت کردیگا۔

۱۱۴، اگر یہ اعتراض کیا جاے کہ ایک یا دو طلاق کے بعد تو
حلیت موجود ہی ہے پھر دوبارہ حلیت کیا ثابت ہوگی تو
اوسکا یہ جواب ہے کہ اگرچہ محل مین اصل حلیت کی اثبات کی
قابلیت نہین ہے تو اثبات کی قابلیت تو اوسمین ہے کہ
وصف حلیت یعنے فی الحال تکمیل حلیت جو تین طلاق کے مالک
ہونے سے عبارت ہے اوسکو ثابت کردیا جاے کیونکہ ایک
یا دو طلاقین دینے سے حلیت مین نقصان آگیا تھا اور
حتی کا کلمہ جو آیت مین وارد ہے حقیقت مین غایت کے لئے

الغاية والحرمة هنا لم يتقرر بالزوج الثاني بل ارتفعت فعلم انه رافع وجاعل للمطلقة ثلثا كانها لم تطلق وصارت اجنبية فجاز ان يجعل المطلقة ثنتين كذلك -

نہیں ہی اسلئے کہ غایت کے ساتھ اوسکا منتھی سے نفس ثابت ہوا کرتا ہے اور اسجگہ حرمت زوج ثانی کے پائے جانے کے ساتھ نہیں ثابت رہی بلکہ زوج ثانی کے ہوتی ہے وہ مرتفع ہو جاتی ہی پس معلوم ہوا کہ زوج ثانی رافع حرمت ہلی ورلور مطلقہ کو زوج اول کے حق میں اجنبیہ عورت کے مانند کر دیتا ہی پس اگر مطلقہ بدو

(۴۱۳) واذا طلقها ثلثا فادعت انقضاء العدة منه اي من الزوج الاول ومن المحلل مع احتمال المدة وسياتي بيانها في فصل العدة ان شاء الله وغلبة ظنه اي ظن الاول بصدقها جاز نكاحها لان النكاح ان كان من المعاملات فخبر الواحد فيها مقبول كما في الوكالات والاذن في التجارات وان كان امرا دينيا لتعلق الحل به فخبره مقبول ايضا كما لو اخبرت بطهارة شئ -

(۴۱۳) اگر خاوند نے تین طلاقیں دیں اور عورت نے ایک عرصہ کے بعد اسبات کا دعوی کیا کہ میرے عدت زوج اول اور نیز زوج ثانی سے گذر گئی اور اوس مدت میں اتنی گنجائش بھی ہی (اسکا بیان فصل عدت میں عنقریب آتا ہی) اور زوج اول کا گمان غالب یہی ہی کہ یہ سچ کہتی ہی تو اوسکا نکاح اس خاوند سے صحیح ہے اسواسطے کہ نکاح اگر معاملات کے قبیلہ سے ہی تو معاملات کے اندر خبر واحد مقبول ہوتی ہے جیسے وکالات کے اندر اور تجارات میں اذن کے اندر اور اگر دینی امر ہے کہ اوسکی سبب سے حلت ثابت ہوتی ہے تو جب بھی اوسکی خبر مقبول ہوگی جس طرح کسی چیز کی پاک ہونیکی خبر دی -

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۴۱۴) ولو انكرت دخول الثاني بعد اقرارها به لا تصدق ولو اقرت بتحللها له ثم انكرت دخول الثاني ان كانت عالمة بشرائط الحل للاول لم تصدق والا فتصدق

(۴۱۴) اگر عورت نے اس اقرار کرنے کے بعد زوج ثانی کے دخول کرنیکا انکار کیا تو اوسکا انکار معتبر نہوگا اور اگر پہلے زوج اول کے لئے اپنی حلال ہونیکا اقرار کیا اور اوسکی بعد زوج ثانی کی دخول کا انکار کیا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ عورت پہلے خاوند کیلیے حلال ہونیکی شرائط سے واقفیت رکھتی ہی تب تو اوسکا انکار معتبر نہوگا ورنہ معتبر ہوگا -

فصل في الايلاء

فصل ایلاء کے بیان میں

(۴۱۵) وهو اليمين على ترك وطئ

(۴۱۵) اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے پر قسم

المنكوحة۔

کہا نیکا نام ایلاء ہے۔

(۴۱۶) والفاظه الصريحة والله لا اجامعك ولا انكتك وبعض الكنايات منها كالقربان والوطئ والمباضعة والافتضاض في البكر والاغتسال منها جرى مجرى الصريحة وغير هذه المذكورات كالاصابة والاتيان والمضاجعة والغشيان والدنو والمس وعدم البيتوتة معها في فراش لا يكون الزوج بها موليا الا بالنية۔

(۴۱۶) صریح الفاظ ایلاء کے یہ ہین خدا کی قسم مین تجھسے جماع نکرونگا یا تجھسے دخول نکرونگا اور بعض کنایات بھی جیسے پاس جانا یا وطی کرنا یا صحبت کرنا یا ازالہ بکارت کرنا یا جنابت سے اوسکی وجہ سے غسل کرنا صریح کی قائمقام ہین اور اونکی سوا جو کنایات ہین جیسے پہونچنا یا آنا یا اوسکے پاس لیٹنا یا اوسکے اوپر لیٹنا یا قریب ہونا یا ہاتھ لگانا یا اوسکے ساتھ ہم بستری نکرنا ان الفاظ کے کہنے سے جبتک نیت ایلاء کے نکرے ایلاء کرنیوالا نہوگا یعنے اگر ان الفاظ سے صحبت مراد لی ہے تب تو ایلاء ہوگا ورنہ نہین ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۴۱۷) اذا قال والله لا اقربك اولا اقربك اربعة اشهر كان موليا لقوله تعالى للذين يولون من نسائهم تربص اربعة اشهر الاية فان قربها فيها اي في المدة المذكورة حنث وكفر ليمينه وسقط الايلاء لان اليمين ارتفعت بالحنث والا اي ان لم يقربها بانت بتطليقة عند مضى المدة وهي اربعة اشهر۔

(۴۱۷) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آؤنگا یا یہ کہا کہ چار مہینہ تک تیرے پاس نہ آؤنگا تو وہ شخص مُولی یعنے ایلاء کرنیوالا سمجھا جائیگا بقولہ تعالی للذین یولون من نسائهم تربص اربعة اشهر الایۃ یعنے جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہین اونکے واسطے چار ماہ تک رکنا ہے پس اگر اس چار ماہ کی مدت مین اوسکے پاس گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اوسکو اپنی قسم کا کفارہ دینا آگیا اور ایلاء جاتا رہا اسواسطے کہ توڑدینے سے اب وہ قسم نہ رہی اور اگر اس مدت مین اوسکے قریب نہین گیا تو اس مدت کے گذرجانے سے اوسپر ایک طلاق بائن ہوگئی۔

(۴۱۸) ولا نوقفه اي الطلاق في الايلاء على تفريق الحاكم۔

(۴۱۸) ہمارے نزدیک ایلاء کے اندر طلاق واقع ہونے مین تفریق حاکم کی ضرورت نہین ہے۔

(۴۱۹) وقال الشافعي لاتبين بمضي المدة فيامره الحاكم بتسريحها

(۴۱۹) امام شافعی فرماتے ہین مدت ایلاء کے گذرنے سے خاوند سے خود بخود جدا نہوجائیگی بلکہ حاکم اوسکے چھوڑدینے کا

وان ابی تفریقها کما فی العنین لان اللہ تعالی قال فی حق المولین فان عزموا الطلاق الآیة ولو کان واقعا بمضی المدة لم یتصور العزم علیه۔

خاوند کو حکم دیگا اگرچہ وہ تفریق سے انکار کرے مثل عنین کے اسواسطے کہ اللہ تبارک و تعالی ایلاء کرنیوالون کے حق مین فرماتا ہے فان عزموا الطلاق الآیہ یعنے پس اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں۔ اور اگر صرف مدت ایلاء کی گذرنے سے طلاق واقع ہوجایا کرتی تو اوسکی قصد کرنیکی کیا معنے ہوتے۔

(۴۲۰) ولنا ما روی انه ع م قال عزم الطلاق للمولی مضی اربعة اشهر وانما اضیف الی الزوج لکونه سببا فلا یحتاج الی قضاء القاضی ومعنی الآیة ان عزموا ان یصیر الایلاء طلاقا فان اللہ تعالی سمیع علیم بالعزیمة ومذهبنا مروی عن عثمان وعلی والعنین لیس بظالم فناسب التخفیف والمولی ظالم بمنع حقها فی الجماع فیجازی بوقوع الطلاق۔

(۴۲۰) ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایلاء کرنیوالے کے لئے طلاق کا ارادہ کرنا یہی ہے کہ چار مہینے گذر جائین اور زوج کی طرف اسلئے نسبت کردی ہے کہ وہ اوسکا سبب ہے پس قضاء قاضی کے حاجت نہین ہے اور فان عزموا الطلاق کے یہ معنے ہین کہ پس اگر وہ ایلاء کا طلاق ہوجانا چاہین تو خدائے تعالی اونکے ارادہ کو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور عنین پر قیاس نکیا جائیگا اسواسطے کہ عنین کی طرف سے کچھ ظلم نہین پایا گیا اور ایسے شخص کی تخفیف اوسکی مناسب ہے اور ایلاء کرنیوالا تو ظالم ہے کہ عورت کا حق جماع اوسنے روک رکھا پس اوسکی سزا یہی ہے کہ طلاق واقع ہو۔

(۴۲۱) فان قلت ذکر فی الحیا مع الصغیر لقاضی خان لیس للزوجة ان یطالب الوطء من الزوج حکما بعد وطئه ایاها مرة فکیف یکون المولی ظالما بمنع ما لیس بمستحق علیه قلت ان لم یکن مستحقا علیه حکما فالوطء مستحق علیه دیانة۔

(۴۲۱) اگر کہو جامع صغیر قاضیخان مین مذکور ہے کہ جب ایک مرتبہ خاوند نے بیوی سے صحبت کرلی پھر بیوی کو یہ استحقاق نہین ہے کہ بحکم قاضی اوس سے صحبت کا مطالبہ کرے پس ایلاء کرنیوالا ایسی چیز کے روکنے سے جو اوسکی ذمہ لازم نہین ہے کیونکر ظالم ٹھہرایا جائیگا تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اگرچہ اوسپر حق صحبت بحکم قاضی ثابت نہین ہوسکتا مگر فیما بینہ وبین اللہ اوسپر صحبت کا حق ہے۔

(۴۲۲) فان قید یمینه بالمدة ای

(۴۲۲) اگر خاوند نے ایلاء کو مدت یعنے چار ماہ کے ساتھ

حلف على اربعة اشهر سقطت يمينه بمضى وقتها وان ابده اى ان لم يقيد حلفه بمدة كقوله والله لا اقربك فبانت امرأته بمضى المدة فتزوجها عاد الايلاء بتزوجها لان اليمين المطلقة لا ينحل الا بالحنث ولم يوجد فبقيت كما كانت۔

مقید کیا ہو یعنے چار مہینہ تک ترک صحبت پر قسم کہائی ہے تو چار ماہ کے گذرنیسے یہ حلف ساقط ہو جائیگا اور اگر مطلقا ترک صحبت پر قسم کہائی اور مدت کے ساتھ مقید نہین کیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مین تیرے پاس نہ آونگا تو مدت ایلا یعنے چار مہینہ کی گذرنیسے عورت پر طلاق بائن ہو جائیگی اگر اوس سے اس مدت مین صحبت نہین کی ہیں اگر اوس سے پہر نکاح کیا ہے تو بہی ایلا بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ اوس حلف مطلق فسخ نہین ہوا لہذا جبتک اوس سے صحبت کرکے اوسکو توڑ نہ دیگا تب تک اوسکا حکم باطل نہ ہوگا اور یہان تک صحبت

۴۲۳) فقيد بقوله بتزوجها احترازا عما ذكر فى التحفة والبدائع والمحيط من انها بعد بينونتها بمضى المدة اذا مضت عليها اربعة اشهر اخرى وهى فى العدة وقعت بلا تزوج كما لو ابانها بتنجيز الطلاق ثم مضت مدة الايلاء وهى فى العدة يقع اخرى۔

۴۲۳) ایلا کی بدستور قائم رہنے مین نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہوتاکہ اوس قول سے جو تحفہ اور بدائع اور محیط مین مذکور ہے احتراز ہو جائے کہ مدت ایلا کی گذرنے اور عورت کے بائن ہو جانے کے بعد جب چار مہینے اور گذر جائینگے اور وہ حالت عدت مین ہوگی تو بلا نکاح کی ایک طلاق اور واقع ہو جائیگی جسطرح ایلا کرنیکے بعد اگر سے فی الفور ایک طلاق بائن دیدی اور پہر دوسری طلاق کی حالت عدت مین مدت ایلا بہی گذر گئی تو دوسری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

۴۲۴) والاصح ما ذكر فى المتن لان وقوع الطلاق جزاء الظلم وليس للمبانة حق فى الجماع فلا يكون ظالما بخلاف ما لو ابانها بتنجيز الطلاق لان الايلاء بمنزلة التعليق بمضى المدة والمعلق لا يبطل بتنجيز ما دون الثلث۔

۴۲۴) اصح قول وہی ہے جو متن مین مذکور ہوا اسواسطے کہ وقوع طلاق حقیقت مین ظلم کرنیکی سزا ہے اور جب وہ بائن ہوگئی اور کچہ تعلق نہ رہا تو صحبت مین اوسکا کچہ حق بہی نہ رہا لہذا اب وہ ظالم نہ ٹہرایا جائیگا بخلاف صورت مقیس علیہا کے کہ طلاق دیکر اوسکو بائن کردے اسواسطے کہ ایلا ایسا ہے کہ جیسے چار مہینے کے گذرنے سے طلاق کو معلق کرنا اور طلاق معلق ایک یا دو طلاقین سے فی الفور دینے سے باطل نہین ہوا کرتی۔

۴۲۵) فان قربها فعليه الكفارة والا اى ان لم يقربها بانت باخرى

۴۲۵) دوسرا نکاح کرنیکے بعد صورت مذکورہ مین اگر چار ماہ کی مدت کے اندر اوس سے صحبت کرلی تب تو کفارہ لازم ہو جائیگا

لانه بالتزوج ثبت حقها فى الجماع فيتحقق الظلم فىعو تب بوقوع الطلاق بمضى المدة المعهودة۔

ورنہ ایک طلاق بائن اوسکی وپراورپڑجائیگی اسواسطے کہ نکاح کرنیسے عورت کو حق صحبت ثابت ہوگیا اورخاوند کیطرف سے ظلم پایا گیا لہٰذا اوسکی سزا بین مدت مقررہ کی گذرنیکے بعد طلاق واقع ہوگی۔

(۴۲۶) اعلم ان مدة هذا الايلاء معتبرة من وقت التزوج ان كان تزوجها بعد العدة ومعتبرة من الطلاق الاول ان تزوجها فى العدة كذا فى الغاية۔

(۴۲۶) جاننا چاہئے کہ اس ایلار کے مدت وقت نکاح سے معتبر ہے اگر انقضا سے عدت کے بعد نکاح کیا ہے اور اگر حالت عدت ہی مین نکاح کرلیا ہے تو طلاق اول سے معتبر ہے۔ کذا فی الغایہ۔

(۴۲۷) وان تزوجها مرة ثالثة عاد الايلاء ثالثا فان قربها يكفر وان لم يقربها تبين بمضى المدة لما قلنا۔

(۴۲۷) اگر تیسرے مرتبہ پھر اوس سے نکاح کیا تو تیسرے مرتبہ پھر ایلار بدستور قایم ہوجائیگا اور چار ماہ کی مدت مین اگر اوس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم آئیگا ورنہ انقضائے مدت ایلار کے بعد وہ تیسری طلاق واقع ہوجائیگی وسکی وجہ ہم نے بیان کردیا ہے

(۴۲۸) فان عادت الى زوجها الاول بعد زوج آخر فوطئها كفر لبقاء اليمين فيه تفصيل ان كان الحلف بغير طلاق فهما يبقى وان كان بطلاقها بان قال ان قربتك فانت طالق ثلثا لا يبقى لان التنجيز يبطل التعليق كذا قاله صدر الشريعة۔

(۴۲۸) اگر ایلار کے بعد عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر اوس سے علیحدہ ہوگئی اور پہلی خاوند سے پھر نکاح کیا اور اوس نے صحبت کی تو کفارہ دینا آویگا اسواسطے کہ قسم ہنوز بدستور باقی ہے مگر اسکے اندر تفصیل ہے اسواسطے کہ اگر حلف کے اندر طلاق کا ذکر نہین کیا ہے تب تو حلف باقی رہیگا اور اگر طلاق کے ساتھ حلف کیا ہے اور یکہا ہے کہ مین تیرے پاس آؤن تو تجھپر تین طلاقین ہین تو یہ حلف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ فی الفور طلاق کے واقع ہونیسے تعلیق طلاق باطل ہوجائیگی

(۴۲۹) وابطلنا ايلاءه يعنى اذا تزوجها بعد زوج آخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق۔

(۴۲۹) ہمارے نزدیک دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کے بعد اگر پھر پہلے سے نکاح کیا تو ایلار کا حکم باقی نہ رہیگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی۔

(۴۳۰) وقال زفر يعود الايلاء لان اليمين باقية فيصير ظالما بمنع حقها فيثبت حكمه۔

(۴۳۰) امام زفر رح فرماتے ہین ایلار کا حکم بدستور قائم ہوجائیگا اسواسطے کہ قسم باقی ہے اور اوسکے حق کے منع کرنیکی وجہ سے خاوند ظالم ہوگا اور اوسکا حکم یعنے طلاق ثابت ہوگا۔

(۴۳۱) ولنا ان تقدير هذا الايلاء كلما مضت اربعة اشهر ولم اقربك فيها فانت بائن فلم يبق اليمين في حق الطلاق لان صحة التعليق باعتبار الطلقات المملوكة له وهي قد استوفيت وبقيت اليمين في حق الكفارة لانها غير موقوفة على الملك حتى لو قال لاجنبية والله لا اقربك فتزوجها لا يكون ايلاء ولو قربها تجب الكفارة۔

(۴۳۱) ہمارے نزدیک اس ایلاء کی اصل حنی یہ ہوسکتے ہیں کہ اگر چار ماہ گذر جائیں اور میں تیرے پاس نہ آؤں تو تجھسے مجھسے کچھ علاقہ نہیں پس اب حق طلاق میں وہ قسم باقی نہ رہیگی سواسطے کہ تعلیق درست نہیں طلاقوں کے اعتبار سے صحیح ہوسکتی ہے جسقدر کہ زوج کی ملکیت میں ہیں اور وہ طلاقیں پوری ہوچکیں پس صرف کفارہ کی حق میں قسم کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ کفارہ ملک کے اوپر موقوف نہیں ہے حتےکہ اگر اجنبیہ عورت سے کہا خدا کی قسم میں تیرے پاس نہ آؤنگا اور پھر اوس سے نکاح کر لیا تو ایلاء کا حکم نہ ثابت ہوجائیگا مگر جب اوس سے صحبت کریگا تو کفارہ واجب ہوگا۔

(۴۳۲) وايلاء الذمي بالله كان قال لامرأته والله لا اقربك اربعة اشهر منعقد عند ابي حنيفة في حق الطلاق دون الكفارة حتى لو تركها اربعة اشهر بانت بالايلاء ولو قربها لم يلزمه الكفارة وقالا لا يكون ايلاء۔

(۴۳۲) اگر ذمی خدا کے نام سے حلف کرے مثلاً اپنی بیوی سے کہے خدا کی قسم چار ماہ تک میں تیرے پاس نہ آؤنگا تو امام صاحب رحہ کے نزدیک حق طلاق میں اسکو ایلاء کا حکم ہوگا اور کفارہ کے اندر ایلاء کا حکم نہوگا لہذا اگر چار ماہ تک اوس سے صحبت نہ کی تو طلاق واقع ہوجائیگی اور اگر صحبت کرلے تو کفارہ واجب نہوگا اور صاحبین رحہ کی نزدیک یہ ایلاء نہوگا۔

(۴۳۳) قيد بقوله بالله لانه لو آلى بالطلاق كان قال ان قربتك فضرتك طالق او العتاق يصح اتفاقا وان آلى بصوم او صدقة لا يكون ايلاء اتفاقا لانه ليس من اهل القرب۔

(۴۳۳) خدائیتعالی کے نام کے قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر طلاق یا عتاق کے ساتھ اوس نے حلف کیا اور مثلاً اپنی بیوی سے کہا اگر میں تیرے پاس آؤں تو تیرے سوکن پر طلاق ہے تو بالاتفاق صحیح ہے اور اگر روزہ یا صدقہ کے ساتھ اوس نے حلف کیا تو بالاتفاق ایلاء نہوگا اسواسطے کہ خدا کی نزدیک اوسکا روزہ اور صدقہ غیر مقبول ہے۔

(۴۳۴) لهما ان المولى من لا يمكن قربان امرأته الا بشيء يلزمه

(۴۳۴) صاحبین رحہ کی دلیل یہ ہے کہ مولی تو وہ ہوتا ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت نہیں کرسکتا جب تک اوسکی او پر کچھ لازم

والذمي يمكن قربانها من غير لزوم كفارة فلا يكون موليا۔

نہ آجائے اور ذمی اوس سے صحبت کرسکتا ہے اور کچھ کفارہ لازم نہیں ہوتا لہٰذا وہ مُولی نہ ہوگا۔

(٤٣٥) وله ان المعتبر في الايلاء لزوم الحنث على تقدير قربانها لا لزوم الكفارة والذمي اهل لليمين ولهذا استحلف في الدعاوي واذا صح يمينه يلزمه الحنث الا ان الكفارة لا يلزمه لانها رافعة او ساترة لذنب الحنث والذمي ليس باهل لذلك ما دام على كفره۔

(٤٣٥) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ایلاء کے اندر یہ بات معتبر ہے کہ صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم آجائے اور کفارہ کے لازم ہونیکا اعتبار نہیں ہے اور ذمی قسم کھانیکی قابلیت رکھتا ہے ولہٰذا دعاوی کے اندر اوس سے حلف لیا جاتا ہے اور جب اوسکی قسم صحیح ہوگئی تو صحبت کرنیسے قسم کا ٹوٹنا لازم ہوگیا مگر کفارہ اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ کفارہ یا تو قسم توڑنیکی گناہ کے دور کرنیکے لئے ہے یا گناہ کو ڈھکنے کے لئے اور ذمی جبتک کفر کے اندر رہے اس قابل نہیں ہے۔

(٤٣٦) ولو حلف بطلاق او عتاق او حج او صدقة او صوم كان قال ان قربتك فزوجتي فلانة طالق او عبدي فلان حر او علي حج او صدقة او صوم كان موليا لان هذه الاجزية مانعة من الوطئ فصار في معنى اليمين بالله ذكر الصوم مطلقا لانه لو قيد بان قال علي صوم هذا الشهر لم يكن موليا لان اليمين يسقط بمضي الشهر ويمكنه القربان من غير لزوم شئ۔

(٤٣٦) اگر ایک شخص نے حلف کیا کہ اگر میں تجھسے صحبت کروں تو میری فلاں بیوی پر طلاق ہے یا میرا فلاں غلام آزاد ہے یا حج یا صدقہ یا روزہ پر حلف کیا تو وہ ایلاء کرنیوالا ہوگا اسواسطے کہ یہ سب باتیں صحبت سے مانع ہونگی اور ایسا ہی ہوگا کہ جیسے خدا کے ساتھ قسم کھائی مطلق روزہ کو اسواسطے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ کہا کہ اگر میں تجھسے صحبت کروں تو میرے اوپر اس مہینہ کے روزے لازم ہوں تو وہ ایلاء کرنیوالا نہوگا اسواسطے کہ مہینہ کے گذرنے سے قسم ساقط ہوجائیگی اور اوس مہینہ کے گذرنے کے بعد صحبت کرنیسے کچھ اوسکے ذمہ نہ لازم آئیگا۔

(٤٣٧) او بصلوة اي لو قال ان قربتك فعلي صلوة لم يجعله اي

(٤٣٧) اگر کہا میں تیرے پاس آؤں تو میرے اوپر اسقدر نماز لازم ہوجائے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک

ابو يوسف موليا لانها مما لا يحلف بها عادة فصار كما لو قال فعلي صلوة الجنازة۔

یہ ایلا نہیں ہے اسواسطے کہ ایسی قسم کوئی نہیں کھایا کرتا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے تیرے پاس آؤں تو مجھے جنازے کی نماز پڑھنی پڑے۔

(۴۳۸) وخالفه اى قال محمد يصير موليا لان الصلوة مما يلتزم بالنذر كالصوم والصدقة۔

(۴۳۸) امام محمد رح فرماتے ہیں یہ ایلاء ہو جائیگا کیونکہ جس طرح روزہ اور صدقہ نذر کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اسیطرح نماز بھی لازم ہو جایا کرتی ہے۔

(۴۳۹) او ان قربتك فكل عبد املكه حر او والله لا اقربك حتى اعتق هذا اى هذا العبد او اطلق هذه اى هذه المرأة لم يجعله اى ابو يوسف موليا وقالا يكون موليا في المسئلتين۔

(۴۳۹) اگر کہا میں تیرے پاس آؤں تو ہر وہ غلام جس کا میں اب مالک ہونگا آزاد ہی یا خدا کی قسم میں تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک اس غلام کو آزاد نہ کردوں یا اس عورت کو طلاق نہ دیدوں تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ ایلاء نہیں ہے امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک دونوں صورتوں میں ایلاء ہے۔

(۴۴۰) قيد بقوله املكه لانه لو قال ما اشتريه لا يصير موليا اتفاقا من الحقائق۔

(۴۴۰) غلام کے مالک ہونیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر یوں کہا کہ جس غلام کو میں اب خریدوں وہ آزاد ہے تو بالاتفاق ایلاء نہوگا حقائق۔

(۴۴۱) له ان قربانها ممكن في المسئلة الاولى بان لا يملك عبدا وفي الثانية بان يعتق عبده او يطلق امرأته فيقربها من غير حنث يلزمه فصار كما اذا قال لا اقربك حتى يموت فلان

(۴۴۱) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسکو دونوں صورتوں میں صحبت کرنیکی گنجایش ہے پہلی صورت میں تو اسواسطے کہ کسی غلام کا وہ مالک ہی نہووے اور دوسرے میں اسواسطے کہ غلام کو آزاد کردے یا اوس دوسرے بیوی کو طلاق دیدے اور اس سے صحبت کرلے اور قسم کا ٹوٹنا نہیں لازم آتا اور ایسا ہوا جیسے کہی میں تیری پاس نہ آؤنگا جبتک فلاں شخص نہ مرجائے

(۴۴۲) ولهما في المسئلة الاولى ان المولى يحتمل ان يملك عبدا بلا اختياره بان مات مورثه فترك عبدا فيلزم من قربانها عتقه فيكون

(۴۴۲) اور دونوں کی دلیل صورت اولی میں ایلاء ہونیکی یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ شاید بلا اختیار کسی غلام کا مالک ہو مثلا اوسکا مورث مرجائے اور غلام چھوڑ جائے اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے اوس غلام کا آزاد ہونا لازم ہوگا اسواسطے

مولیا وفی الثانیة ان قربها قبل الغایة لزمه الکفارة وان اعتق عبده لاجل قربانها اذ لم یمکنه بدونه صار کانه لزم بقربانها ضرر وهو الغایة وهو مضاف الی الیمین فیکون مولیا بخلاف قوله حتی یموت فلان لانه علی تقدیر وجود الغایة لا یلزمه ضرر۔

صحبت نہ کرسکیگا اور ایلاء ہوجائیگا اور دوسرے صورتمین یہ وجہ ہوکہ اگر قبل آزاد کرنے یا طلاق دینے کے اس سے صحبت کی تب تو کفارہ لازم ہی ہوگا اور اگر صحبت کرنیکی غرض سے غلام کو مثلاً آزاد کردیا کر اوس کے آزاد کئے بغیر صحبت نہ کرسکتا تھا تو ایسا ہی ہوا کہ گویا اوس سے صحبت کرنے میں اسکو نقصان لازم ہوگیا اور نقصان ہی اوسکی غایت ہے اور قسم کی طرف وہ منسوب ہے لہذا ایلاء ہوگا بخلاف اوس صورت کی کہ کہی جبتک فلان شخص مرے مین تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ اوس کے مرنے سے اسکا کیا نقصان ہے۔

۴۴۳، ولو مات ذلك العبد سقط الایلاء اتفاقا ولو باعه ثم اشتراه عاد الایلاء من وقت الشراء ان لم یکن جامعها بعد البیع قبل الشراء۔

۴۴۳، جس غلام کی آزاد کرنیکو شرط کیا تھا اگر وہ مر گیا تو بالاتفاق ایلاء جاتا رہیگا اور اگر اوسکو فروخت کردیا اور پھر اسکو خرید لیا تو خریدنے کے وقت سے ایلاء کا حکم قائم ہوگا اگر خریدنے سے پہلے اور فروخت کرنیکے بعد کو اوس سے صحبت نہین کی ہے۔

۴۴۴، او حتی اصوم ای لو قال لا اقربك حتی اصوم شعبان وهو ای والحال ان حلفه کان فی رجب فهو غیر مول عند ابی حنیفة لان الغایة صوم کل شعبان فاذا ترك صوم کله او یوم منه فات الغایة وفواتها قبل مضی المدة یرفع الیمین فلا یکون ایلاء لامکان قربانها فی المدة بلا لزوم شیء ولو قربها قبل الغایة یحنث ویخالفه ای قال ابو یوسف یکون مولیا

۴۴۴، اگر رجب کے مہینہ میں ایک شخص نے کہا مین تیرے پاس نہ آؤنگا جبتک شعبان کے روزے نہ رکھلون تو امام صاحب رح کی نزدیک ایلا نہین ہے اسواسطے کہ اوسکی غایت پورے شعبان کے روزے رکھنے ہین پس اگر سب روزے ترک کردئے یا اونمین سے ایک ہی ترک کردیا تو غایت جاتی رہی اور قبل انقضاء مدت کی اوسکا جاتا رہنا قسم کو رفع کردیتا ہے پس وہ ایلاء نہوگا اسواسطے کہ چار ماہ کی مدت کے اندر بلا لزوم کسی چیز کے اوس سے صحبت کرنا ممکن ہے اور اگر غایت مذکورہ سے پہلے صحبت کی تو کفارہ لازم ہوگا امام ابو یوسف رح فرماتی ہین اگر اوسنے شعبان کے روزے نہ رکھے تو ایلاء کا حکم ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ شعبان سے قبل تو یہ احتمال تھا

ان فاته صوم اى صوم شعبان لانه قبل فوته كان يحتمل ان يصومه ويوجد الغاية ويكون بارًّا فى يمينه فاذا فات الغاية صار يمينه مؤبدة لان من اصله ان اليمين ينعقد وان لم يتصور المحلوف عليه كما ذهب اليه اذا حلف على ان يشرب ماء الكوز موقتا فصب ماؤه۔

کہ روزے رکھلے اور اپنی قسم کو پورا کردے اور غایت متحقق ہوجائے اور جب روزے نہ رکھے اور شعبان ہوچکا تو اوسکی قسم ہمیشہ کے لئے ہوگی اسواسطے کہ امام ابو یوسف کی اصول کے موافق اگرچہ ناممکن چیز ہو جب بھی قسم کا انعقاد ہوجاتا ہی جس طرح کوئی شخص پیالہ کا پانی پینے پر ایک وقت معین تک حلف کرے اور پھر اوسکا پانی گرجائے تو امام ابو یوسف رح کا اوس مین بھی یہی مذہب ہے۔

(۴۴۵) وجعله اى محمد ذلك الحالف موليا فى الحال واسقط بصومه اى محمد الايلاء بصوم شعبان او صوم بدله اى بان يصوم شهرا اخر بدلا عنه قبل انقضاء المدة اى مدة الايلاء وان فات عنه صومه او صوم بدله بقى موليا لان صوم شعبان له بدل وهو القضاء والبدل يقوم مقامه فلم يمكنه قربانها الا باتصاله الى صوم شهر فكان موليا بمنزلة ما ذكر مكان شعبان شهرا مطلقا۔

(۴۴۵) امام محمد رح کے نزدیک اوسیوقت ایلاء ہوجائیگا اور چار مہینہ کے اندر اندر اگر شعبان یا اوسکی عوض کسی اور مہینہ کے روزے رکھلے تب تو ایلا ساقط ہوجائیگا اور اگر شعبان کے یا اوسکے بدلے دوسرے مہینہ کے روزے نہین رکھے تو ایلا بدستور قائم رہیگا اسواسطے کہ شعبان کے روزون کا بدل ہوسکتا ہی یعنے دوسرے مہینہ مین اوسکی قضا کرلیگا اور بدل اوسکے قائمقام ہوجائیگا پس جبتک ایک مہینہ کے روزے نہ رکھیگا اوس سے صحبت نہ کرسکیگا لہذا وہ شخص مُولی ہوگا جس طرح بلا تخصیص ایک ماہ کے روزے کی شرط کرنیسے مُولی ہوتا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۴۶) اوستة اى لو قال والله لا اقربك سنة الا يوما جعلناه موليا ان وجد المدة اى اربعة اشهر بعد قربانها لانه استثنى اليوم

(۴۴۶) اگر ایک شخص نے کہا خدا کی قسم بجز ایک روز کی سال بھر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا تو ہمارے نزدیک یہ اوسوقت مین ایلا ہوگا کہ اوس سال کے اندر صحبت کرنیکے بعد اوس سال کے چار مہینے اور باقی ہون اسواسطے کہ جب

الذي استثناه و بقي يمينه في بقية السنة مطلقة وان بقي اقل منها لم يكن موليا فصار كما لو قال لا اقربك سنة الا مرة لا في الحال اي قال زفر يكون موليا في الحال لان الاستثناء مصروف الى اليوم الاخر من السنة كما لو قال اجرتك هذه الدار سنة الا يوما اوقال في الايلاء سنة الا نقصان يوم

(٤/٤/٧) ولنا ان المستثنى يوم منكر ولا وجه الى تعينه فيمكنه قربانها في اي يوم يريد بلا لزوم شئ فلا يكون موليا وانما صرف في الاجارة الى اخر السنة تصحيحا للعقد فلا حاجة اليه في اليمين لانها منعقدة مع الجهالة وفي قوله الا نقصان يوم يصرف النقصان الى اخر السنة عملا بالعرف۔

ایک روز کا اوسنے استثنا کیا تھا اوس مین تو وہ صحبت کر ہی چکا اور باقی سال مین اوسکی قسم بلا کسی قید کے پائی گئی اور اگر چار ماہ سے کم باقی رہگئی تھی اوسوقت مین اوس سے صحبت کی تو ایلاء نہوگا اور ایسا ہوگا جس طرح یہ کہی کہ بجز ایک مرتبہ کے سال بھر تک مین تیرے پاس نہ آؤنگا۔ امام زفر رح فرماتے ہین اسبات کی کہتے ہی ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ ایک روز کی استثنا کرنیسے اخیر کا روز مراد ہوگا جیسے کوئی کہی مین نے اپنا یہ مکان تجھکو سال بھر کے واسطے کرایہ پر دیا بجز ایک روز کے یا ایلاء کی اندہی کہا کہ سال بھر تک تیرے پاس نہ جاؤنگا بجز ایک

(٤/٤/٧) ہماری یہ دلیل ہے کہ اوسنے بلا تعیین ایک دن کا استثناء کیا ہے پس وہ دن معین کیونکر ہو سکتا ہے لہذا جس ایک دن وہ چاہیگا اوس سے صحبت کر سکیگا اور اوسپر کچھ نہ لازم ہوگا پس یہ ایلاء نہو اور اجارہ کے اندر اوس ایک دن سے اخیر کا دن عقد اجارہ کی صحیح کرنیکی غرض سے مراد لیلیا کرتے ہین اور قسم کے اندر اس تعیین کی ضرورت نہین ہے کیونکہ قسم بلا تعیین بھی درست ہوجاتی ہے اور اگر ایک دن کم سال بھر کہا ہے تو وہان اخیر دن عرف کے اعتبار سے مراد ہوتا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(٤/٤/٨) وان قربتك فانت علي حرام اي والحال انه ينوي اليمين فهو ايلاء في الحال عند ابي حنيفة وقالا اذا قربها مرة يصير موليا لانه علق اليمين بقربانها ولا يصير موليا قبله كما لو قال ان قربتك فوالله لا اقربك۔

(٤/٤/٨) اگر کہا مین تیرے پاس آؤن تو میرے اوپر تو حرام ہے اور اوسکی غرض اسکے کہنے سے قسم ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک فی الحال یہ ایلاء ہوجائیگا اور صاحبین رح فرماتے ہین جب اوس سے ایک مرتبہ صحبت کریگا اسوقت یہ ایلاء ہوگا اسواسطے کہ اوس سے صحبت کرنے کے ساتھ قسم کو معلق کیا ہے پس اس سے پہلے ایلاء نہین ہوسکتا جیسے کوئی کہے اگر مین تجھسے صحبت کرون تو خدا کی قسم تجھسے کبھی صحبت نکرون۔

(۴۴۹) وله ان قربانها لا يمكنه الا بالتزام اليمين لان تحريم الحلال يمين فصار كانه قال ان قربتك فعلى يمين فيكون موليا فى الحال لان نفس اليمين لا يكون عليه بل موجبها. ليس هذا الكلام كما استشهدا به ان مراده فيه منع نفسه عن القربان الثانى وفى مسئلتنا مراده منع نفسه عن القربان الاول۔

(۴۴۹) امام صاحب رح كى دليل يه هى كه اس صورت مين جبتك اپنى ذمه پر اوس قسم كو وه لازم نكرلے اوس سے صحبت نهين كرسكتا هى كيونكه حلال كا حرام كرنا ايكطرح كے قسم هى اور ايسا هى جيسے كوئى كهى مين تجهسے صحبت كرون تو ميرے اوپر قسم لازم هوجاے تو وه شخص فى الحال مُولى هوجائيگا اسواسطے كه خود قسم تو اوسكى اوپر كيا واجب هوگى اوسكا موجَب واجب هوا كرتا هى اور يه كلام ايسا نهين هى كه جس كلام سے اونهون نے شهادت كى هى اسواسطے كه اوس كلام مين دوسرے مرتبه صحبت كرنيسے اپنى تئين روكنا منظور هوتا هى اور صورت متنازعه فيها كے اندر اول هى مرتبه صحبت كرنيسے اپنى آپ كو روكنا مقصود هوتا هى۔

(۴۵۰) قيد بقوله ينوى اليمين لانه لو نوى الطلاق يكون موليا فى الحال اتفاقا لانه لا يملك قربانها فى المدة الا بطلاق يلزمه من الحقائق

(۴۵۰) يه قيد كه قسم كى نيت كرى اسواسطے لگائى هى كه اگر اوس نے طلاق كى نيت كى تو بالاتفاق فى الحال ايلاء هوجائيگا اسواسطے كه بدون لزوم طلاق كے اوس سے مدت ايلاء مين صحبت نهين كرسكتا من الحقائق۔

(۴۵۱) ولو كرر اليمين فى مجلس واحد ثلثا كما اذا قال والله لا اقربك والله لا اقربك والله لا اقربك بغير نية اى بان لم ينو بهذا التكرار شيئا او التشديد بالجر عطف على غير بحذف المضاف تقديره او بنية التشديد اى الابتداء دون التكرار اى التاكيد حكم محمد بتعدد الايلاء حتى اذا مضت اربعة اشهر ولم يقربها تبين بتطليقة اخرى كاليمين اى

(۴۵۱) اگر ايكهى جلسه مين تين مرتبه اوس نے قسم كو مكرر كيا اور كها خدا كى قسم مين تجهسے صحبت نه كرونگا خدا كى قسم مين تجهسے صحبت نه كرونگا خدا كى قسم مين تجهسے صحبت نه كرونگا اور اس مكرر كرنيسے كچه نيت نهين كى يا سختى كے نيت كى مگر تاكيد كى نيت نهين كى تو امام محمد رح كے نزديك يه تين ايلاء هوجائينگى لهذا اگر چار مهينے گذر گئے اور اوس سے صحبت نه كى تو ايك طلاق بائن اوسكے اوپر واقع هوجائيگى اور پهر ايك گهڑى گذرنيكے بعد ايك اور طلاق بائن هوگى جس طرح اس صورت مين قسم تو بالاتفاق هى متعدد هوتے هے

كما حكم على تعدد اليمين اتفاقا الا ان الزمان لما كان واحدا صار تعدده حكما فطلقت ببعض ساعة۔

مگر چونکہ زمانہ ایک ہی تھا اسلئے اوسکا تعدد حکماً ہوگا اور ایک ساعت کے بعد دوسری طلاق ہوگی۔

* * * * *

(۴۵۲) وقالا الايلاء واحد استحسانا حتى لو لم يقربها في المدة لا تطلق الا واحدة ولو قربها يلزمه ثلث كفارات۔

(۴۵۲) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ استحسانا اسکو ایک ہی ایلا سمجھا جائیگا بنا برعلیہ اگر چار ماہ کے اندر اوس سے صحبت نہ کی تو صرف ایک طلاق بائن واقع ہوجائیگی اور جو اوس نے اس مدت مین صحبت کرلی تو کفارے تین ہی لازم ہونگے

(۴۵۳) قيد المجلس بالواحد لانه لو كان في ثلثة مجالس يكون ثلثة ايلاء اتفاقا وقيد بقوله دون التكرار لانه لو نواه فاليمين واحدة والايلاء واحد اتفاقا وكذا في المصفى والحقائق والكافي۔

(۴۵۳) جلسہ واحدہ کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر تین جلسون مین یہ کہا تو بالاتفاق تین ایلا ہوجائینگے اور یہ قید کہ تکرار کی نیت نہ کی ہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق کفارہ بھی ایک ہوگا اور ایلا بھی ایک ہوگا۔ کذا فی المصفے والحقائق والکافے۔

* * * * *

(۴۵۴) عرفت من هذا ان ما قاله المص في شرحه من انه ان نوى التكرار يكون الايلاء واليمين اتفاقا ليس كما ينبغي۔

(۴۵۴) اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جو اپنی شرح مین بیان کیا ہی کہ اگر تکرار کی نیت کی تو بالاتفاق اس سے کفارہ بھی آئیگا اور ایلا بھی ثابت ہوگا نامناسب ہے۔

(۴۵۵) ولهما ان المولى على تقدير البر في هذه الايمان المتكررة يكون ظالما لمنع حقها في الجماع والمنع وجد منه مرة في زمان واحد لان المجلس الواحد متحد الازمنة شرعا فيكون جزاؤه وهو الطلاق واحدا وعلى تقدير الحنث يكون

(۴۵۵) امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح صاحب کی دلیل یہ ہی کہ اگر اوس نے اپنی ان قسمون کو پورا کیا تو وہ عورت کی حق مین بسبب اوسکی حق روکنے کے ظالم ہوگا اور یہ حق کا روکنا ایک ہی زمانہ مین ایک ہی مرتبہ اوس سے پایا گیا ہے کیونکہ جلسہ واحدہ کو شرعاً متحدۃ الازمنہ سمجھا جاتا ہی پس ویسکی جزا یعنی طلاق بھی ایک ہی ہوگی اور اگر قسم کو توڑ دیا تو ہر مرتبہ صحبت کرنے مین خدا تعالی کے نام پاک کے حرمت کا ہتک ہوگا لہذا تین کفارے لازم ہونگے بخلاف تعدد مجالس کے کہ وہان تعدد سبب

هاتكا لحرمة اسم الله فى كل مرة فيلزمه كفارات بخلاف تعداد المجالس لان الظلم يتعدد باختلاف الازمنه حقيقة وحكما وبجعل المدة اى مدة الايلاء للامة شهرين وقال الشافعى اربعة اشهر لان هذه المدة ضربت لاظهار الظلم بمنع الحق فى الجماع والحرة والامة فى ذلك سواء۔

اختلاف ازمنہ سے ظلم کا بہی تعدد پایا جاتا ہے ہمارے نزدیک ایلاء کی مدت باندی کے لیے دو مہینے ہین مگر امام شافعی رح کے نزدیک باندی کے لیے بہی چار ہی مہینے ہین اسواسطے کہ یہ چار مہینے اسواسطے مقرر کیے گئے ہین کہ اوسکا ظلم (یعنی حق جماع کو روکنا) معلوم ہوجائے اور اسباب مین حرہ اور باندی دونون برابر ہین۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(٤٥٦) ولنا ان هذه المدة ضربت اجلا للبينونة فتنتا بهت مدة العدة والرق موثر فى تنصيف مدة العدة فكذا فى مدة الايلاء والجامع فوات الحل بهما۔

(٤٥٦) ہماری دلیل یہ ہی کہ یہ چار مہینے فی الحقیقت بینونت کے لیے مقرر کیے گئے ہین پس اوسکا حال مدت عدت کا سا ہی اور رقیت یعنی باندی ہونیکے سبب سے عدت کی مدت تو آدہی رہجاتی ہے لہذا ایلاء کی مدت بہی آدہی رہجائیگی اور رابطہ الاشتراک دونون مین یہ ہی کہ طلاق سے بہی حلیت جاتی ہی اور ایلاء سے بہی۔

(٤٥٧) ويصح الايلاء على المطلقة الرجعية لان الزوجية باقية بينهما۔

(٤٥٧) مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کرسکتا ہی اسلیے کہ زوجیت کا علاقہ اونمین ہنوز باقی ہی۔

(٤٥٨) وسقط الايلاء لو انقضت عدتها قبل مضى مدته۔

(٤٥٨) اگر مدت ایلاء کی گذرنیسے پہلے عدت طلاق تمام ہوگئی تو ایلاء ساقط ہوجائیگا

(٤٥٩) لا المبانة اى لا يصح الايلاء عليها لانه بمنزلة تعليق الطلاق بمضى المدة فلابد فيه من الملك او من الاضافة اليه كما لو قال ان تزوجتك فوالله لا اقربك والمبانة منقطعة الملك ولو الى منها ثم تزوجها لا يكون موليا لان الكلام وقع باطلا

(٤٥٩) مطلقہ بائنہ سے ایلاء صحیح نہین ہی اسلیے کہ ایلاء ایسا ہوتا ہی جیسا کہ چار مہینہ کے گذرنیکے ساتھہ طلاق کو معلق کیا پس ملک کا ہونا اوسکے اندر ضروری بات ہی یا ملک نہو تو ملک کی طرف نسبت ہی ہو جیسے اگر تجھسے مین نے نکاح کیا تو خدا کی قسم تجھسے صحبت نکرونگا اور جسکو طلاق بائن دیگئی ہی اوس سے علاقہ ملکیت کا انقطاع ہوگیا اور اگر اوس سے ایلاء کیا اور بعد ازان اوس سے نکاح کرلیا تو ایلاء کا حکم نہ

لکنه لو وطئها کفر لان الیمین لم ینتقض الملك۔

ثابت ہوگا اسواسطے کہ کلام باطل طور پر پایا گیا ہے مگر جو اوس سے صحبت کی تو کفارہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ قسم ملکیت کو نہیں چاہتی۔

(۴۵۰) واذا کان احدهما ای الزوج او الزوجة مریضا او هو مجبوبا او هی صغیرة او رتقاء او بینهما مسافة اربعة اشهر یعنی اذا عجز من الی من امرأته عن جماعها باحد هذه الاسباب فقال فی المدة ای فی مدة الایلاء فئت الیها ای رجعت الی امرأتی واستمر العذر ای والحال ان عجزه کان ثابتا فی وقت الایلاء الی ان یمضی مدته فسقطه ای یصح فیئه ویسقط الایلاء عندنا خلافا للشافعی۔

(۴۵۰) جسوقت مین خاوند بیوی مین سے کوئی بیمار ہو یا خاوند مجبوب ہو یا بیوی صغیر سن ہو یا اوسکو رتق کی بیماری ہو یا اون دونون مین چار مہینہ کی مسافت ہو اور ان اسباب کی وجہ سے مدت ایلار کی اندر خاوند اوس سے صحبت نہ کرسکے مگر اوس مدت مین خاوند کہدے کہ مین نے اوسکی طرف رجوع کرلیا اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ عذر جسب سے ایلاء کیا ہے اور جبتک اوسکی مدت گذری ہے برابر موجود رہا ہو تو ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی رح کے ایلار ساقط ہو جائیگا اور اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا

(۴۵۱) قید بقوله فی المدة وبقوله واستمر العذر لان العجز لو زال فی المدة او وجد الفیئ بعدها لم یصح اتفاقا۔

(۴۵۱) مدت ایلار کے اندر یہ بات کہنے اور اس عذر کے برابر پائے جانیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر مدت کے اندر یہ عذر جاتا رہا یا بعد انقضاء مدت کے اوس نے یہ بات کہی تو بالاتفاق صحیح نہیں ہے۔

(۴۵۲) له ان الطلاق فی الایلاء لدفع الظلم عنها بمنعه حقها وهو الوطئ فلا یکون الفیئ باللسان ایفاء لحقها ولهذا لا یحنث به ولنا انه لو کان قادرا علی الجماع وقت الایلاء لثبت حقها فیه ولکان فیئه بایفاء حقها ولکنه عاجز عنه ولاحق لها

(۴۵۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ ایلاء کا عذر دفع ظلم کی وجہ سے یعنی حق جماع تلف کرنیکے سبب سے طلاق واقع ہوتی ہے پس صرف زبان سے کہدینے سے اوسکا حق ادا نہو گا جبتک کہ جماع نہ کرے اسیواسطے زبانی کہدینے سے اوسکی قسم نہیں ٹوٹتی۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اگر ایلار کے وقت وہ جماع پر قادر ہوتا تو عورت کا حق جماع مین ثابت ہوتا اور پھر ایلار سے رجوع کرنا بھی ایفار حق پر موقوف ہوتا اگر وہ تو صورت مذکورہ مین وقت

فيه ولهذا لا يملك مطالبته فلما كان ايلاء العاجز بذكر منع جماعها صار ارضاؤها بوعد جماعها لان التوبة يكون بحسب الجناية وعدم تحقق الحنث بالفيء باللسان لانه غير المحلوف عليه

ايلاء کے جماع پر قادر ہی نہیں ہے تا کہ اوسکا حق جماع ثابت ہو اسیواسطے عذر کی صورت مین عورت اوس سے مطالبہ جماع کا نہیں کر سکتی پس جس طرح عاجز عن الجماع کا ایلاء ترک جماع کے ذکر کرنیسے تہا اسیطرح اوسکا ایفاء یہ ہوگا کہ زبان سے جماع کا وعدہ کرے اسواسطے کہ توبہ بقدر گناہ کے ہوتی ہے۔ اور زبان سے رجوع کرنیمین قسم اسلیے نہین ٹوٹتی کہ جس بات پر قسم کہائی ہے وہ اور ہے اور زبان سے جو اوسنے الفاظ نکالے

(۴۵۳) فان قدر على الجماع فيها اى فى المدة بعد الفيء باللسان لزم الفيء به اى بالجماع لانه قدر على الاصل قبل حصول المقصود بالخلف فيبطل كالمتيمم اذا راى الماء قبل اتمام الصلوة۔

(۴۵۳) اگر مدت ایلاء کے اندر جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی اور زبان سے بہی رجوع کر چکا تہا تو اب جماع کرنیسے اوسکا رجوع ثابت ہوگا اسواسطے کہ جو قائمقام یعنی رجوع باللسان سے ہنوز مقصود حاصل نہین ہوا تہا کہ اصل یعنی جماع پر اوسکو قدرت ہوگئی لہذا وہ قائمقام طب باطل ہو جائیگا جس طرح تیمم کرکے نماز پڑہتے ہو والاقبل اتمام نماز کے پانی دیکہلے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے اور بعد کو نہین باطل ہوتا۔

(۴۵۴) ولو كان محرما اى اذا الى المحرم من امرأته وبين ايلائه وتمام الحج اربعة اشهر ففاء بالقول ابطلناه اى قلنا فيئه غير جائز حتى اذا تمت المدة ولم يفئ بالجماع بانت منه۔

(۴۵۴) اگر ایک شخص نے اپنی احرام کی حالت مین بیوی سے ایلاء کیا اور اسوقت سے حج کے پورا ہونے مین چار ماہ باقی ہین ان چار ماہ کے اندر زبان سے اوس نے رجوع کر لیا تو ہمارے نزدیک اوسکا رجوع کرنا باطل ہے حتی کہ اگر چار ماہ گذر گئے اور جماع نہ کیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائیگی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۴۵۵) وقال زفر يجوز فيئه لانه ممنوع عن الجماع شرعًا فصار كالممنوع حسًّا بالمرض۔

(۴۵۵) امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا رجوع کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ جس طرح حالت مرض مین ظاہر مین اوس سے جماع نہین ہوسکتا اسیطرح حالت احرام مین شرعًا وہ جماع نہین کر سکتا۔

(۴۵۶) ولنا انه قادر عليه حقيقة والشرط فى جواز الفيء باللسان العجز عنه حقيقة۔

(۴۵۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ حقیقت مین تو وہ جماع پر قادر ہے اور زبان سے رجوع اوس شرط کے ساتھ صحیح ہوسکتا ہے کہ حقیقةً جماع پر قادر نہو۔

(۴۵۷) او مريضا اى لو الى المريض

(۴۵۷) اگر حالت مرض مین ہمیشہ کے لیے اپنی بیوی سے

موبدًا فلم یفئ به ای لم یرجع الیها بلسانه حتی انقضت مدة الایلاء فبانت ثم صح ادنی مدة وهو یوم او یومان او ثلثة کذا فی الجامع الکبیر ولم یطاءها ثم مرض فتزوجها ثم فائه ای بالقول فی المدة یجیزه ای ابو یوسف الفئ حتی لو مضت المدة من وقت النکاح الثانی لا تبین منه لان الایلاء وجد منه وهو مریض وعاد حکمه وهو مریض وفی زمان الصحة کانت مبانة لاحق لها فی الوطی ولا یعود فیه حکم الایلاء۔

ایلاء کیا اور پہر زبان سے رجوع نہین کیا حتے کہ مدت ایلاء گذر گئی اور عورت اوس سے جدا ہوگئی اور پہر تہوڑی سی مدت یعنے ایک یا دو یا تین روز جیسا کہ جامع کبیر مین مذکور ہی صحیح سالم رہکر بیمار ہوگیا اور اوس سے نکاح کیا اور چار مہینہ کے اندر اوس سے رجوع بالقول کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہے حتے کہ اگر نکاح ثانی کے بعد چار ماہ بدون جماع کے گذر گئے تو عورت پر طلاق بائن نہوگی اسواسطے کہ جب ایلاء کیا ہے اوسوقت مریض تہا اور جب پہر ایلاء کا حکم ثابت ہوا ہے اوسوقت مین بہی بیمار ہے اور جس وقت مین وہ صحیح ہوگیا تہا اوسوقت مین عورت اوس سے علیحدہ تہی اور اوسکو حق وطی نہ تہا اور نہ ایلاء کا حکم ثابت ہوا تہا۔

* * * * * * * *

۴۵۸ وابطله ای محمد الفئ لانه کان قادرا علی الفئ باللسان قبل البینونة فلم یفئ ثم صار فی زمان صحته قادرا علی الجماع ومتی قدر علی الاصل فی شئ من مدة الیمین بطل الفئ باللسان لان هذه المدة مدة الایلاء۔

۴۵۸ امام محمد رح کے نزدیک زبان سے رجوع کرنا باطل ہی اسواسطے کہ قبل طلاق بائن واقع ہونیکے وہ زبان سے رجوع کرسکتا تہا مگر اوسنے رجوع نہین کیا اور پہر زمانہ صحت مین وہ جماع پر قادر ہوگیا اور مدت ایلاء کے اندر اگر کسی جز مین بہی اصل جماع پر قادر ہوجاتا ہے تو زبانی رجوع بالکل باطل ہوتا ہے پس یہان رجوع زبانی باطل ہوگا اسواسطے کہ یہ مدت بہی ایلاء کے ہی مدت ہی۔

۴۵۹ وفی التبیین الاصح قول ابی یوسف

۴۵۹ تبیین مین مذکور ہے زیادہ تر صحیح امام ابو یوسف رح

۴۶۰ ولنسائه الاربع قال والله لا اقرب احد لکن قصرنا الایلاء علی واحدة وقال زفر صار مولیا منهن جمیعًا حتی لو مضت اربعة اشهر ولم

۴۶۰ اگر ایک شخص کی چار بیویان ہین اور اون سے کہا واللہ لا اقرب احد لکن یعنے خدا کی قسم مین تم چارون مین سے ایک کے پاس نہ جاؤنگا تو ہمارے نزدیک صرف ایک سے ایلاء ہوگا اور امام زفر رح فرماتے ہین

يقرب احدا منهن بانت واحدة وعلى الزوج تعيينها عندنا وتبين كلهن عنده لان قوله احداكن وواحدة منكن سواء فلو قال لا اقرب واحدة منكن يصير موليا منهن جميعا وكذا هذا

(٤٦١) ولنا ان احداكن معرفة فلا تعم ولهذا لم يصح ان يقال لكل احد لهن على درهم واما واحدة منكن فنكرة في موضع النفي فتعم ولهذا صح ان يقال لكل واحدة منهن على درهم۔

(٤٦٢) او لا اقربكن اي لو قال لنسوته الاربع لا اقربكن جعلناه موليا عليهن في الحال حتى لو مضت اربعة اشهر تبين جميعا لا على الرابعة بعد وطئ الثلث اي قال زفر لا يكون موليا ما لم يطأ ثلثا منهن وهو القياس لان الحنث انما يقع اذا وطئ الكل فقربان الثلث يمكنه بغير حنث فلا يكون موليا عليهن فيصير موليا على الرابعة فصار كما اذا قال ان قربت ثلثا منكن فوالله لا اقرب الرابعة۔

(٤٦٣) ولنا انه قصد الاضرار بهن

اون چاروں سے ایلاء ہوجائیگا پس اگر چار ماہ گذر گئے اور کسی سے صحبت نہ کی تو ہمارے نزدیک ایک پر طلاق واقع ہوجائیگی اور خاوند کو اوس ایک کا معین کرنا پڑیگا اور امام زفرؒ کے نزدیک سب پر طلاق بائن واقع ہوگی اسواسطے کہ احداکن اور واحدة منکن کا ایک ہی حال ہے اور اگر کوئی شخص واللہ لا اقرب واحدة منکن کہے تو بالاتفاق سب سے ایلاء ہوجاتا ہے اسیطرح یہاں بھی ہونا چاہیے۔

(٤٦١) ہماری دلیل یہ ہے کہ احداکن معرفہ ہے لہذا عام نہوگا اسیواسطے نہیں کہسکتے لکل احد لہن علی درہم اور واحدة منکن نکرہ ہے اور موضع نفی میں واقع ہے لہذا عام ہوگا اسیواسطے کہسکتے ہیں لکل واحدة منہن علی درہم۔

(٤٦٢) اگر ایک شخص نے اپنی چار بیویوں سے کہا خدا کی قسم میں تم سے صحبت نہ کرونگا تو ہمارے نزدیک فی الحال سب سے ایلاء ہوجائیگا اور چار ماہ گذرنیکے بعد بر تقدیر صحبت نہ کرنیکے سب پر ایک طلاق بائن ہوجائیگی اور امام زفرؒ فرماتے ہیں جبتک اونمیں سے تین کے ساتھ صحبت نہ کرلیگا ایلاء نہوگا اور تین سے صحبت کرنیکے بعد بھی صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور یہی قول قرین قیاس ہے اسواسطے کہ اوسکی قسم صورت مذکورہ میں چاروں سے صحبت کرنیکے بعد ٹوٹیگی اور تین سے بلا اسکے کہ قسم ٹوٹے صحبت کرسکتا ہے پس اون تینوں سے ایلاء نہوگا اور صرف چوتھی سے ایلاء ہوگا اور ایسا ہوگیا جیسے کہتا اگر تم میں سے تین کے ساتھ میں صحبت کرلوں تو پھر خدا کی قسم چوتھی کے ساتھ

(٤٦٣) ہماری دلیل یہ ہے کہ اونکا حق روک کر اونے اونکو

بمنع حق هن فيكون موليا عليهن فلما
لم يوجد وطئ جميعهن لا يتحقق الحنث
واذا وجد يضاف الحنث الى وطئ
كلهن لا الى الرابعة بخلاف ما قاس
عليه لانه يمين معلقة فلا ينعقد
مالم يوجد شرطها وهو وطئ
الثلث-

ضرر پہونچانا چاہا ہی لہذا سب کے ساتھہ ایلا رہو گا اور جبتک
اون چاروں سے صحبت نہو گی جبتک حانث نہو گا یعنی قسم
نہ ٹوٹے گی اور چاروں سے صحبت کرنے کے بعد ہر ایک کی
صحبت کے ساتھہ اوس قسم کے ٹوٹنی کی نسبت ہو گی نہ صرف
چوتھی کی طرف بخلاف مقیس علیہ کے اسواسطے کہ وہ
ایک قسم معلق بالشرط ہی جبتک اوسکی شرط یعنی تین کے
ساتھہ صحبت نہ پائی جائیگی وہ نہیں پائی جاسکتی-

(٤٦٤) انما قال موليا عليهن ولم
يقل منهن اشارة الى ان الايلاء
حقه ان يستعمل بعلى لانه بمعنى
الحلف وهو لا يستعمل بمن والى ان
استعماله بمن كما شاع في عبارة
الفقهاء ليس كما ينبغي واما من
نسائهم في قوله تعالى للذين يؤلون
من نسائهم ليس بمتعلق بيؤلون
بل خبر لمبتداء نكرة بعده وهو
تربص اربعة اشهر فتقدير الاية
والله اعلم للذين يحلفون على ترك
قربان نسائهم تربص اربعة
اشهر من نسائهم هذا حاصل
شرح المصنف واقول يحمل استعمال
الفقهاء على تضمينهم الايلاء معنى
الاجتناب والتضمين باب واسع
فتخطيتهم ليس كما ينبغي-

(٤٦٤) موليا عليهن کہا اور موليا منهن نہ کہا تا کہ معلوم
ہو جائے کہ اصل میں ایلاء کا لفظ علے کے ساتھہ استعمال ہونا چاہئے
کیونکہ وہ حلف کے معنی میں ہے اور حلف کا استعمال
لفظ من کے ساتھہ نہیں ہوتا اور تاکہ یہ بات بھی معلوم ہو جائے
کہ اوسکا استعمال لفظ من سے جو فقہا کی عبارتوں میں چلا آتا ہے
وہ نامناسب بات ہے اور قرآن میں جو اس آیت کے اندر
لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ایلا کا استعمال لفظ من کے ساتھ
معلوم ہوتا ہے تو یہاں پر مِن نِّسَائِهِمْ - یولون کے متعلق
نہیں ہی بلکہ اوسکے بعد جو نکرہ ترکیب میں مبتدا واقع ہوا ہے
اوسکی یہ خبر مقدم ہی یعنی تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ اور اصل معنی
آیت کے یہ ہیں واللہ اعلم للذين يحلفون على ترك قربان
نسائهم تربص اربعة اشهر من نسائهم یہ مصنف رح کی
شرح کا حاصل ہے مگر میں کہتا ہوں کہ فقہا کا استعمال بھی
باین طور صحیح ہو سکتا ہی کہ اونہوں نے اسواسطے من کے
ساتھہ استعمال کیا ہی کہ ایلاء کے اندر اجتناب کی معنی پائی جاتی ہیں
اور اجتناب کا صلہ من ہوا کرتا ہی اور تضمین میں بہت کچھہ
گنجائش ہی پھر فقہاء کا تخطیہ کرنا ٹھیک نہیں ہے-

(٤٦٥) او احدا كما اى لو قال لزوجتيه

(٤٦٥) اگر اپنی دو بیویوں سے کہا واللہ لا اقرب احدكما

واللہ لا اقرب احد یکما فمضت المدۃ
بانت واحدۃ اتفاقا والیہ البیان
ولو بین قبل المدۃ لا یصح کما لو علق
طلاق احدیٰہن بمجی الغد و بین قبل الغد۔
(۶۶۶) فلو بین بعد المدۃ حتی انصرف
الطلاق الیہا ثم مضت اربعۃ
اشہر اخری فعند ابی یوسف لا تبین
امرأۃ اخری وقالا بانت واحدۃ
من امرأتہ الاخری من الحقائق۔
فاذا مضت مدۃ اخری
ای اربعۃ اشہر لا یحکم ابو یوسف
بینونۃ الاخری وقالا تبین لان
الیمین باقیۃ ما لم یحنث ولما زالت
مزاحمۃ الاولی بعد مضی المدۃ
تعینت الاخری للایلاء کما لو ماتت
احدیٰہما وله انه الی من احدیٰہما
لا منہما واحدی لیست بنکرۃ
حتی تعم لانہا مضافۃ فتعینت
الاولی للایلاء فلا تبین اخری
(۶۶۷) و تعتبر النیۃ فی قوله لامرأته
انت علیّ حرام لانه مجمل و بیانه
علی المجمل فاذا اراد الکذب او الظہار
صدق اما الکذب فلانه وصف
المحللۃ بالمحرمۃ فکان کذبا حقیقۃ
واما الظہار فلانه محتمل کلامه

یعنے خدا کی قسم مین تم دو کی ایک کے ساتھہ صحبت نکرونگا اور
بغیر صحبت کے چار ماہ گذر گئے تو بالاتفاق ایک پر طلاق بائن
ہوجائیگی اور خاوند کو اوس ایک کا بیان کرنا پڑیگا اور اگر قبل
مدت کے بیان کردیا تو صحیح نہوگا جسطرح اونمین سے بلاتعیین
ایک کے طلاق کو کل کے دن آنیکی ساتھ معلق کیا اور کل سے پیشتر اوسکو بیان کردیا
(۶۶۶) صورت مذکورہ مین اگر بعد انقضاء
مدت کے خاوند نے اوس ایک کو بیان کردیا تو اوسکے اوپر
طلاق واقع ہوجائیگی پھر اسکے بعد چار ماہ اور گذر گئے اور
اور دوسری سے صحبت نہین کی تو امام ابو یوسف رح
ایک کے اوپر طلاق بائن ہوجانیکے بعد جب
چار مہینے اور گذر گئے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے
دوسری پر طلاق بائن نہین واقع ہوتی کہ اوس نے صرف
ایک سے ایلا کیا ہے دونون سے ایلا نہین کیا ہے اور
احدیکن مین احدی کا لفظ نکرہ نہین ہے تاکہ دونونکو شامل
ہوجائے کیونکہ معرفہ کی طرف مضاف ہے لہذا پہلی
طلاق کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری پر طلاق
نہ واقع ہوگی اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب
کی دلیل یہہ ہے کہ جبتک قسم کو نہ توڑیگا قسم بدستور باقی
رہیگی اور جب انقضاء مدت کے بعد پہلی کی مزاحمت
(۶۶۷) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا
تو میرے اوپر حرام ہے تو یمین اوسکی نیت کا اعتبار ہوگا
اسواسطے کہ یہ ایک مجمل کلام ہے جس نے اپنی زبان سے
ایسا کلام نکالا ہے اوسیکو بیان بھی کرنا پڑیگا پس
اگر اوس نے جھوٹ موٹ کہہ دینے یا ظہار کا ارادہ کیا ہے
تو اوسکی تصدیق کیجائیگی کذب مین تو اسواسطے کہ اوس نے

لان الظهار فيه حرمة فان نواه صح۔

حلال عورت کو حرام بتایا تو یہ فی الحقیقت جھوٹ ہے اور ظہار میں اسواسطے کہ اوسکے کلام میں ظہار کا احتمال ہے

(۴۶۸) اعلم ان المذكور في المتن قول ابي حنيفة وابي يوسف وقال محمد لا يكون ظهارا كذا قاله المصنف في شرحه ليت شعري لم ترك الخلاف فيه۔

(۴۶۸) جاننا چاہئے کہ یہاں پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رح کا قول ذکر کیا گیا ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک ظہار نہوگا چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح میں اسکو بیان کیا ہے اور نہیں معلوم کہ مصنف رح نے یہاں اختلاف کو کیوں نہیں ذکر کیا کاش ہمکو یہ معلوم ہوجاتا۔

(۴۶۹) او الطلاق اي لو قال اردت منه الطلاق كان بائنا لانها من الفاظ الكنايات او التحريم۔

(۴۶۹) اگر اوس نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو اور اوس نے بیان کیا کہ میں نے تو طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق باین ہوجائیگی اسواسطے کہ وہ الفاظ کنایات میں سے ہے۔

(۴۷۰) او خلا عن نية اي لو قال لم اردت شيئا كان موليا لان تحريم الحلال يمين۔

(۴۷۰) اور اگر حرام کرنیکا ارادہ کیا یا اسکو کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں مراد لیا تو یہ ایلاء ہوجائیگا اسواسطے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے۔

(۴۷۱) وصرفه اي تحريم الحلال المتاخرون الى الطلاق من غير نية لان الطلاق في عرف الناس طلاق ولهذا قالوا لو نوى غيره لا يصدق قضاء۔

(۴۷۱) متاخرین نے اب یہ بات قرار داد کر لی ہے کہ حلال کا حرام کرنا طلاق ہے اگرچہ طلاق کی نیت نہ کی ہو اسواسطے کہ عرف میں جب حرام کرنے کا لفظ بولا جاتا ہے تو طلاق ہی مراد ہوتی ہے اسیواسطے وہ کہتے ہیں کہ بجز طلاق کے کسی چیز کی نیت عند القاضی معتبر نہوگی۔

(۴۷۲) وفي المحيط لو قال انتما علي حرام يكون موليا من كل واحدة منهما ويحنث بوطئ كل منهما ولو قال والله لا اقربكما لا يحنث الا بوطئهما والفرق ان هتك حرمة اسم الله لا يتحقق الا بقربانهما وفي قوله انتما علي حرام صار ايلاء باعتبار

(۴۷۲) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے دو بیویوں سے کہا تم دونو میرے اوپر حرام ہو تو ہر ایک سے ایلا ہوجائیگا اور ہر ایک کے ساتھ صحبت کرنے سے حانث ہوجائیگا یعنی اوسکی قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر یہ کہا کہ خدا کی قسم میں تم دونوں سے صحبت نکرونگا تو جبتک دونوں سے نہ صحبت کرے حانث نہوگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ اس صورت میں دونوں کو ساتھ

معنى التحريم وهو موجود في حق كل منهما۔

صحبت کر جیسے خدا کی کبریت کی نام کا ہتک اُسکی طرح کیا جائیگا اور پہلی سو تحریم تحریم کے معنی کے اعتبار سے اوسکو ایلا قرار دیا ہی اور وہ دونون کے حق مین موجود ہی۔

(٤٧٣) وفي النوازل لو قال حلال الله عليّ حرام ان افعل كذا ففعل فان كانت له امرأة طلقت لان مطلق هذا ينصرف الى النساء عرفا وان لم يكن له امرأة ثم تزوجها يلزمه الكفارة اذا فعل لانه تعذر صرفه الى المرأة فجعل يمينا لان تحريم الحلال يمين۔

(۴۷۳) نوازل مین مذکور ہی اگر ایک شخص نے کہا اگر مین کام کرون تو خدا تعالے کا حلال کیا ہوا میرے اوپر حرام ہی اور اوس نے وہ کام کیا پس اگر کہتے وقت اوسکی بیوی موجود ہی تو اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ عرفاً یہ حرمت عورتون کی طرف ہی منسوب ہوا کرتی ہی اور اگر اوسوقت بیوی نہین تھی مگر پھر نکاح کرلیا تو اوس کام کے کرنیسے اوسپر کفارہ واجب ہوجائیگا اسواسطے کہ عورت کی طرف تو اوس حرمت کی نسبت کر ہی نہین سکتے لہذا قسم سمجھی جائیگی کیونکہ حلال کا حرام کرنا قسم ہی۔

فصل في الخلع

فصل خلع کے بیان مین

(٤٧٤) وهو في اللغة بفتح الخاء بمعنى ازالة شيء عن شيء وفي الشرع بضم الخاء اسم لازالة ملك النكاح باخذ المال۔

(۴۷۴) لغت مین خَلع بفتح خاء کے معنی ایک چیز کا ایک چیز سے دور کرنا اور شرع مین خُلع بضم خاء کچھ مال لیکر ملک نکاح کے زائل کرنیکا نام ہی۔

(٤٧٥) واذا افتدت المرأة نفسها بمال يخلعها عليه اي يزيل الزوج نكاحها على ذلك المال ففعل بان قال خالعتك او بارأتك او طلقتك على كذا او بعت نفسك بكذا وقعت طلقة لقوله عم الخلع تطليقة بائنة لان لفظه كناية ولو قال لم ارد به طلاقا لا يسمع قضاء لان ذكر المال دليل على قصده ولهذا استغنى فيه عن النية۔

(۴۷۵) اگر ایک عورت نے اپنی جان کے بدلہ مین خاوند کو خلع کرنے کی غرض سے کچھ مال دیا اور خاوند نے اوس سے یہ کہکر خلع کرلیا کہ مین نے تجھسے اسقدر مال پر خلع کرلیا یا تجھکو رہا کردیا یا طلاق دیدی یا فروخت کردیا تو ایک طلاق واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خلع ایک طلاق ہی اور یہ طلاق بائن ہوگی کیونکہ یہ الفاظ کنایہ مین سے ہی اور اگر اوس نے کہا کہ مین نے طلاق نہین مراد لی تو عند القاضی اوسکا قول معتبر نہوگا اسواسطے کہ مال کا ذکر کرنا اوسکے قصد طلاق کے اوپر دلیل ہی اسی سبب سے اوسمین نیت کی ضرورت نہین ہی۔

ولو خالع ولم يذكر بدلا وقال لم انو به الطلاق يصدق كذا في الذخيرة۔

اگر خلع کیا اور عوض کو اوسکے ساتھ ذکر نہ کیا اور پھر کہا کہ مین نے اوس سے طلاق کا ارادہ نہین کیا تھا تو اوسکا اعتبار ہوگا۔ (کذا فی الذخیرہ)

(٤٧٦) ولزمها المال لانه لم يرض بخروج البضع عن ملكه الا به۔

(٤٧٦) خلع کرنیسے عورت کے اوپر مال کا دینا لازم ہوجائیگا اسواسطے کہ بعوض مال کے اوسکا خاوند ازالۂ ملک بضع سے راضی ہوا ہی اور بدون اوسکے راضی نہین ہی۔

(٤٧٧) ولم يجعله اى الخلع فسخا وقال الشافعي انه فسخ لا ينقص به عدد الطلاق وفى اصح قوليه انه يوافقنا۔

(٤٧٧) ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خلع طلاق نہین ہے بلکہ فسخ نکاح ہی اور طلاق کے عدد مین اوس سے کمی نہین ہوتی مگر زیادہ تر صحیح روایت اون سے یہی ہی کہ وہ ہمارے اس بات مین موافق ہین۔

(٤٧٨) له قول ابن عباس الخلع فسخ ولنا ما رويناه وهو مروى عن عمر وعلى موقوفا ومرفوعا وروى ان ابن عباس رجع عن ذلك القول ذكره فى المبسوط۔

(٤٧٨) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ خلع فسخ نکاح ہی اور ہماری دلیل وہی روایت ہی جو ہم بیان کر چکے اور وہ روایت حضرت عمر رض اور حضرت علی رض سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی اور ایک روایت مین آیا ہی کہ حضرت ابن عباس رض نے اپنے اس قول سے رجوع فرمالیا

(٤٧٩) فان كان هو الناشز كره له اخذ العوض لقوله تعالى وان اردتم استبدال زوج مكان زوج واتيتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا۔

(٤٧٩) اگر عورت فرمانبردار ہی مگر خود خاوند اوسکو تنگ کرتا ہی اسواسطے وہ خلع چاہتی ہی تو خاوند کو خلع کے بدلہ مین مال لینا مکروہ ہی لقوله تعالے وان اردتم الآیۃ یعنے اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے اونمین سے ایک کو بہت سارا مال دیا ہو تو اوس مین سے تم کچھ مت لو

(٤٨٠) او هي اى ان كانت هي ناشزة فان ياخذ اى كره له ان ياخذ اكثر مما اعطاها لما روى ان امرأة ثابت بن قيس حين ارادت الفرقة قال عم لها

(٤٨٠) اگر عورت کیطرف سے نافرمانی ہی تو اوسکو یہ بات مکروہ ہی کہ جسقدر اوسکو دیا ہی اوس سے زیادہ لیلے اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب ثابت بن قیس کی بیوی نے خاوند سے علیحدگی چاہی تو آنحضرت

اتردين عليه حديقته قالت نعم وزيادة فقال عم اما الزيادة فلا والنهي في الاية والحديث محمول على الكراهة لان قوله تعالى فلاجناح عليهما فيما افتدت به باطلاقه يعارضه۔	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اوسکا مہر اوسکو واپس دیتی ہے تو اوس نے عرض کیا جی ہاں بلکہ اوس سے زیادہ تو آپ نے فرمایا زیادہ تو نہیں یعنی اوس سے زیادہ نہ واپس ہوگا اور نہی آیت اور حدیث کراہت پر محمول ہے اسواسطے کہ آیۃ فلاجناح علیہما فیما افتدت بہ بسبب اپنی اطلاق کے اوسکی معارض ہے۔
(۴۸۱) ولو خالع بشرط الخيار لنفسه كقوله خالعتك على اني بالخيار ثلثة ايام فقبلت بطل الخيار اتفاقا۔	(۴۸۱) اگر خاوند نے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک مجھکو اختیار رہے اور عورت نے کہا مجھے منظور ہے تو بالاتفاق خاوند کو اختیار نہو گا۔
(۴۸۲) او لها اي لو قال خالعتك بكذا على انك بالخيار ثلثة ايام فقبلت فهو اي الخيار جائز عند ابي حنيفة۔	(۴۸۲) اگر خاوند نے اوس سے کہا مین تجھسے اس شرط پر خلع کرتا ہون کہ تین روز تک تجھکو اختیار رہے اور بیوی نے منظور کر لیا تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک تین روز تک عورت کو اختیار رہیگا۔
(۴۸۳) وقالا لا يجوز لان الخلع من جانبه في معنى تعليق الطلاق بقبول المال وهو يمين ولهذا لا يملك الرجوع بل يبقى معلقا بقبولها ويصح تعليقه واضافته كما لو قال اذا قدم فلان او جاء غد فقد خالعتك والخيار بعد الانعقاد انما يكون للفسخ واليمين لا يقبل الفسخ وكذا شرطها وهو القبول من جانبها۔	(۴۸۳) صاحبین رحمہ فرماتے ہین اوسکو اختیار ثابت نہوگا اسواسطے کہ خلع فی الحقیقت خاوند کیطرف سے قبول مال کے ساتھ طلاق کا مشروط کرنا ہے اور وہ قسم ہے اسیواسطے اوس سے رجوع نہین کرسکتا بلکہ عورت کے قبول کرنے پر معلق رہیگا اور اوس کا کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا اور کسی چیز کیطرف منسوب کرنا صحیح ہے جیسے یہ کہے جب فلان شخص آئے یا کل کا دن آئے تو مین نے تجھسے خلع کر لیا اور انعقاد عقد کے بعد اختیار فسخ کرنیکے لیے ہوتا ہے اور یمین قابل فسخ نہین ہوتے اسیطرح اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا بھی قابل فسخ نہین ہے
(۴۸۴) وله ان الخلع من جانبها	(۴۸۴) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ خلع

تمليك مال بعوض ولهذا يصح رجوعها قبل قبوله ويبطل بقيامه قبله وكون الخيار للفسخ بعد الانعقاد ممنوع بل هو مانع من الانعقاد في حق الحكم وكونه شرطا ليمين الزوج لا يمنع ان يكون معاوضة في نفسه كما اذا قال ان بعت هذا فعبدي حر فان البيع شرط لعتق العبد وهو في نفسه معاوضة۔

(۴۸۵) ونلحق بها اي بالمختلعة صريح الطلاق في العدة وقال الشافعي لا يلحق۔

(۴۸۶) قيد بصريح الطلاق لان البائن لا يلحقها عندنا ايضا الا ان يكون معلقا بالشرط قبل البينونة وفي المصفى الطلاق الذي يلحق البائن لا يكون رجعيا وهذا بناء على ان الخلع فسخ عنده فلم يبق محلا للطلاق كما لو فسخ النكاح بسبب عدم الكفاءة او بخيار البلوغ والعتق وطلاق عندنا فيلحقه الصريح۔

(۴۸۷) ولو طلقها على مال فقبلت

(۴۸۸) قيد بقبولها لان العوض لا يجب بلا قبولها لزمها وبانت لان الزوج يملك العوض فوجب

عورت کیطرفسے تملیک مال بعوض ہی اسیواسطے خاوند کے قبول کرنیسے پہلے وہ رجوع کر سکتی ہی اور اگر قبیل از قبول اوس مجلس سے خاوند کھڑا ہو جائے تو پھر عورت رجوع نہیں کر سکتی اور ہم اسبات کو نہیں مانتے کہ انعقاد عقد کے بعد اختیار فسخ عقد کے لیے ہوتا ہی بلکہ اختیار حکم کے حق میں انعقاد کا مانع ہوتا ہی اور عورت کے قبول کا خاوند کے قسم کے لیے شرط ہونا اسبات کا مانع نہیں ہی کہ وہ خود ایک معاوضہ ہو بلکہ وہ ایک بذاتہ معاوضہ بھی ہی اور شرط بھی ہی جسطرح کوئی شخص کہے اگر میں یہ چیز فروخت کروں تو میرا غلام آزاد ہی تو دیکھو بیانپر غلام کے آزاد ہونیکے لیے اوس شی کے بیع شرط بھی ہی اور خود بھی ایک معاوضہ ہی

(۴۸۶) صریح طلاق کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ صریح طلاق رجعی ہوتی ہی اور طلاق بائن تو اسکو ہمارے نزدیک بھی نہیں دیسکتے مگر جس صورت میں اوسکے علاوہ ہونیسے پہلے طلاق بائن معلق بالشرط دیدی ہو اور وہ شرط اب پائی جائے مگر مصفے میں مذکور ہی جو طلاق طلاق بائن کے ساتھ ملا دیجاتی ہی وہ رجعی نہیں ہوتی اس مسئلہ میں امام شافعی رح کے اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ اونکے نزدیک خلع فسخ ہی لہذا خلع کے بعد عورت طلاق کی محل نہ رہیگی جس طرح بسبب عدم کفویت کے نکاح فسخ ہو جاتا ہی یا خیار بلوغ یا خیار عتق کیوجہ سے تو محلیت طلاق باقی نہیں رہتی اور ہمارے نزدیک خلع طلاق ہی لہذا طلاق رجعی اوسکے بعد دیسکتے ہیں

(۴۸۷) اگر خاوند نے کچھ مال کے عوض عورت کو طلاق دی

(۴۸۸) عورت کے قبول کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ بدون اوسکے قبول کیئے عوض واجب نہوگا اگر اعتراض کیا جائے کہ جب اوس شخص نے طلقتک علی الف کہا ہی تو اوسکی

إن تملك هي بضعها تحقيقا للمساواة فان قلت اذا قال طلقتك على الف فهو محتمل لمعنيين ان اريد به الف تقبل هي اداءه يكون خلعاً وان اريد به الف تؤديه هي يكون تعليقا لا خلعا فما الدليل على كونه خلعا قلنا ذكره في مقام المعاوضة دليل۔

(۴۸۹) وان بطل العوض فيه اي في الطلاق على مال كما اذا اطلق المسلم امرأته المدخول بها على خمر او خنزير وقع الطلاق لوجود الشرط وهو قبولها كان رجعيا او في الخلع اي ان بطل العوض فيما اذا قال خالعتك على كذا كان بائنا لان العوض لما بطل في الصورتين عمل الصريح عمله والبائن كذلك ولا شيء له اي للزوج على المرأة لان ملك البضع غير متقوم حالة الخروج ولهذا قالوا لو خالع الاب ابنته الصغيرة بمالها يقع الطلاق على الاصح ولا يلزم المال بخلاف ما لو كاتب عبده على خمر حيث يجب قيمة العبد لان ملك

دومعنی ہوسکتے ہین اگر یہ مراد ہو کہ اُن ہزار کے بدلہ جنکا اداکرنا عورت قبول کرلے طلاق دی ہے تو یہ خلع ہوگا اور اگر یہ ارادہ کیا ہی کہ جن ہزار کو وہ اداکرے تو وہ تو تعلیق طلاق ہوگی اور خلع نہوگا پھر اسکے خلع ہونے پر کیا دلیل ہی تو اوسکا جواب ہی کہ مقام معاوضہ مین اوسکا ذکر کرنا اسکی دلیل ہے

(۴۸۹) اگر ایک مسلمان شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو بعوض ایسی چیز کے جو مسلمان کے مملوک نہین ہوسکتے مثل شراب یا خنزیر کے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اوسکی شرط یعنی عورت کا قبول کرنا ثابت ہوگیا اور اگر خلع ایسی چیز کی عوض مین کیا ہے تو اوس سے طلاق بائن واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ جب دونون صورتون مین عوض باطل ٹھہرا تو طلاق رجعی اپنا عمل کریگی اور بائن اپنا عمل کریگی اور دونون صورتون مین خاوند کو کچھ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ملک بضع کی جاتے وقت کچھ قیمت نہین ہوا کرتی واسطہ فقہاء کا قول ہے اگر کوئی شخص اپنی صغیرہ لڑکی کا اوسکے مال سے خلع کرے تو صحیح قول یہی ہے کہ طلاق واقع ہوجائیگی مگر مال دینا نہ پڑیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص اپنے غلام کو شراب کے عوض مین مکاتب کرے کہ اپنی قیمت غلام کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ مولی کے ملکیت متقوم ہے اور وہ اسبات سے راضی

المولى متقوم ولم يرض بزواله مجانا

نہین ہے کہ مفت مین اوسکی ملکیت جاتی رہے۔

(۴۹۰) ويجوز الخلع بما يمهر به اى بما يكون مهرا فى النكاح لان ما يصلح عوضا عن المتقوم وهو تملك البضع اولى ان يصلح عما لا يتقوم وهو زواله وكذا يجوز الخلع بما لا يمهر به كالاقل من العشرة۔

(۴۹۰) جو چیز نکاح کے اندر مہر ہو سکتی ہو اوس سے خلع بھی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جو چیز متقوم کا بدل ہو سکتی ہو یعنے تملک بضع کا وہ اوسکے زوال کا جو ایک غیر متقوم چیز ہے بطریق اولے بدل ہو سکتی ہے اور خلع اوس چیز سے بھی درست ہے جو مہر نہین ہو سکتی جیسے قیمت مین دس درم سے کم ہے۔

(۴۹۱) فان قالت خالعنى على ما فى يدى وهى صفر اى يدها خالية فخالعها فلا شئ له لانها لم تسم مالا حتى يصير مغرورا به۔

(۴۹۱) اگر ایک عورت نے خاوند سے کہا جو کچھ میرے ہاتھ مین ہے اوسکے بدلے مجھسے خلع کر لے اور خاوند نے خلع کر لیا اور اوسکے ہاتھ مین کچھ بھی نہ تھا تو خلع ہو جائیگا اور خاوند کو کچھ نہ دلایا جائیگا اسواسطے کہ عورت نے نہین کہا تھا کہ اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہے

(۴۹۲) او من مال اى لو قالت خالعنى على ما فى يدى من مال ردت المهر اليه اى ردت المرأة مهرها عليه لانها لما سمت مالا لم يكن الزوج راضيا بزوال ملكه الا بعوض فذلك لا يصلح ان يكون مهر المثل لان البضع غير متقومة عند الخروج فتعين ايجاب ما اخذ منه دفعا لضرر المغرور۔

(۴۹۲) اگر عورت نے کہا اس مال کے بدلہ جو میرے ہاتھ مین ہے مجھسے خلع کرے اور ہاتھ خالی نکلا تو عورت کو اپنا مہر جو خاوند نے دیا تھا واپس کرنا پڑیگا اسواسطے کہ جب اوس نے مال کا لفظ کہدیا ہے تو خاوند بلا عوض زوال ملکیت پر راضی نہین تھا اور وہ عوض مہر مثل تو ہو نہین سکتا اسواسطے کہ ملکیت سے خارج ہوتے وقت بضع کی کچھ قیمت نہین ہوا کرتی لہذا یہی ٹھیرا کہ جو کچھ اوس نے لیا ہے وہ واپس کر دے تاکہ خاوند ضرر سے بچ جائے

(۴۹۳) او من دراهم اى ان قالت خالعنى على ما فى يدى من دراهم لزمها ثلثة لانها اقل الجمع كما لو اقر او اوصى بدراهم۔

(۴۹۳) اگر کہا میرے ہاتھ مین جو دراہم ہین اونکے بدلہ مجھسے خلع کرے اور ہاتھ مین کچھ نہ تھا تو اوسکو تین درہم دینے پڑینگے اسواسطے کہ کم سے کم جمع کے اندر تین ضروری ہین جس طرح کوئی شخص کسی کے لئے دراہم کا اقرار کرے یا کسی کو وصیت کر جاے تو تین لازم ہونگے

(۴۹۴) وكذا لو قال من الدراهم

(۴۹۴) اسیطرح اگر من دراہم کی جگہ من الدراہم کہدے کیونکہ

ولما کان ما فی یدی مبهما لا یعرف من ای جنس هو تعین ان یکون من للبیان لا للتبعیض کقوله تعالی اجتنبوا الرجس من الاوثان۔

جو چیز ہاتھ میں ہے وہ مبہم ہے معلوم نہ تھا کہ وہ کس قسم کی چیز ہے تو یہ لفظ من بیان کے لئے ہوگا نہ تبعیض کے لئے کقوله تعالی اجتنبوا الرجس من الاوثان کہ بتوں سے ناپاکی کا بیان کیا ہے۔

(۴۹۵) او طلقنی ثلثا بالف فطلقها واحدة فقلتها ای فقد لزم ثلث الالف لان الباء تصحب الاعواض والعوض ینقسم علی المعوض فلما طلبت ثلثا بالف صارت طالبة کل طلاق بثلث الف۔

(۴۹۵) اگر ایک عورت نے کہا طلقنی ثلثا بالف یعنی ہزار روپیہ کی عوض مجھے تو تین طلاقیں دیدے اور اوس نے ایک طلاق دی تو ہزار کا تہائی عورت کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ لفظ (ب) عوض کی اوپر آیا کرتا ہے اور عوض معوض پر تقسیم ہوسکتا ہے پس جب اوسنے تین طلاق کو ہزار روپیہ کے عوض میں مانگا ہے تو گویا ہر طلاق کو ایک ہزار کی ثلث سے مانگتی ہے۔

(۴۹۶) اقول لو قال لزم ثلثها لکان ابین ولم یحتج الی تقدیر شیئین وهما الفعل الماضی مع قد لان الجزاء اذا کان ماضیا لا یصدر بالفاء بدون قد

(۴۹۶) میں کہتا ہوں اگر مصنف رح لزم ثلثها کہتا تو مطلب بہی خوب سمجھا جاتا اور دو چیزوں کے مقدر کرنیکی ضرورت بہو تی یعنے فعل ماضی اور لفظ قد یعنے قد لزم اسواسطے کہ جب شرط کے جزاء فعل ماضی ہوتا ہے تو بدون قد کی اوسکا اوپر (ف) نہیں داخل ہوتے۔

او علی الف ای ان قالت طلقنی ثلثا علی الف فوحدا ای طلقها واحدة فالطلاق رجعی عند ابی حنیفه بغیر شیٔ ای لا یلزمها المال۔

اگر عورت نے کہا طلقنی ثلثا علی الف یعنی ہزار روپیہ پر مجھے تین طلاق دیدی اور اوس نے ایک طلاق دیدی تو امام ابو حنیفہ رح کی نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور خاوند کو کچھہ نہ دیا جائیگا۔

(۴۹۷) وقالا باین بثلثها ای تبین منه وعلیها ثلث الالف لان علی تصحب الاعواض کالباء ویقال بعتک هذا علی الف فینقسم الالف هنا کما فی المسئلة الاولی وکما

(۴۹۷) صاحبین رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ میں طلاق بائن واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث خاوند کو دیا جائیگا اسواسطے کہ (ب) کی طرح (علی) بہی عوض کے اوپر داخل ہوا کرتا ہے اور کہا کرتے ہیں بعتک هذا علی الف یعنے ایک ہزار پر یہ چیز میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی پس جس طرح پہلے مسئلہ میں ہزار

اذا قالت طلقني وضرتي على الف فطلقها وحدها قسم الالف على مهريهما ولزمها حصتها من الالف ههنا كما في البيع اذا جزء العوض ينقسم على اجزاء المعوض۔

(٤٩٨) وله ان على للاستعلاء وضعا فان تعذر يجعل للالزام ويقال عليه دين فان تعذر يحمل على الشرط للمناسبة ان المعلق بالشرط وجود شيء وبالالزام وجوب شيء ومنه قوله تعالى يبايعنك على ان لا يشركن بالله اي بشرط ان لا يشركن فمتى لم يتعذر الشرط لا يحمل على المعاوضة والطلاق قابل للتعليق فيحمل على فيه الشرط بخلاف البيع فانه غير قابل للتعليق فيحمل على فيه مجازا عن الباء للاتصال بينهما واما مسئلة الضرة فعلى الاختلاف ولئن سلم انها وفاقية فالفرق ان على ان جعلت للشرط فالالف كله عليها لان غرضها وقوع طلاقها وليس لها في طلاق ضرتها غرض صحيح وان جعلت للمعاوضة فنصفه عليها فاعتبر النصف لتيقنه

کی طلاقوں پر تقسیم ہو جاتی ہے یہاں بھی ہو جائیگی اور جیسے کوئی عورت کہے مجھکو اور میری سوکن کو ایکہزار روپیہ پر طلاق دیدو اور خاوند صرف اسکو طلاق دیدے تو وہ ہزار روپیہ ان دونوں کی مہر پر تقسیم ہوکر جسقدر اوسکے حصہ میں آتے ہونگے اوسیقدر خاوند کو دیگی جیسے بیع کی اندر اسواسطے کہ عوض کے اجزا معوض کے اجزا پر منقسم ہو جاتے ہیں۔

(٤٩٨) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اصل وضع کی اعتبار سے علی کا لفظ استعلا کے لئے ہے پھر اگر استعلا کے معنی کسی جگہ نہیں بنتے تو لازم کرنیکے لئے ہوتا ہے جیسے علیہ دین اور اگر یہ معنی بھی نہ ہو سکتے ہوں تو شرط کے لئے ہوتا ہے اور ان دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ شرط کے ساتھ ایک شے کا وجود معلق ہوتا ہے اور لازم کرنے میں اوس شے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اوسی قبیل سے اللہ جل جلالہ کا یہ قول ہے یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ یعنی اس شرط پر وہ عورتیں تجھسے بیعت کریں کہ شرک نکرینگے تو جبتک شرط کے معنی ایک جگہ بن سکتے ہیں معاوضہ کے معنے پر لفظ علی کو نہ محمول کرینگے اور طلاق ایسی چیز ہے کہ وہ مشروط بالشرط ہو سکتی ہے لہذا یہاں شرط کی معنی لئے جائینگے بخلاف بیع کی کہ اوسمیں قابلیت تعلیق بالشرط کے نہیں ہے لہذا اوس میں علی کو مجازا (ب) کی معنی میں بسبب ان دونوں کے باہمی اتصال کے لیلینگے۔ باقی رہی سوکن کی صورت تو وہ خود مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اگر ہم اسبات کو مان بھی لیں کہ اوسپر سب کا اتفاق ہے تب بھی وسکے اوپر قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ فارق یہ ہے کہ یہاں پر اگر لفظ علی شرط کیلئے لیا جاوے تو پوری ایکہزار اوسکو دینا پڑینگے اسواسطے کہ اصلی اوسکی غرض اپنی طلاق کا ہونا ہے اور سوکن کی طلاق ہونا اوسکی حقیقی ایک فضول بات ہے اور اگر معاوضہ کے لئے لیا جاوے تو ہزار کا نصف اوسکے اوپر ہونا چاہئیے لہذا نصف کا ہی اعتبار کیا گیا کیونکہ نصف کی واجب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں ہے۔

(۴۹۹) فان قيل كيف يجعل تطليق ثلث شرطا للالف وكلمة على دخلت على المال لا على الطلاق قلنا مطلوبها الطلاق بتبعية ايها المال به فلما كان المال غير قابل للتعليق جعل دخول على عليه كدخوله على الطلاق لاتصال بينهما۔

(۴۹۹) اگر اعتراض کیا جائے کہ تین طلاقوں کا دینا ہزار کی شرط کس طرح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ لفظ علی مال کے اوپر داخل ہوا ہے نہ طلاق کے اوپر تو اوسکا یہ جواب ہے کہ عورت کی غرض یہ ہے کہ خاوند اگر اوسکو طلاق دے تو وہ کچھ مال دیسکے بعد خاوند کو دیدے پس جب مال کے اندر شرط ہونیکے قابلیت نہیں ہے تو اوسکے اوپر علی کا داخل ہونا ایسا ہوا جیسا طلاق پر داخل ہوتا کیونکہ اون دونوں باہم اتصال ہے۔

(۵۰۰) او طلقي اي لو قال لامرأته طلقي نفسك ثلثا بالف او عليها اي او قال على الف فوحدت اي طلقت نفسها واحدة لم يقع شيء لانه لم يرض بالبينونة الا لتسليم جميع الالف فلو وقعت واحدة بثلث الالف لكان ضررا له بخلاف المسألة الاولى وهي قولها طلقني على الف حيث يلزمها ثلث الالف عندهما لانها لما رضيت بالبينونة بالف فلان تكون راضية بثلث الالف اولى۔

(۵۰۰) اگر ایک شخص نے بیوی سے کہا بعوض ایک ہزار کے تو آپ کو تین طلاق دیدے یا ہزار پر کہا اور اوس نے صرف ایک طلاق دیدی تو وہ ایک طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وہ تو پورے ہزار روپیہ کے ملنے سے اوسکی علیحدگی پر راضی ہوا ہے پھر اگر ایک طلاق ہزار کے ثلث کے عوض واقع ہو جائے تو اسمیں خاوند کا نقصان ہے بخلاف مسئلہ اولے کے یعنے طلقني ثلثا على الف کے وہاں پر صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق دینے سے ہزار کا ثلث خاوند کیلئے عورت پر لازم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ جب ہزار کے بدلہ عورت جدا ہونے پر راضی ہے تو ہزار کا ثلث دیکر جدا ہونے پر بطریق اولے راضی ہوگی۔

(۵۰۱) او طلقني اي لو قالت طلقني واحدة بالف فثلث بتشديد اللام اي طلقها ثلثا ولم يذكر الالف فهن واقعات اي يقع الطلقات عند ابي حنيفة بغير شيء لانها سألت واحدة فخالف ما سألته بايقاع

(۵۰۱) اگر عورت نے کہا تو مجھکو بعوض ایک ہزار کے ایک طلاق دیدے اور اوس نے کہا میں نے تین طلاقیں دیدیں اور ہزار کا کچھ ذکر نہ کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک یہ تین طلاقیں واقع ہوجائینگی اور عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق مانگی تھی پس اس نے تین طلاقیں دیکر عورت کی مخالفت کی اور ہزار اوس نے ذکر کیا ہے وہ عورت

الثلث فما ذکرہ لا یصلح ان یکون جوابا لها لان الجواب ما یکون موافقا للسؤال فکان مبتدا یا بالطلاق فلا یجب الالف۔

(۵۰۲) والزمها الثلث ای ثلث الالف علیها ثلث الالف بازاء الواحدة لانه اجاب سوالها بایقاع الواحدة وابتدأ بزیادة الباقی۔

(۵۰۳) اعلم ان قوله والزمها الثلث مخالفة لما ذکر فی المصفی والکافی والجامع الصغیر لقاضی خان من انها اذا قالت طلقنی واحدة بالف فطلقها ثلثا ولم یذکر الالف فیقع الثلث بغیر شیٔ عنده وعندهما یقع واحدة بالالف وثنتان بغیر شیٔ فلو قال والزمها واحدة بالف لکان احسن واوفق۔

(۵۰۴) ولو اجابها ای الزوج امرأته فی هذه المسئلة السابقة بانت طالق ثلثا بالف او علیها ای او قال علی الف فهو ای وقوع الطلاق الثلث مع لزوم المال یتوقف علی قبولها عند ابی حنیفة فما لم تقبل لا یقع لانه جعل کلامه ابتداء ایقاعا لا جوابا عنها فاذا قبلت یقع الثلث

کے کلام کا جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جواب سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے اور ایسا ہوا کہ گویا اپنی طرف سے تین طلاقین دین لہذا ہزار عورت کے اوپر نہ واجب ہونگے۔

(۵۰۲) صاحبین رح کی نزدیک عورت کے اوپر ایک ہزار کا ثلث ایک طلاق کے بدلہ مین واجب ہوجائیگا اسواسطے کہ اوس نے ایک طلاق واقع کرکے تو اوسکے سوال کا جواب دیا اور باقی دو اپنی طرف سے زیادہ کی ہین۔

(۵۰۳) جاننا چاہئے کہ مصنف رح کا قول کہ صاحبین رح کی نزدیک عورت پر ثلث لازم ہوگا اوس قول کے جو مصفے اور کافی اور قاضیخان کی جامع صغیر مین مذکور ہے مخالف ہے کہ جبوقت عورت خاوند سے کہے ایک ہزار کے عوض مین مجھکو ایک طلاق دیدے اور اوس نے تین طلاقین دیدین اور ہزار کا کچھ ذکر نہین کیا تو امام صاحب رح کی نزدیک تین طلاقین واقع ہوجائینگی اور عورت پر کچھ لازم نہوگا اور صاحبین رح کی نزدیک ایک طلاق ہزار کے عوض مین واقع ہوجائیگی اور دو طلاقین بلا عوض کے واقع ہونگی پس اگر مصنف رح کہتا کہ صاحبین رح نے ایک طلاق بعوض ایک ہزار کے اوسکو لازم کی ہے تو بہت اچھا اور بہت صحیح ہوتا۔

(۵۰۴) اگر خاوند نے اس صورت کے اندر اوسکی جواب مین یہ کہا تیرے اوپر تین طلاق ہین بعوض ایک ہزار کے یا ایک ہزار پر تو امام صاحب رح کی نزدیک طلاق کا واقع ہونا اور اوسکی ساتھ مال کا لازم ہونا عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا جبتک کہ وہ قبول نہ کریگی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوس نے یہ کلام اپنی طرف سے کہا ہے اور اوسکے کلام کا جواب نہین ہے پس جب وہ قبول کر لیگی تو تین طلاقین بعوض ایک ہزار کے واقع ہوجائینگی۔

بالف۔

+ + + + +

(٥٠٥) وقالا ان لم تقبل طلقت واحدة فقط وعليها الف لان كلامه جعل جوابا في حق الواحدة وان قبلت طلقت ثلثا احدٰهن بالف واثنتان بغير شيء لانه مبتدئ فيهما۔

(٥٠٥) صاحبین رح فرماتے ہیں اگر اوس نے قبول نہ کیا تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور روپیہ ایک ہزار لازم ہونگے اسلئے کہ خاوند کا کلام ایک طلاق کے حق میں اوسکے کلام کا جواب سمجھا جائیگا اور اگر اوس نے قبول کر لیا تو ایک طلاق ہزار کے عوض اور دو طلاقیں بلا عوض واقع ہونگی اسواسطے کہ وہ دو اوس نے اپنی طرف سے دی ہیں۔

(٥٠٦) وفي الجامع الكبير لقاضي خان انما يشترط القبول للاخيرين وان لم يقابلهما مال بصيغة المقابلة كمن قال لامرأته وهي صغيرة انت طالق بالف يتوقف على قبولها وان لم يلزمها والفرق بين هذه المسئلة والمسئلة السابقة ان الالف في كلامه لم يذكر فيما سبق وذكرت في هذه المسئلة۔

(٥٠٦) قاضیخان نے جامع کبیر میں بیان کیا ہے باوجود یکہ دو طلاقیں بلا عوض واقع ہوتی ہیں مگر چونکہ ایسے کلام سے بیان کیا ہے جسطرح سب کے مقابلہ میں ہزار ہونیکی صورت میں بیان کیا جاتا لہذا اوسکی قبول کرنیکی ضرورت ہے جیسا طرح کوئی اپنی بیوی سے جو صغیر سن ہے کہے کہ تجھ پر ایک ہزار کے تیرے اوپر طلاق ہے تو اگرچہ ہزار بیوی کو نہ دینے پڑینگے مگر طلاق جب ہی واقع ہوگی جب وہ قبول کرلے۔ اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہ فرق ہے کہ پہلے صورتمیں تو اوس نے ہزار کا ذکر جواب میں نہیں کیا ہے اور یہاں ہزار کا ذکر کردیا ہے۔

(٥٠٧) حكي ان محمدا رجع الى قول ابي حنيفة وعن ابي يوسف انها ان لم تقبل فهي واحدة بثلث الالف وان قبلت طلقت ثلثا بالف قال الشيخ ابوحسن هذا هو الصحيح لان الزوج جعل الالف بازاء الثلث فان لم تقبل وقعت واحدة بثلث الالف وان قبلت وقع الثلث بها

(٥٠٧) بعض نے بیان کیا ہے کہ امام محمد رح نے امام صاحب رح کی قول کی طرف رجوع فرمالیا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہیں کیا تو اوسپر ایک طلاق واقع ہوگی اور ہزار کا ثلث لازم ہوگا اور اگر قبول کرلیا تو تین طلاقیں واقع ہونگی اور ہزار روپیہ لازم ہونگے شیخ ابو الحسن نے بیان کیا ہے یہی بات صحیح ہے اسواسطے کہ خاوند نے تین کے مقابلہ میں ہزار کو ذکر کیا ہے پس اگر قبول نہ کیا تو ایک طلاق ہزار کے تہائی کے عوض پڑ جائیگی اور قبول کرلیا تو ایک ہزار کے بدلے تین واقع ہوجائینگی۔

(٥٠٨) او انت طالق اي اذا قال لامرأته انت طالق وعليك الف

(٥٠٨) اگر بیوی سے کہا تیرے اوپر طلاق ہے اور تیرے اوپر ہزار روپیہ ہیں تو خواہ عورت

فهي طالق عند ابي حنيفة قبلت او لم تقبل بغير شيء اى لا يلزمها شيء

قبول کرے یا نکرے امام صاحب رح کی نزدیک اوسپر طلاق واقع ہوجائیگی اور اوسپر کچھہ نہ لازم ہوگا —

(۵۰۹) وا وقفاه على قبولها ان قبلت يقع ويلزمها المال والا فلا لان على للمعاوضة والعطف غير مانع عنه كما اذا قال اعمل هذا العمل ولك درهم او بع هذا ولك الف۔

(۵۰۹) صاحبین رح کی نزدیک طلاق اوسکی قبول کرنے پر موقوف ہوگی اگر قبول کرلیا تو طلاق واقع ہوجائیگی اور مال لازم ہوجائیگا ورنہ نہیں اسلیے کہ علی یہ وضع اوپر کا لفظ معاوضہ کے لئے آتا ہی اور عطف اوسکی منافی نہین ہی جیسے کوئی شخص کہے تو یہ کام کردے اور تیرے لئے ایک درم ہے یا اس چیز کو فروخت کردے اور تجھے ہزار درم ہین —

(۵۱۰) وله ان الواو للعطف والاصل في الجمل الاستقلال فيقع بالجملة الاولى طلاق ولا يلزم مال بالثانية بخلاف البيع والاجارة لانهما لا ينفكان عن المال۔

(۵۱۰) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر حرف عطف کا پایا جاتا ہی اور اصل جملون کی اندر یہی ہے کہ مستقل ہون پس پہلے جملہ سے طلاق واقع ہوجائیگی اور دوسرے سے مال ثابت نہوگا بخلاف بیع اور اجارہ کے کہ وہ بدون مال کے ہو ہی نہین سکتے —

(۵۱۱) او على عبدى اى لو قال لها انت طالق على عبدى هذا فقبلت اوقعناه من غير لزوم قيمة۔

(۵۱۱) اگر خاوند نے اپنے غلام کیطرف اشارہ کرکے بیوی سے کہا میرے اس غلام کے عوض تیرے اوپر طلاق ہے اور اوس نے قبول کرلیا تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی اور عورت پر غلام کی قیمت نہ لازم ہوگی —

(۵۱۲) وقال زفر يلزمها قيمة العبد لانه سمى مالا وقبلت وعجزت عن تسليمه فلزمها قيمته كما لو سمى عبد الغير۔

(۵۱۲) امام زفر رح فرماتے ہین غلام کی قیمت عورت کو دینی پڑیگی اسواسطے کہ خاوند نے ایک مال بیان کیا اور عورت نے قبول کرلیا مگر اوسکو دے نہین سکتی ہی لہذا قیمت دیگی جس طرح کسی اور کے غلام کو بتادیتا —

(۵۱۳) ولنا ان وجوب القيمة مبني على صحة التسمية وهنا لم يصح التسمية لان المسمى في يد مالكه وتسليمها اليه غير متصور بخلاف

(۵۱۳) ہماری یہ دلیل ہی کہ قیمت کا واجب ہونا اسبات پر موقوف ہی کہ اوسکا مقرر کرنا صحیح ہو اور یہان اوس غلام کو عوض مین مقرر کرنا درست ہی نہین اسواسطے کہ وہ تو مالک کے قبضہ میں موجود ہی ہی پھر اوسکی قبضہ مین دینے کے کیا معنی

عبد الغير لان تسليمه ممكن عند اجازته۔

(۵۱۴) ولو اختلعت وهي مريضة على مال اعتبرناه من الثلث۔

(۵۱۵) وقال زفر يعتبر بدل الخلع من جميع المال لان البضع متقوم عند الدخول في الملك ولهذا لو تزوج المريض امرأة بمهر مثلها يكون من جميع المال فكذا عند الخروج

(۵۱۶) ولنا انه تبرع لان البضع غير متقوم حال الخروج۔

(۵۱۷) ثم المسمى انما يعتبر عندنا اذا ماتت بعد انقضاء العدة وان ماتت فيها فللزوج الاقل منه ومن الميراث ان كان يخرج من الثلث وان لم يخرج فلها الاقل من ميراثها ومن الثلث۔

(۵۱۸) والمبارأة بالهمزة وتركها خطاء وهي ان يقول لامرأته برئت من نكاحك بكذا او تقبله هي والخلع يسقط بهما حقوق النكاح عند ابي حنيفة من الجانبين اي لا يبقى لاحدهما على الآخر دعوى في المهر

(۵۱۹) اعلم ان الخلع على قوله على اربعة اوجه اما ان لا يسميا شيئا او سميا المهر او بعضه او مالا آخر فكل وجه على

یعنے بخلاف دوسرے کے غلام کے کہ اگر وہ دوسرا اجازت دیدے تو عورت وہ غلام خاوند کو دے سکتی ہے۔

(۵۱۴) اگر عورت نے اپنی بیماری کی حالت میں بعوض مال کے خاوند سے خلع کرایا ہو تو ہمارے نزدیک ثلث مال سے ہو سکیگا۔

(۵۱۵) امام زفر رحمہ فرماتے ہیں کل مال سے خلع کرا سکتی ہے اسواسطے کہ ملک میں داخل ہوتے وقت بضع کی قیمت ہوتی ہے ولہذا اگر کوئی مریض کسی عورت سے بمہر مثل نکاح کرے تو تمام مال سے اوسکا مہر لیا جائیگا اسیطرح ملک سے خارج ہوتے وقت بھی اوسکی قیمت ہوگی۔

(۵۱۶) ہماری دلیل یہ ہے کہ بدل خلع کا دینا عورت کی طرف سے بطور تبرع اور سلوک کی ہے اسواسطے کہ ملک سے نکلتے وقت بضع کی کچھ ہو

(۵۱۷) بدل خلع جو عورت نے مقرر کیا ہے ہمارے نزدیک اوسکا جب اعتبار ہوگا کہ جب انقضاء عدت کے بعد عورت کا انتقال ہو اور اگر عورت کی اندر عدت کے فوت ہو گئی تو خاوند کو اوس مقرر کی ہوئی اور میراث میں جو کم ہوگا وہ دیا جائیگا یعنی اگر وہ بدل کم ہو تو بدل اور اگر میراث میں اوسکا حصہ بدل سے کم ہو تو اوسکا حصہ دیا جائیگا مگر یہ جبکہ تہائی سے اوس کا حصہ نکلتا ہو اور اگر تہائی سے۔

(۵۱۸) مبارأت یعنی اپنی بیوی سے کہنا کہ اتنے مال کے عوض میں تو میرے نکاح سے رہا ہوگئی اور اوسکا قبول کر لینا اور ایک خلع یہ دونوں ایسے چیزیں ہیں کہ امام صاحب رح کی نزدیک ان کی وجہ سے جانبین سے حقوق نکاح کے ساقط ہو جاتے ہیں یعنی کسی کو دوسرے پر مہر کا دعوی نہیں رہتا۔

(۵۱۹) جاننا چاہیے کہ امام صاحب رح کے قول کے موافق خلع کی چار صورتیں ہیں یا تو وہ دونوں کچھ بدل نہ مقرر کریں یا مہر کو بدل قرار دیں یا مہر میں سے کچھ حصہ کو بدل خلع مقرر کر لیں

وجهين اما ان يكون قبل الدخول وبعده فان لم
يسميا شيئا برئ كل منهما عن الآخر مقبوضا كان
او غيره قبل الدخول وبعده فان سميا المهر في الخلع
بها ان كان مقبوضا رجع عليها وان لم يكن مقبوضا
سقط وكذا في غير المدخول بها يرجع عليها بالنصف بالشرط
ونصفه بالطلاق قبل الدخول وان سميا بعض المهر بان
خالعها على عشر مهرها والمهر الف مثلا ففي المدخول
بها والمهر مقبوض رجع عليها بمائة درهم بالشرط وسلم
الباقي لها وان لم يكن مقبوضا سقط كل المهر عنه مائة
بالشرط والباقي بالخلع ففي غير المدخول بها يرجع عليها
ستمائة مائة منها بدل الخلع وخمسمائة بالطلاق قبل
الدخول قياسا وفي الاستحسان يرجع عليها بخمسين درهما
لان ذلك نصف عشر مهرها وبرأت عن الباقي بالخلع
وان لم يكن المهر مقبوضا سقط كله وان سميا مالا آخر
والمهر مقبوض فله المسمى لا غير وان لم يكن مقبوضا
فله المسمى وسقط عنه المهر بحكم
الخلع وان كان قبل الدخول وكانت
المهر مقبوضا فله المسمى وسلم لها
ما قبضت وان لم يكن مقبوضا فله
المسمى بالشرط وسقط عنه المهر
بحكم الخلع.

(٥٢٠) قيد بحقوق النكاح لان سائر
الحقوق مما لا يتعلق به كالقرض وغيره
لا يسقط۔

(٥٢١) واسقط بهما اي محمد بالمبارات

یا کسی اور مال کو مقرر کریں اور پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں
ہیں یا تو یہ قبل از دخول ہو یا بعد از دخول پس اگر کچھ مقرر نہیں کیا
ہے تو ہر ایک دوسرے سے بری ہو گیا خواہ عورت نے اپنا مہر لے لیا ہو
یا نہ لیا ہو اور دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر بدل خلع مہر کو قرار
دیا ہے پس اگر عورت مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو خاوند مہر اوس سے
واپس لیلے اور اگر ہنوز اوس نے مہر نہیں لیا تھا تو اب خاوند کے
ذمہ سے ساقط ہو گیا اور ایسی ہی غیر مدخولہ میں وہ اوس سے نسبت
مہر واپس کر لیگا نصف تو بدل خلع میں اور نصف طلاق قبل
از دخول کے وجہ سے اور اگر مہر کا ایک حصہ بدل خلع مقرر کیا ہو
مثلاً مہر کا دسواں حصہ بدل خلع مقرر کیا اور اوسکا مثلاً مہر
ایک ہزار ہے اور عورت مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو وہی ایکسو
اوس سے واپس لیلے جو بدل مقرر ہوئی ہیں اور باقی عورت
کو چھوڑ دے اور اگر مہر عورت نے ہنوز نہیں لیا تھا تو تمام
مہر ساقط ہو جائیگا ستو تو مقرر کر لینے کے وجہ سے اور باقی
خلع کی وجہ سے پس اس صورت میں اگر اوس سے دخول نہیں
کیا ہے تو از روی قیاس اوس سے چھ سو وصول کرلے جائینگے
ایک سو تو خلع کی بدل اور پانچ سو طلاق قبل الدخول کی وجہ
سے مگر استحساناً اوس سے پچاس درہم لیلئے جائینگے اسواسطے
کہ یہ مہر کے دسویں حصہ کا نصف ہے اور خلع کی وجہ سے باقی سے
بری ہو جائیگی اور اگر مہر پر قبضہ نہیں کیا تو کل ساقط ہو
جائیگا اور اگر کچھ اور مال مقرر کیا ہے اور مہر عورت لے چکی ہے تو جو مقرر

(٥٢٠) حقوق نکاح کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ باقی حقوق
جو متعلق بالنکاح نہیں ہیں مثل قرض وغیرہ کے وہ ساقط
نہونگی ـــ

(٥٢١) امام محمد رح کی نزدیک مبارات اور خلع سے

والخلع ما سمياه۔

جو اونھوں نے مقرر کیا ہی ساقط ہو جائیگا۔

(٥٢٢) ويوافق الاول اى ابو يوسف اباحنيفة فى الاول اى المبارأت والثانى فى الثانى اى وافق محمد انى فى الخلع لان المبارأت مفاعلة يقتضى البرائة من الجانبين مطلقا لكن مرادهما بدلالة الحال البراءة عن حقوق النكاح واما الخلع فيقتضى البينونة فقط فيزول نفس النكاح لا سائر احكامه۔

(٥٢٢) امام ابو یوسف رحمہ مبارات کے اندر امام صاحب رحمہ کے موافق ہین اور خلع کے اندر امام محمد رحمہ کی موافق ہین اسلیئے کہ مبارأت باب مفاعلت سے ہی اور وہ جانبین سے ہر طرح کی برات کو چاہتی ہی مگر قرینہ حالیہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اونھوں نے حقوق نکاح سے برات مراد لی ہی اور خلع صرف بینونت کو چاہتا ہی لہذا فقط نکاح اوس سے جاتا رہیگا باقی احکام نکاح کے اوس سے زائل نہونگی۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(٥٢٣) ولمحمد ان هذا عقد معاوضة فوجب الاقتصار على البدل المشروط كسائر المعاوضات ولهذا لم يسقط نفقة العدة والنفقة مع كونها اضعف من المهر اذا لم يسقط فالمهر اولى۔

(٥٢٣) امام محمد رحمہ کی دلیل یہ ہی کہ یہ عقد معاوضہ ہی اسواسطے جو عوض مقرر ہوا ہی صرف اوسیقدر خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا جس طرح اور معاوضات کا حال ہی و لہذا حالت عدت کا نفقہ اوس سے ساقط نہین ہوتا پس جب نفقہ باوجود یکہ بنسبت مہر کے ایک بنا دچیز ہی نہین ساقط ہوا تو مہر بطریق اولی ساقط نہوگا

(٥٢٤) ولابى حنيفة ان الخلع صلح وضع لقطع المنازعة وذا انما يتحقق اذا لم يبق لاحدهما حق متعلق بالنكاح على الاخر واما نفقة العدة فان شرطه فى الخلع والمبارأة سقط والا لا واما نفقة الولد وهى مؤنة الرضاع لا يسقط اتفاقا الا اذا اشترط اسقوطها وان شرطا ان وقت لذلك وقتا كسنة ونحوها جاز والا لم يجز ولم يقع البراءة كذا فى الكفاية

(٥٢٤) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہی کہ خلع ایک قسم کی صلح ہی جو قطع منازعت کے لیئے مقرر ہوا ہی اور قطع منازعت اوسیوقت ہو سکتا ہی کہ جب کسی کا دوسرے کے اوپر نکاح کے متعلق کوئی حق نہ رہی اور باقی رہا عدت کا نفقہ تو یہہ ایسی چیز ہی کہ اگر خلع اور مبارأت کی نمبر اوسکو بھی بدل خلع مین مقرر کر لیا ہی تب تو خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا ورنہ نہین اور اولاد کا نفقہ یعنے دودھ پلانے کے اجرت بالاتفاق ساقط نہوگی مگر جب اوسکا سقوط شرط کر لیا جائی اور اگر اس کے لیئے اونھوں نے ایک مدت مثلا ایک سال مقرر کر لیا تو بھی صحیح ہی ورنہ جائز نہین ہے اور برات نہوگی۔ کذا فی الکفایہ۔

فصل فى الظهار

فصل ظہار کے بیان مین

۵۲۵، اذا ظاهر من امرأته بان شبهها او عضوا منها يعبر به عنها اى يعبر بالعضو عن ذات المرأة كالرأس والوجه ونحوهما او جزءا اى شبه جزءا شائعا كنصفها وثلثها بعضو اى بعضو امرأة وهو متعلق بشبه يحرم عليه اى على الزوج النظر اليه اى الى ذلك العضو والجملة صفة عضو ومن هذه للبيان اى العضو المشبه به يكون من امرأة يحرم عليه نكاحها مؤبدا كامه وبنته واخته ونحوها۔

۵۲۵، اگر ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوس سے صحبت کرنا اور اوسکی دواعی مثلا بوسہ لینا یا معانقہ کرنا جبتک کہ کفارہ نہ دے حرام ہیں اور ظہار کی صورت یہ ہے کہ اپنی بیوی کو یا اوسکی کسی ایسی عضو کو جس کے ساتھ ذات کو تعبیر کرسکتے ہیں جیسے سر یا مونھ یا اوسکی ایک حصہ کو جو ہر طرف سے اوسکا حصہ ہو سکتا ہو مثلا نصف یا ثلث کسی ایسی عورت سے جو ہمیشہ کے لئے اوسپر حرام ہو مانند ماں یا بیٹی یا بہن وغیرہ کے یا اوسکی ایسی عضو سے تشبیہ دیجائے جسکے طرف اسکو دیکھنا حرام ہو بعضو کا لفظ ترکیب میں شبہ کی متعلق ہے اور یحرم علیہ النظر الیہ جملہ ہوکر عضو کی صفت ہے اور من امرأۃ میں من کا لفظ عضو مشبہ بہ کے بیان کے لئے ہے یعنی ایسی عورت کے عضو سے تشبیہ دی جسکے ساتھ کسی وقت میں نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔

۵۲۶، زاد فى النهاية قيدا آخر ناقلا من شرح الطحاوى وهو لفظ اتفاقا ليخرج ام المزنى بها وبنتها لانه لو شبهها بهما لا يكون مظاهرا وفى شرح المختار يكون مظاهرا عند ابى يوسف خلافا لمحمد هذا بناء على ان القاضى اذا قضى بجواز نكاحها ينفذ عنده خلافا لابى يوسف۔

۵۲۶، نہایہ کی اندر شرح طحاوی سے نقل کرکے ایک قید بالاتفاق کے اوسکی اندر اور بڑھائی ہے یعنے جسکی عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہے اوسکی ساتھ بالاتفاق ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو تاکہ زنا کی ہوئی عورت کی ماں اور اوسکی بیٹی اس سے خارج ہو جائیں کہ اگر اپنی بیوی یا اوسکی عضو کو مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے یا اوسکی عضو سے تشبیہ دی تو ظہار نہوگا مگر شرح المختار میں ہے کہ امام ابو یوسف رح کی نزدیک ظہار ہو جائیگا بخلاف امام محمد رح کے اسکی بنا اس پر ہے کہ اگر قاضی یعنی جس عورت سے زنا کیا ہے ماں یا بیٹی کیساتھ جواز نکاح کا حکم دیدے تو امام محمد رح کی نزدیک نافذ ہوگا۔

۵۲۷، وفى المحيط لو قبل امرأة او لمسها بشهوة ثم شبه امرأته ببنتها لا يكون مظاهرا عند ابى حنيفة ولا يفيد هذا وطئها لان حرمته منصوص عليها وحرمة الدواعى غير منصوص عليها۔

۵۲۷، محیط میں بیان کیا ہے اگر ایک شخص کسی عورت کا بوسہ لیلے یا شہوت سے اوسکو ہاتھ لگاوے اور پھر اپنی بیوی کو اوسکی بیٹی کیساتھ تشبیہ دی تو امام صاحب رح کے نزدیک ظہار نہوگا اور یہی کا حال زنا کا نہوگا اسواسطے کہ زنا کی حرمت نص سے ثابت ہے اور اوسکے دواعی کی حرمت نص سے ثابت نہیں ہے۔

۵۲۸، فقد حرم عليه وطئها اى وطء

۵۲۸، ظہار کے اندر جماع اور اوسکی دواعی کے حرمت [illegible]

امرأته بدواعيه كالقبلة والمعانقة الى ان يكفر عن ظهاره وهذه الحرمة لا ترتفع بسبب الا بالكفارة حتى لو ارتدت زوجته ولحقت بدار الحرب ثم سبيت واشتراها زوجها او طلقها ثلثا ثم تزوجها بعد التحليل لا يحل لها وطؤها بلا تكفير لقوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا الاية روي ان خولة امرأة اوس رآها زوجها وهي تصلي وكانت حسنة الجسم فلما سلمت راودها فابت فغضب فظاهر منها فاتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال حرمت عليه فتنفست وقالت ان لي صبية صغارا ان ضممتهم اليه ضاعوا وان ضممتهم الي جاعوا وشكت الى الله تعالى فقالت اللهم انزل على لسان نبيك فتغشى رسول الله صلى الله عليه وسلم الوحي فنزلت فيها قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها الى اخر الاية وفي قوله تعالى من نسائهم اشارة الى ان الامة لا ظهار منها

(۵۲۹) فان اقدم قبله اي على الجماع قبل التكفير استغفر الله ولا شيء عليه غير الكفارة لما روي انه عم قال

کفارہ ادا کئے نہین جاتی ہے کہ اگر اوسکی بیوی مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین جا پہونچے اور پہر قید ہو کر دار الاسلام مین آئی اور خاوند نے اوسکو خرید لیا یا خاوند نے اوسکو تین طلاقین دیدین اور بعد از تحلیل اوس سے نکاح کر لیا تو بدون کفارہ دئے اوس سے صحبت کرنا درست نہین ہے لقوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا یعنی اور جو لوگ اپنی بیویون سے ظہار کرتے ہین پہر اپنی قول سے پہر جاتے ہین تو ایک بردہ کا دونون کے ملنے سے پہلے آزاد کرنا لازم ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ حضرت اوس نے اپنی بیوی خولہ کو نماز پڑہتی ہوئی دیکہا اور وہ صورت شکل کے اچہی تہین جب انہون نے سلام پہیرا تو حضرت اوس نے اپنے پاس انکو بلایا انہون نے انکار کیا تو وہ غصہ مین آکر ظہار کر بیٹہے خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اونکے اوپر حرام ہو گئین اس سے اونکا دل غمگین ہوا اور عرض کرنے لگین میرے چہوٹے چہوٹے بچے ہین اگر اوسکی حوالہ کر دینگی تو خراب خستہ پہرینگے اور اگر اپنے پاس رکہونگی تو بہوکون مر جائینگے اور خدای تعالی کی طرف وہ روتے رہتی گئین اور کہتی گئین بار خدایا اپنی نبی کے زبان پہ میرے حق مین کچہ نازل فرما وہ یہ کہہ رہی تہین کہ آنحضرت پر وحی کے آثار نمایان ہو گئی اور یہ آیت نازل ہوئی قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها الآیہ اور یظاهرون من نسائهم سے اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ باندی سے ظہار نہین ہوتا۔

(۵۲۹) اگر کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے صحبت کر بیٹہا تو اس گناہ کی خدا سے مغفرت مانگی اور نادم ہووے مگر کفارہ کے سوا اور کچہ اوسکو دینا نہ پڑیگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے

لرجل واقع امرأته وقد ظاهر منها استغفر الله ولا تعد حتى تكفر ولو كان عليه شيء اخر لبينه ثم لثبوت الحاجة الى البيان۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر کے بیوی کی بعد صحبت کرنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا خدا سے تعالی سے اپنی گناہ کے مغفرت چاہ اور پہر ایسا نہ کرنا جبتک تو کفارہ نہ دیوے اور اگر اوسکا اوپر کچہ اور بہی واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو بیان فرماتے سوا اسکے کہ یہان بیان کی ضرورت تہی

(۵۳۰) ولا نعتبره اى الظهار من ذمى وقال الشافعي يعتد ظهاره ويلزمه التكفير بالمال لانه يملك طلاقها فيملك ظهارها۔

(۵۳۰) ہمارے نزدیک اگر کوئی ذمی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کچہ اعتبار نہیں ہے۔ امام شافعی رح کی نزدیک ذمی کے ظہار کا بہی اعتبار ہے اور اوسکو بہی مال سے کفارہ دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ جب وہ طلاق دینے کا اختیار رکہتا ہے تو اوس سے ظہار بہی کرسکیگا۔

(۵۳۱) ولنا ان الكفارة عبادة ولهذا احتيج فيها الى النية والذمى ليس اهلا لها۔

(۵۳۱) ہماری یہ دلیل ہے کہ کفارہ حقیقت میں ایک عبادت ہے ولہذا اوس میں نیت کی حاجت ہے اور ذمی عبادت کا اہل نہیں ہے۔

(۵۳۲) ونفسر العود الموجب للكفارة وهو العود المذكور فى قوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا بالعزم اى عزم المظاهر على وطيها لا بالامساك اى قال الشافعي عوده ان يمسكها حتى لو طلقها عقيب الظهار بلا فصل لا كفارة عليه لان موجب هذا التشبيه ان لا يمسكها نكاحا فاذا امسكها فقد نقض ظهارها يقال عاد له اى نقضه۔

(۵۳۲) ہمارے نزدیک لفظ عود سے جو موجب کفارہ ہے اور یعودون لما قالوا کی اندر واقع ہے جماع کا ارادہ کرنا مراد ہے اوسکا صرف روک لینا مراد نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں اوسکا عود کرنا یہی ہے کہ عورت کو علیحدہ نہ کرے ولہذا اگر ظہار کرتے ہی اوس نے عورت کو طلاق دیدی تو اوسپر کفارہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس تشبیہ کا مقتضا یہ ہے کہ اوسکو اپنی نکاح میں نہ رہنے دے اور جب اپنے نکاح میں رہنے دیا تو اپنے ظہار کو توڑ دیا کہا کرتے ہیں عاد لہ اور یہ مراد ہوتا ہے کہ اوسکو توڑ دیا۔

* * * * *

(۵۳۳) ولنا ان موجب الظهار هو الامتناع عن الوطى ونقضه هو العزم عليه فمعنى قوله تعالى ثم يعودون لما قالوا يعودون لتحليل ما حرموا على

(۵۳۳) ہماری یہ دلیل ہے کہ ظہار کا مقتضی صحبت سے باز رہنا ہے اور ظہار کا توڑنا یہی ہے کہ صحبت کا ارادہ کرے پس ثم یعودون لما قالوا کے معنے یہ ہیں ثم یعودون لتحلیل ما حرموا بتقدیر

حذف المضاف۔

مضاف ۔

(۵۳۴) وان قال لامرأته انت علی مثل امی فهذا کنایة یسأل فیها عن نیته فان نوی الکرامة ای ان قال اردت انها مکرمة عندی کامی صدق لانه محتمل کلامه۔

(۵۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو میری اوپر ماں کے مانند ہے تو یہ الفاظ کنایہ میں سے ہی یہاں اوس سے نیت دریافت کیجائیگی اگر اوس نے کہا میری یہ مراد تھی کہ وہ عزت میں میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے تو اوسکا یہ کہنا معتبر ہوگا اسواسطے کہ اوسکے کلام کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

(۵۳۵) او الظهار ای ان قال اردت الظهار کان ظهارًا لانه لو شبهها بظهر الام کان ظهارًا فاذا شبهها بکلها کان اولی۔

(۵۳۵) اور اگر اوس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہوگا اسلئے کہ ماں کے پیٹھ کیساتھ تشبیہ دینے سے ظہار ہو جاتا ہے اور یہاں تو اوسکی ذات کے ساتھ ہی تشبیہ دی ہے پس بطریق اولی ظہار ہوگا۔

(۵۳۶) او الطلاق ای ان قال اردت الطلاق فبائنًا ای فقد کان طلاقًا بائنًا لانه شبهها بالام فی الحرمة فصار کانه قال انت علیّ حرام و نوی الطلاق۔

(۵۳۶) اگر اوس نے کہا میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہو جائیگی اسلئے کہ ماں کے ساتھ حرمت میں اوس نے تشبیہ دی تو گویا ایسا ہوا جیسا کہا تو میرے اوپر حرام ہے اور طلاق کی نیت کی۔

(۵۳۷) وان لم ینو فلیس بشیء لانه یحتمل وجوهًا فلا مرجح لبعضها۔

(۵۳۷) اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قول کچھ بھی نہ ہوگا اور لغو سمجھا جائیگا اسواسطے کہ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں پس کسی معنی کا کوئی مرجح نہیں پایا جاتا۔

(۵۳۸) وجعله ای محمد هذا التشبیه الخالی عن النیة ظهارًا لوجود التشبیه بالام فیه صریحًا۔

(۵۳۸) امام محمد رح کے نزدیک اگر اسکے اندر کچھ نیت نہیں کی ہے تو یہ ظہار ہوگا کیونکہ صراحتًا ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۵۳۹) او انت ای قال انت حرام کظهر امی بنیة الطلاق او الایلاء فهو ظهار عند ابی حنیفة و قالا ما نوی ای ما نواه من الطلاق او الایلاء فهو معتبر۔

(۵۳۹) اگر اپنی بیوی سے کہا تو میرے اوپر حرام ہے جیسے میری ماں کے پیٹھ اور طلاق یا ایلا کے نیت کے تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔ اور صاحبین رح فرماتے ہیں جو نیت کی ہے وہی ہوگا اور اوسکی نیت معتبر ہوگی۔

(۵۴۰) قید بنیة احدهما لانه لو نوی

(۵۴۰) طلاق یا ایلاء کی نیت کی شرط کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ

الظهار او لم ينو شيئا فهو ظهار اتفاقا

(٥٤١) لهما ان قوله انت علي حرام يحتمل الطلاق والايلاء وقوله كظهر امي تاكيد لتلك الحرمة ولا يتغير به كلامه فيعتبر ما نواه كما لو قال انت علي حرام كامي وله ان قوله كظهر امي محكم في الظهار لانه صريح فيه فيحمل المحتمل على المحكم فلا يعتبر فيه غيره كما لم يعتبر في صريح الطلاق بخلاف قوله كامي لانه ليس بصريح في الظهار

(٥٤٢) او انتن اي لو قال لنسائه انتن علي كظهر امي كان مظاهرا منهن واوجبها اي الكفارة بعددهن وقال مالك تجب كفارة واحدة لانه ظاهر منهن بكلمة واحدة كما لو قال والله لا اقربكن ثم اقربهن لم يلزم الا كفارة واحدة ولنا ان الكفارة في الظهار لانهاء الحرمة وهي تثبت في كل واحدة منهن فيتعدد الكفارة بتعددها بخلاف الايلاء لان الكفارة لهتك حرمة اسم الله وهو ذكر مرة۔

(٥٤٣) ولو ظاهر ثم ارتدا او اسلما معا او هو اي لو ارتد الزوج ثم اسلم وحده تناكحا فهو باق عند ابي حنيفة وقالا بطل ظهاره لان الكافر ليس من اهل

اگر ظہار کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بالاتفاق یہی ظہار ہوگا۔

(۵۴۱) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ قول کہ تو میرے اوپر حرام ہے اسمیں طلاق اور ایلاء کا احتمال ہے اور ماں کے پیٹھ کے ساتھ تشبیہ دینے سے اوس حرمت کی تاکید ہے اور اوس سے کلام میں تغیر نہیں ہوتا پس جو نیت کریگا معتبر ہوگی جیسے کہی تو میرے اوپر حرام ہے میری ماں کی طرح۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا یہ کہنا میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہی خاص ظہار کیلئے موضوع ہے اسیلئے کہ صراحۃً اوسپر دلالت کرتا ہے لہذا جس لفظ میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے اسکی ساتھ اوسکو بھی ظہار ہی پر محمول کرینگے اور اوس میں دوسرے کسی چیز کا احتمال نہ ہوگا جس طرح طلاق صریح کے اندر بجز طلاق کے کسی دوسری چیز کا اعتبار

(۵۴۲) اگر اپنی کئی بیبیوں سے کہا تم میرے اوپر میری ماں کے پیٹھ کے برابر ہو تو اون سب سے ظہار ہو جائیگا اور سب کی گنتی کے موافق ہر ایک بیوی کے مقابلہ میں ایک ایک کفارہ دینا لازم ہوگا مگر امام مالک رح فرماتے ہیں کہ کفارہ صرف ایک ہی دینا پڑیگا اسواسطے کہ ایک ہی کلمہ سے اوس نے سب کے ساتھ ظہار کیا ہے جس طرح قسم کھائے کہ میں تم سے خدا کی قسم صحبت نہیں کرونگا اور پھر اون سب سے صحبت کرے تو صرف ایک ہی کفارہ دینا لازم ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ظہار کے اندر کفارہ تنہا حرمت کے لئے ہوتا ہے اور حرمت ہر ایک بیوی میں ثابت ہوجاتی ہے لہذا اوسکی تعدد سے کفارہ بھی متعدد ہوجائیگا بخلاف ایلاء کی کہ وہاں کفارہ خدا تعالی کے نام کے ہتک حرمت کرنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور چونکہ اللہ تعالی کا نام صرف ایک ہی مرتبہ ذکر کیا ہے

(۵۴۳) اگر ایک مسلمان نے اپنی مسلمان بیوی سے ظہار کیا اور پھر العیاذ باللہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوگئے اور پھر ساتھ ہی مسلمان ہوگئے یا صرف خاوند مرتد ہوکر پھر مسلمان ہوگیا اور تجدید نکاح کرلی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکا ظہار بدستور باقی ہے۔ اور صاحبین رح

الظهار وهو بالردة صار كافرا حكما ولا ينعقد الظهار بلا اهلية وله ان الاهلية انما يعتبر عند انعقاد السبب ليتقرر موجبا وعند اداء الكفارة ليصح الاداء لا فيما بينهما ولهذا لو جن بعد ما ظاهر ثم افاق بقي ظهاره۔

رح فرماتے ہیں ظہار باطل ہوگیا اسلئے کہ کافر ظہار کا اہل نہیں ہوتا اور اوسکو مرتد ہونیکی وجہ سے کافر کا حکم ہوگیا تھا اور بدون اہلیت ظہار کے ظہار نہیں ثابت ہو سکتا ہے اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو ظہار کرتے وقت ظہار کے اہلیت چاہیئے تاکہ اوسکا حکم ثابت ہو سکے اور ایک کفارہ ادا کرتے وقت اہلیت ہونی چاہیئے تاکہ ادا کرنا صحیح ہو اور بیچ میں اہلیت کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے ولہذا اگر ظہار کرنیکے بعد مجنون ہوجاوے پھر افاقہ

(۵۴۴) ويكفر المظاهر بعتق رقبة سليمة عن العيب كاملة الرق قبل المسيس اي الجماع لقوله تعالى فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا اما وصف السلامة وكمال الرق فمستفاد من اطلاق الرقبة لان المطلق منصرف الى الكامل ويستفاد منه جواز عتق الصغيرة والكبيرة والذكر والانثى۔

(۵۴۴) ظہار کرنیوالے پر لازم ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرے یعنے یا تو ایک بردہ جو عیب دار نہو اور پورے طور پر مملوک ہو اوسکو آزاد کرے لقوله تعالی فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا یعنے اس سے پہلے کہ وہ آپس میں ملیں ایک بردہ کا آزاد کرنا ہے باقی رہا اوسکے اندر عیب کا نہونا اور مملوکیت تامہ کا ہونا یہ قیدیں مطلق بردہ کے ذکر کرنے سے مفہوم ہوتی ہیں اسواسطے کہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوا کرتا ہے اور اوسی سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ باندی ہو یا غلام ہو صغیر سن ہو یا جوان ہو سب کا آزاد کرنا کفارہ میں جائز ہوتا ہے

(۵۴۵) ويجيز الكافر والمكاتب الذي لم يؤد شيئا اي جاز اعتاقهما للكفارة

(۵۴۵) ہمارے نزدیک کافر غلام اور اوس مکاتب غلام کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے جس نے ہنوز بدل کتابت کچھ ادا نہیں کیا ہے ——

(۵۴۶) وقال الشافعي لا يجوز۔

(۵۴۶) امام شافعی رح فرماتے ہیں ان دونوں کا کفارہ میں آزاد کرنا

(۵۴۷) قيد بقوله لم يؤد لانه لو ادى شيئا من بدل كتابته لا يجوز عندنا ايضا في الرواية المشهورة لانه تحرير بعوض۔

(۵۴۷) بدل کتابت کے ادا نکرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہے تو روایت مشہورہ کے موافق ہمارے نزدیک بھی آزاد کرنا جائز نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد کرنا بعوض ہے۔

(۵۴۸) له في المسئلة الاولى ان الكفارة حق الله فلا يجوز صرفها الى عدوه ولهذا لم يجز المرتد ولنا اطلاق قوله تعالى فتحرير رقبة واما عدم جواز المرتد فلانه مستحق القتل

(۵۴۸) امام شافعی رح کی دلیل کافر کے آزاد نکرنے میں یہ ہے کہ کفارہ خدای تعالی کا حق ہے لہذا اوسکی دشمن کی آزاد کرنے سے خدای تعالی کا حق ادا نہو سکیگا اسواسطے مرتد کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور ہماری دلیل فتحریر رقبة کا مطلق ہونا ہے اور باقی رہا مرتد کی آزاد کرنیکا عدم جواز سو اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ قتل کا مستحق ہے اسلئے اگر باندی مرتدہ

حتی لو کانت مرتدۃ جاز و المصروف
الی الکفارۃ مالیتہ دون اعتقادہ وکونہ
عدو اللہ لا یمنع التقرب الی اللہ
و لہذا لو نذر بالعتق خرج من عہدتہ
بعتق الکافر ولہ فی المسئلۃ الثانیۃ
ان المکاتب یستحق الحریۃ بجہۃ فلا یجوز
اعتاقہ للکفارۃ کالمدبر و ام الولد
ولنا ان الرق فی المکاتب قائم من کل
وجہ و لہذا کان قابلاً للفسخ و نقصان
الملک فیہ یداً لا یوجب نقصاً فی رقبتہ
کالماذون فی التجارۃ

(۵۴۹) ولا یجوز المدبر و ام الولد لانہما
حران من وجہ ولہذا لا یجوز عودہا الی الرق

(۵۵۰) ولا مقطوع الیدین لفوات
منفعۃ البطش عنہ او ابہامیہما
لفوات قوت البطش عنہ او الرجلین
لفوات منفعۃ المشی عنہ و فائت
جنس المنفعۃ کالہالک ذاتاً و لہذا
اوجب الشارع کمال دیۃ النفس عند
فوات جنس المنفعۃ۔

(۵۵۱) ولا المجنون المطبق ای لا یجوز
اعتاق المستغرق بالجنون للکفارۃ
لان الانتفاع بالاعضاء انما یکون
بالعقل۔

(۵۵۲) ولا الاعمی۔

ہی تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہی اور کفارہ کیا ندر اوسکے مالیت کا ادا کرنا
ہوتا ہی اوسکی اعتقاد کو اسمین کچھہ دخل نہین ہی اور اوسکا عدو اللہ
ہونا تقرب الی اللہ کا مانع نہین ہی ولہذا اگر ایک غلام کی آزاد کرنیکی
نذر کیے تو کافر غلام کے آزاد کرنے سے اوسکی ذمہ سے نذر اوتر جائیگی
اور دوسرے مسئلہ مین یعنے مکاتب کی عدم جواز مین امام شافعی رح
کی یہ دلیل ہی کہ مکاتب اپنی طرف سے آزاد ہونے کا مستحق ہو جاتا ہی
پس کفارہ کے لیے اوسکا آزاد کرنا صحیح نہین ہی جس طرح مدبر اور ام
ولد کا۔ اور ہماری دلیل وسکی جواز مین یہ ہی کہ مکاتب کے اندر ہر طرح
سے مملوکیت موجود ہوتی ہی و لہذا کتابت قابل فسخ ہوتی ہی اگر
ملک کے اندر نقصان ہی تو صرف قبضہ کا نقصان ہی اور اوس سے ذات
مملوکہ مین نقصان نہین آتا مثلاً اوس غلام کی جسکو تجارت کی اجازت دیدیگئے

(۵۴۹) مدبر اور ام ولد کا کفارہ کے اندر آزاد کرنا جائز نہین ہی
اسواسطے کہ ایک طرح سے وہ دونون آزاد ہین و لہذا مملوکیت نا سے

(۵۵۰) جس غلام کے دونون ہاتھہ کٹی
ہوئی ہون اوسکا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہی اسلئے کہ وہ کسی چیز کو
نہین پکڑ سکتا اور یہ منفعت اوس سے فوت ہو گئی ایسے ہی
اوس غلام کا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہی جس کے دونون انگوٹھے
کٹی ہوئی ہون کیونکہ زور سے وہ کسی چیز کو نہین پکڑ سکتا اور
جس سے ایک قسم کی منفعت جاتی رہی وہ ایسا ہی جیسے مرا ہوا لہذا
شارع نے ایک جنس کی منفعت کی جاتی رہنے سے پوری جان کی دیت واجب کی ہی۔

(۵۵۱) کفارہ کے اندر ایسے غلام کا آزاد کرنا بہی جائز نہین ہی
جو مجنون ہو اور جنون سے کسی وقت اوسکو افاقہ نہین ہوتا
اسواسطے کہ عقل ہوتی ہی تو اعضاء سے بہی کام لیا جاتا ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۵۵۲) اندہے غلام کو بہی کفارہ میں آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۵۵۳) ولو اختلت المنفعة ولم تفت كمن قطع احدى يديه او رجليه او كان اعور او جن مرة وافاق اخرى جاز عتقه كالمعيوب۔

(۵۵۳) اگر ایک قسم کی منفعت مین نقصان آگیا مگر وہ بالکل فوت نہین ہوئی جیسے اوسکا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو یا ایک پیر کٹا ہو یا یک چشم ہو یا کبھی کبھی اوسپر جنون آجاتا ہو اور کبھی اچھا ہوجاتا ہے تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہے جیسے عیبدار کا۔

(۵۵۴) ويجوز الاصم لان اصل المنفعة قائم ولهذا اذا صيح عليه يسمع واما الاخرس فلا يجوز لفوات جنس المنفعة واجزنا الخصي والمجبوب ومقطوع الاذنين وقال زفر لا يجوز اعتاقهم لانهم هالكون من وجه لفوات منفعة الايلاد والجمال۔

(۵۵۴) اگر ایک غلام بہرا ہو تو اوسکا آزاد کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل منفعت فوت نہین ہوئی ہے ولہذا اگر بلند آواز سے اوسکو پکارا جائے تو وہ سن لیتا ہے مگر گونگے کا آزاد کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ وہان زبان کے منفعت بالکل فوت ہوگئی ــــ

(۵۵۵) ولنا ان هاتين المنفعتين زائدتان ولا يصير الذات بفواتهما كالهالك كما لا يصير لفوات اللحية والحاجب ولو اشترى اباه او ابنه ينوي الكفارة بشرائه يجزيه وقال الشافعي لا يجوز۔

(۵۵۵) ہمارے نزدیک خصی وہ شخص ہے جس کے خصیتین نکال دیے جائین اور جس کے خصیتین اور ذکر کاٹ ڈالے جائین وہ مجبوب ہے اور جسکے دونون کان کاٹ لیے گئے ہوں آزاد کرنا جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اوسکا آزاد کرنا جائز نہین ہے اگر کفارہ کے نیت سے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور کفارہ ادا ہوجائیگا بخلاف امام شافعی رح کے ــ

(۵۵۶) قيد بالشراء لانه لو دخل في ملكه بلا صنعة كالميراث ونوى به الكفارة لا يجوز اتفاقا۔

(۵۵۶) خریدنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر خود بخود اوسکی ملک مین باپ یا بیٹا داخل ہوگیا مثلاً ورثہ کے اندر اور اوسکی ملک مین داخل ہونیسے نیت کفارہ کے کر لی تو بالاتفاق جائز نہوگا ــ

(۵۵۷) له ان النية اقترنت بالشرط العتق وهو الشراء لا بالعلة وهي الاعتاق فلا يعتبر كما لو قال لعبد الغير ان اشتريتك فانت حر ثم اشتراه ينوي الكفارة لا يجوز ولنا

(۵۵۷) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ یہان پر آزادی کی شرط کے ساتھ نیت متعلق ہوئی ہے یعنے خریدنیکی ساتھ اور جو آزاد ہونے کی علت ہے یعنے آزاد کرنا اوسکے ساتھ نیت نہین متعلق ہوئی لہذا اوس آزاد ہونیکا اعتبار نہوگا جس طرح کسی کے غلام سے کہی اگر مین تجھکو خریدون تو تو آزاد ہے اور پھر کفارہ کی نیت سے اوسکو خریدا تو

ان شراء القريب يوجب ملكه وملكه يوجب عتقه فيكون الشراء علة للملك مع العتق لا نصاهد ثابه وكان المشترى معتقا لمن رمى انسانا عمدا فاصابه فمات جعل الرامى قاتلا لان الرمى ادى الى نفوذه وهو ادى الى الموت والشراء فيما استشهد به شرط محض لا تاثير له فى ايجاب الحرية فلهذا لم يفد اقتران النية به حتى لو نوى الكفارة حين قال ان اشتريتك فانت حر اجزاه لاقتران النية بالعلة۔

جائز نہو گا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ اپنی قریب کا خریدنا موجب ملک ہے اور اوسکی ملک موجب آزادی ہے پس خریدنا ملک اور نیز آزادی کی علت ہوا اسواسطے کہ وہ دونوں اوسی سے پیدا ہوئی ہیں اور خریدنے والا آزاد کرنے والا ہوگا جس طرح کوئی شخص قصداً کسی کے تیر مارے اور تیر لگکر وہ مرجاوے تو تیر مارنے والے کو قاتل کہا جائیگا اسواسطے کہ مارنے کی وجہ سے وہ تیر اوسکی بدن میں گھس گیا اور بدن میں گھس جانے کی وجہ سے وہ مرگیا اور جس سے شہادت پیش کی ہے وہاں تو خریدنا آزاد ہونیکی شرط ہے اور آزاد ہونے میں اوسکو کچھ دخل نہیں ہے لہذا اوسکے ساتھ نیت کا متعلق ہونا کچھ مفید نہوگا حتی کہ اگر یہ کہتے وقت کہ میں تجھکو خریدوں تو تو آزاد ہے اوسنے کفارہ کی نیت کر لی تھی تو بلا شبہ کفارہ ادا ہو جائیگا اسواسطے کہ اس تقدیر پر علت کی ساتھ نیت کا تعلق ہوا ہے۔

(٥٥٨) ولو اعتق موسر نصف عبد مشترك بينه وبين اخر للكفارة وضمن الباقى اى قيمة النصف الاخر لشريكه فاعتقه اى الموسر النصف الباقى عن الكفارة فهو غير مجزئ عند ابى حنيفة وقالا يجزئه۔

(٥٥٨) اگر ایک متمول آدمی ہے اور اوس نے ایک غلام کا جو اوسکی اور ایک اور شخص کے درمیان مشترک تھا نصف کفارہ کے لئے آزاد کر دیا اور نصف باقی کی قیمت کا اپنے شریک کے لئے ضامن ہو گیا اور اوس نصف کو بھی کفارہ میں آزاد کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک یہ کافی نہیں ہے بخلاف صاحبین رح کے۔

(٥٥٩) قيد بالموسر اذ لو كان معسرا لا يجوز اتفاقا۔

(٥٥٩) متمول کے قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ شخص تنگدست ہے تو بالاتفاق جائز نہیں ہے۔

(٥٦٠) لهما ان الاعتاق لا يتجزى فاعتاق الموسر نصيبه عتق كله فلزمه ضمان النصيب لشريكه وكان معتقا كل العبد عن الكفارة بلا عوض بخلاف ما لو كان معسرا لان السعاية تكون واجبة على العبد فى نصيب شريكه

(٥٦٠) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا ایک غیر متجزی چیز ہے اوسکی ٹکڑے نہیں ہو سکتی پس اس قاعدہ کے موافق نصف غلام کا آزاد کرنا کل کا ہی آزاد کرنا ہوگا اور نصف کا ضمان شریک کے لئے اوسپر لازم ہو جائیگا اور آزاد کرنا بلا عوض ہوگا اور کفارہ ادا ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کی اگر وہ تنگدست ہو اسواسطے کہ اوس تقدیر پر غلام کے اوپر لازم ہوگا

وكان اعتاقا بعوض وله ان الاعتاق متجزٍ فتمكن نقصان في النصف الاخر وبالضمان ملكه ناقصا فلا يجزئه عن الكفارة۔

کہ کمائی کرکے دوسرے شریک کو اپنی نصف قیمت ادا کرے اور وہ آزاد ہونا بعوض ہوگا۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ آزاد ہونا تجزی چیز ہے اور اسکے ٹکڑے ہو سکتے ہیں پس نصف کو آزاد کرنے سے دوسرے نصف میں ایک طرح کا نقصان پیدا ہو گیا اور ضامن ہونے کی وجہ سے اوسکو ملکیت ناقص حاصل نہیں ہوئی

(۵۶۱) او نصف عبده اى لو كان كل العبد له فاعتق نصفه عن الكفارة ثم الباقي فهو جائز عند ابي حنيفة ان لم تخلل بينهما اى بين الاعتاقين وقاع قيد به لان الاعتاق متجز عنده فلو وقع بينهما وقاع لم يوجد العتق قبل المسيس۔

(۵۶۱) اگر پورا غلام اوسیکا ہی اور اوس نے کفارہ میں پہلے اوسکا نصف آزاد کر دیا اور دوسری مرتبہ باقی نصف آزاد کر دیا تو امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائیگا مگر یہ شرط ہے کہ اس درمیان میں اوس نے بیوی سے صحبت نہ کی ہو یہ شرط اسلیے لگائی ہے کہ امام صاحب رح کے نزدیک اعتاق یعنے آزاد کرنا تجزی چیز ہے پس جب درمیان میں بیوی سے صحبت کر لی تو قبل صحبت کے پورے غلام کو آزاد کرنا نہ پایا گیا۔

(۵۶۲) اعلم ان القياس كان يقتضي ان لا يجوز اعتاق النصف الاخر عن الكفارة عند ابي حنيفة لتمكن النقصان فيه باعتاق النصف الاول لكن جوزه استحسانا لان هذا النقصان حصل في ملكه من ايثار العتق الاول للكفارة وهذا غير مانع كمن اضجع شاة للتضحية فاصاب السكين عينها فذهبت جاز تضحيتها بخلاف العبد المشترك لان النصف الاخر ليس في ملكه فكان ذلك تنقيصا لا اعتاقا

(۵۶۲) جاننا چاہیے کہ یہاں پر قیاس اسبات کا مقتضی تھا کہ امام صاحب رح کے نزدیک کفارہ میں دوسرے نصف کا آزاد کرنا جائز نہوتا اسلیے کہ نصف اول کے آزاد کرنے سے دوسرے نصف میں ایک طرح کا نقصان پیدا ہو گیا لیکن استحسانا امام صاحب رح نے اسکو تجویز کیا ہے اسواسطے کہ نقصان اوسکی ملک کے اندر اور کفارہ ہی کے لیے آزاد کرنیکی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس قسم کا نقصان مانع جواز نہیں ہے جس طرح ایک شخص قربانی کے لیے بکری کو زمین پر لٹائے اور بکری کی آنکھ میں چھری لگ جاوے اور آنکھ جاتی رہے تو اوسکی قربانی درست ہوتی ہے۔ بخلاف غلام مشترک کے کہ دوسرا نصف اسکی ملکیت میں نہیں ہے پس یہاں پر ایک نصف کا آزاد کرنا دوسرے نصف میں نقصان پہونچانا ہوگا اور اوسکا آزاد کرنا نہ ہوگا۔

(۵۶۳) واجازاه مطلقا اى تخلل بينهما وقاع او لا لان الاعتاق غير متجز عندهما فاعتاق النصف اعتاق الكل فكان

(۵۶۳) صاحبین رح کے نزدیک بہر صورت اس طرح آزاد کرنا جائز ہے خواہ درمیان میں بیوی سے صحبت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اونکے نزدیک اعتاق تجزی نہیں ہے اور نصف کا آزاد کرنا کل کا آزاد کرنا ہے

اعتاق الرجعة قبل المسیس۔

جب صحبت سے پہلے نصف کو آزاد کیا تو گویا کل کو بھی صحبت سے پہلے آزاد کر دیا۔

(۵۶۴) فان لم یجد ای المظاهر رقبة للاعتاق صام شهرین متتابعین ای بلا افطار یوم قبل المسیس ای بلا جماع فی خلالهما لقوله تعالیٰ فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا۔

(۵۶۴) اگر ظہار کرنیوالے کو غلام نہ میسر آسکے تو اوسکو چاہیے کہ برابر دو مہینے تک روزے رکھے اور ایک دن بھی بیچ میں ناغہ نہ کرے اور نہ بیچ میں اوس سے صحبت کرے یعنے جس جو شخص نہ پاوے تو پے درپے دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس سے کہ وہ دونوں ملیں۔

(۵۶۵) فلو صام شهرین فقدر علی الاعتاق فی الیوم الاخر قبل غروب الشمس وجب علیه الاعتاق وصار صومه تطوعًا۔

(۵۶۵) اگر دو مہینے کے روزے رکھے اور اخیروں میں قبل از غروب آفتاب اسکو بہات پر قدرت ہو گئی کہ غلام آزاد کر سکتا ہو تو اب اسکے اوپر غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا اور وہ اوسکے روزے نفل ہو جائینگے۔

(۵۶۶) ثم ان صام شهرین بالاهلة اجزاه وان کانا ناقصین والا فلا یجزئه الا ستون یوما کذا فی المحیط۔

(۵۶۶) اگر چاند کی پہلی تاریخ سے روزے کو شروع کیا اور دوسرے مہینے کی اخیر تاریخ تک رکھے تو وہ روزے کافی ہو گئے چاہے وہ چاند انتیس انتیس کے ہوئے ہوں اور اگر درمیان ہی بلا تعین شروع کر دیئے تو پورے ۶۰

(۵۶۷) ولیس فیهما رمضان اذ لو کان احدهما رمضان لم یوجد تتابع شهرین لان صوما اخر غیر مشروع فیه ولا الایام الخمسة وهی یوم العید وایام التشریق لان الصوم منهی فیها۔

(۵۶۷) اور دو مہینوں میں یہی شرط ہے کہ بیچ میں رمضان کا مہینہ نہو اسواسطے کہ اگر درمیان میں رمضان کا مہینہ آگیا تو پے درپے اون دو مہینوں کے روزے نہ پائے جائینگے کیونکہ پھر رمضان کے اور کوئی روزہ اوسمیں نہونا چاہیے۔ اور اون مہینوں میں یہی قید ہے کہ یہ پانچ دن بھی اونمیں نہوں یعنے عید الفطر اور ایام تشریق اسلیے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے۔

(۵۶۸) فان قربها ای المظاهر امرأته التی ظاهر منها فی خلالهما ای فی اثناء الشهرین لیلا عامدًا او نهارًا اراد به الیوم لیدخل فیه ما بین طلوع الفجر الی غروب الشمس ناسیا استانف عند ابی حنیفة ومحمد ولا یامر به ای ابو یوسف المظاهر بالاستیناف

(۵۶۸) اگر ان دو مہینوں کے اندر ظہار کرنیوالے نے رات کو قصداً یا دن کو بھولے سے اپنی بیوی سے صحبت کر لی تو امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک پھر از سر نو اوسکو روزے رکھنے پڑینگے امام ابو یوسف رح کے نزدیک از سر نو رکھنے کی ضرورت نہیں ہے نہار کی لفظ سے یوم مراد ہے تاکہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت اوس میں داخل ہو جائے

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

اقول لو قال لا يأمره و ترك لفظ استانف فيما قبله لكان اخصر و قولهما معلوم منه لانه فى طرف الاثبات مع ان استانف جواب شرط دال على الوفاق۔

میں کہتا ہوں اگر مصنف رح (استانف) کا لفظ نہ بیان کرتا اور صرف یہ کہدیتا (لا یامرہ) تو بہت مختصر ہوتا اور امام ابو یوسف رح کے قول سے کہ نیز جیسے امام صاحب رح اور امام محمد رح کا قول بسبب طرف نفی میں واقع ہونیکی مفہوم ہوجاتا اور ایک نقصان یہ ہی کہ (استانف) شرط کا جواب واقع ہوا ہی جس سے اس مسئلہ پر اتفاق ائمہ کا معلوم ہوتا ہی۔

(۵۶۹) قيد بقوله فى خلالهما لانه لو جامعها فى خلال الاطعام لا يستانف اتفاقا لان النص فى الاطعام مطلق۔

(۵۶۹) یہ قید کہ دو مہینوں کے اندر صحبت کرلے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اون ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کے درمیان میں صحبت کرلے تو بالاتفاق ازسرنو اوسکو کھانا کھلانا نہ پڑیگا سواسطے کہ اطعام مساکین کے بابمیں نص مطلق ہی۔

(۵۷۰) وقيد الليل بالعمد والنهار بالنسيان لانه لو وطئ ليلا ناسيا لا يستانف اتفاقا و لو وطئ نهارا عامدا استانف اتفاقا۔

(۵۷۰) رات میں قصداً اور دن میں بھول جانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر رات کو بھول کر صحبت کرلے تو بالاتفاق ازسرنو روزے رکھنے کی حاجت نہوگی اسیطرح اگر دن کو قصداً صحبت کی ہے تو بالاتفاق ازسرنو روزے رکھنے پڑینگے۔

(۵۷۱) له ان الوطئ المذكور لا يفسد الصوم فلا يمنع التتابع و لهما ان تقديمها على الوطئ شرط بالنص فلابد من خلائهما عن الوطئ۔

(۵۷۱) امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہی کہ اوس صحبت کرنیسے روزہ فاسد نہوگا تو روزوں کے پے در پے ہونے میں بھی نقصان نہ آویگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رحمہما کی دلیل یہ ہی کہ اون دو مہینوں کے روزوں کا بحکم نص صحبت پر مقدم ہونا شرط ہی لہذا صحبت سے اون دونوں مہینوں کا

(۵۷۲) وان افطر فيهما اى فى الشهرين مطلقا اى بعذر كان او بغيره استقبل اى استانف الصوم لان الشرط وهو التتابع انعدم بالفطر۔

(۵۷۲) اگر اون دو مہینوں کے اندر کوئی دن روزہ ناغہ کردیا خواہ بعذر یا بلا عذر تو ازسرنو روزے رکھے اسواسطے کہ اوسکی شرط یعنے پے درپے رکھنا ناغہ کرنیکی وجہ سے جاتا رہا۔

(۵۷۳) و لا يجزئ للعبد المظاهر من امرأته اذا وجب عليه التكفير الا الصوم لانه ليس بمالك للمال۔

(۵۷۳) اگر غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اوسکا کفارہ روزے رکھنے سے ہی ادا ہوسکتا ہی اسلیے کہ وہ مال کا تو مالک ہوتا ہی نہیں۔

(۵۷۴) فان لم يستطع المظاهر الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة يعنى

(۵۷۴) اگر ظہار کرنیوالا روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ مساکین کو بقدر صدقہ فطر کے کھانا دے یعنے

قدر الطعام یکون کقدره فی صدقة الفطر وهو نصف صاع من بر او صاع من تمر لان حاجة الفقیر تندفع به او قیمة ذلک ای او یدفع قیمة الطعام کما جاز فی صدقة الفطر۔

اگر گیہون ہین تو نصف صاع اور چھوارے ہون تو ایک صاع دے اسلیے کہ اس قدر سے مسکین کی حاجت دفع ہو جاتی ہے یا اسکے بدلہ قیمت دیدے جس طرح صدقہ فطر مین قیمت کا دینا جائز ہے۔

(۵۷۵) فان غداهم وعشاهم ای ان اطعمهم مرتین الغداة مرة فی العشی جاز لان النص ورد فی الکفارة بالاطعام وهو فی الحقیقة التمکین من المطعوم ولابد من الشبع فی کل مرة ومن الادام فی خبز الشعیر والذرة لیتمکن الشبع والمعتبر فیه الشبع لا المقدار حتی لو لم یبلغ ما یشبعهم قدر طعام صدقة الفطر یجوز۔

(۵۷۵) اگر ساٹھ مسکین کو دو وقتہ کھانا کھلادیا تو بھی کفارہ ادا ہو جائیگا اسلیے کہ نص مین کفارہ کے اندر اطعام کا لفظ آیا ہے اور وہ فی الحقیقت کھانا پر قادر کردینا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ دونون وقت وہ شکم سیر ہو کر کھالین اور اگر جو یا جوار کی روٹی ہے تو اسکے ساتھ سالن کا ہونا ضرور ہے تاکہ پیٹ بھر کے کھا سکین اور کھانا کھلانے مین پیٹ بھرنے کا اعتبار ہے اور مقدار کا اعتبار نہین ہے لہذا اگر صدقہ فطر سے کم مین انکا پیٹ بھر گیا تو کافی ہوگا اور کفارہ ادا ہو جائیگا۔

(۵۷۶) ولو کان بعضهم شبعان قبل الاکل قیل یجوز لوجود الاطعام وقیل لا یجوز لانعدام الاشباع۔

(۵۷۶) اگر کھانا کھانے سے پہلے کچھ لوگون کے پیٹ بھرے ہوئے تھے اور انہون نے کھانا کھایا تو بعض کے نزدیک کفارہ ادا ہو جائیگا اسواسطے کہ کھانا کا کھلانا یہان پر پایا جاتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ جائز نہین ہے۔

(۵۷۷) انما جمع بین التغدیة والتعشیة لانه لو غدا ستین مسکینا وعشا ستین غیرهم لم یجز الا ان یعید علی احد الستین غداء او عشاء کذا فی المحیط۔

(۵۷۷) یہ قید کہ ساٹھ مسکینون کو دونون وقت کھانا کھلادے اسواسطے لگائی ہے کہ اگر ایسا نہین کیا بلکہ ساٹھ مساکین کو صبح کیوقت کھانا کھلادیا اور شام کیوقت انکو نہ کھلایا بلکہ دوسرے ساٹھ مساکین کو کھلایا تو کفارہ ادا نہوگا جبتک کہ ان پہلے ساٹھ کو یا دوسرے ساٹھ کو ایک وقت کھانا اور نہ کھلادے خواہ صبح کو یا شام کو۔ کذا فی المحیط۔

(۵۷۸) وفی الکافی ما ورد فی النص بلفظ الاطعام فالاباحة فیه کافیة ککفارة الظهار والافطار فی رمضان والیمین

(۵۷۸) کافی مین مذکور ہے نص کے اندر جس کفارہ بابت اطعام کا لفظ آیا ہے وہان تو کھانا کا کھلادینا کافی ہے جیسے کفارہ ظہار مین یا رمضان مین روزہ توڑنے سے یا قسم کا کفارہ

وجزاء الصيد والفدية وما ورد فيه بلفظ الايتاء او الاداء فيشترط فيه التمليك كالزكوٰة والصدقة والفطر والعشر والحلق عن الاذى في الاحرام ۔

یا جس میں شکار کرنے کا بدلہ یا فدیہ اور جس میں دینے کا لفظ آیا ہے وہاں پر دینا اور مالک کر دینا ضرور ہے ۔ جیسے زکوٰۃ ۔ اور صدقۂ فطر ۔ اور عشر اور احرام کے اندر تکلیف کی وجہ سے بالوں کے منڈوانے ہیں ✣

(۵۷۹) فان اطعم واحدا ستين يوما جاز لان المسكين الواحد في اليوم الثاني صار كمسكين اخر لتجدد حاجته وكذا في سائر الايام ۔

(۵۷۹) اگر ایک مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقتہ کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا اس لیے کہ دوسرے دن وہی مسکین دوسرے مسکین کی مانند ہو گیا ۔ اس واسطے کہ پھر وہ کھانے کا محتاج ہو گیا ۔ اسی طرح ہر روز ✣

(۵۸۰) واباحة الكل لو ابيح المسكين الواحد كل الطعام في يوم بدفعة او دفعات اجزأ عن يوم لان اطعام ستين لم يوجد فيه حقيقة ولا حكما

(۵۸۰) ۔ اگر ساٹھ آدمیوں کا کھانا رکھکر ایک شخص سے کہدیا کہ تو اسکو کھالے چاہے ایک مرتبہ چاہے جتنی مرتبہ تو کھاسکے تو یہ صرف ایک روز کا کھانا کھلانا سمجھا جائیگا اسواسطے کہ یہاں نہیں کہہ سکتے کہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا گیا نہ حقیقۃً نہ حکماً ✣

(۵۸۱) وفرق التمليك فيه اى لو ملك كل الطعام مسكينا واحدا في يوم واحد بدفعات قيل بالجواز لان حاجة الاكل زالت عن المسكين بالمرة الاولى لكن بقيت له حوائج كثيرة وبالتمليك يندفع تلك الحوائج بخلاف لو اعطاه بدفعة واحدة حيث لا يجوز لان تفريق الفعل واجب عليه بالنص وعدمه اى قال بعض لا يجوز لان الغرض سد الخلة وبعد ما استدت لا يمكن سدها وفي المحيط هذا هو الصحيح

(۵۸۱) اگر ایک دن میں ایک ہی مسکین کو سب غلہ بدفعات دیدیا تو بعض کے نزدیک اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا اس واسطے کہ کھانے کی ضرورت تو پہلی دفعہ دینے سے باقی رہی مگر اور بہت سی حاجتیں اس کی باقی ہیں ۔ اور پھر اور دینے سے اس کی اور حاجتیں بھی مندفع ہو جائینگی ۔ بخلاف اس صورت کے کہ ایک ہی مرتبہ اس کو سب دیدے وہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ بحکم نص متفرق طور پر دینا واجب ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ مقصود خالی پیٹ کا بھرنا ہے ۔ اور ایک مرتبہ دینے سے جب وہ بھر گیا ۔ تو اب اس کا بھرنا ناممکن ہے ۔

محیط میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے ✣

(۵۸۲) ولو قربها فيه اى امرأته التى ظاهر منها فى الاطعام لم يستانف لان النص لم يشترط فى الاطعام ان يكون قبل المسيس۔

(۵۸۲) اگر کچھ مساکین کو کھانا کھلا دیا تھا اور کچھ کھلانا باقی تھا کہ اس اثنا میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی تو پھر از سر نو اوسکو کھانا نہ کھلانا پڑیگا اسواسطے کہ اطعام کے اندر نص میں قبل از جماع کے قید مذکور نہیں ہے۔

(۵۸۳) واوجبوا تقديمه اى تقديم الاطعام على المسيس وقال مالك لا يجب لما تقدم من ان النص مطلق فى الاطعام ولنا قوله عم للذى مس امرأته قبل الاطعام استغفر الله ولا تعد حتى تكفر۔

(۵۸۳) صحبت کرنیسے پہلے مساکین کو کھانا کھلانا واجب ہے اور امام مالک رح فرماتے ہین مقدم ہونا واجب نہین ہے اور اوسکی وجہ وہی ہے جو گذر چکی کہ اطعام کے اندر نص میں قید مذکور نہین ہے۔ اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کھانا کھلانیسے پہلے اپنی بیوی سے صحبت کرے تو خدا سے مغفرت مانگے اور جبتک کفارہ نہ دے پھر صحبت نکرے۔

(۵۸۴) وان اعتق رقبتين عن كفارتين للظهارين او ضاعف عدد الايام والمساكين اى صام اربعة اشهر واطعم مائة وعشرين مسكينا جاز منهما اى من الكفارتين من غير تعيين احدى الرقبتين لاحدى الكفارتين لان الجنس متحد۔

(۵۸۴) اگر ایک شخص کے ذمہ پر دو ظہار ون کے دو کفارے تھے اور اوس نے دو غلام آزاد کر دیئے یا ایک سو بیس روزے رکھلیے یا ایک سو بیس مساکین کو کھانا کھلا دیا اور یہ تعیین نہین کی کہ یہ اوس ظہار کا کفارہ ہے اور یہ دوسرے کا ہے تو دونون کفارے ادا ہو جائینگے اسواسطے کہ جنس ایک ہی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۵۸۵) او واحدة اى اعتق رقبة واحدة او صام شهرين او اطعم ستين مسكينا منهما اى من الكفارتين تخير فيه اى فى تعيينه عن احديهما لان التعيين لغو فى متحد الجنس فبقى مطلق النية فله ان يعينها لايهما شاء۔

(۵۸۵) اگر ایک شخص کے اوپر دو کفارے ہین اور اوس نے ایک غلام آزاد کیا یا دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کھلائے تو اوسکو اختیار ہوگا کہ جس ظہار کے لیے چاہے اوسکے لیے اس کفارے کو خاص کر دے اسواسطے کہ جو چیزین متحد الجنس ہین اون مین تعیین کی حاجت نہین ہے پس اب مطلق نیت رہگئی اور جس ظہار کے لیے چاہے اوسکو متعین کر دے۔

فصل فى اللعان

فصل لعان کے بیان مین

۵۸۶، اذا قذف امرأته بالزنا وهما اى الزوج والزوجة من اهل الشهادة بان يكونا حرين مسلمين عاقلين بالغين غير محدودين فى قذف۔

۵۸۶، اگر ایک شخص اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے اور وہ دونوں خاوند بیوی گواہی دینی کی قابلیت رکھتے ہوں یعنے دونوں حر عاقل بالغ مسلمان غیر محدود فی القذف ہوں اور بیوی ایسی ہی شرط ہو کہ اوسکی تہمت لگانے والے پر حد ماری جاتی ہو یعنے

۵۸۷، وما ذكر فى الغاية يبطل هذا بلعان الاعمى فانه ليس من اهل الاداء فشهادة الاعمى على اهل الشهادة لا ازنا لا تقبل لانه لا يميز بين المشهود له والمشهود عليه ولهذا ينعقد النكاح بحضوره وهى ممن يحد قاذفها بان تكون عفيفة مصونة مما قذفها به

۵۸۷، اور غایت میں جو یہ لکھا ہے کہ مصنف کا یہ قول نابینا کے لعان سے منقوض ہوتا ہے تو یہ غلط ہے اسواسطے کہ اندھا گواہی کا اہل ہے مگر چونکہ مشہود لہ اور مشہود علیہ میں وہ تمیز نہیں کر سکتا اسلیے اوسکی گواہی مقبول نہیں ہے ولہذا اوسکی موجودگی میں نکاح ہو جاتا ہے۔

۵۸۸، فان قيل لم اعتبر هذا القيد فى جانبها وكونه ممن يحد قاذفه معتبر فى جانبه ايضا حتى لو كان ممن لا يحد قاذفه فلا لعان بينهما قلنا لان اللعان فى حقه قائم مقام حد القذف بالنسبة اليها حتى لا يقبل شهادته عليها ويقبل على غيرها فلابد من احصانها حتى يقع قذفه موجبا للحد ويقع اللعان خلفا عنه والزوج اذا كان ممن لا يحد قاذفه فقذف امرأته وهى محصنة لم يكن موجبا للعان لكنه موجب لما هو اصل اللعان وهو حد القذف كذا فى النهاية۔

۵۸۸، اگر کوئی دریافت کرے کہ پاکدامن ہونیکی قید فقط عورت میں کیوں لگائی ہے بلکہ خاوند میں بھی یہ قید ہے کہ اوسکی تہمت لگانیوالی پر حد آتی ہو اور پاکدامن ہو حتی کہ اگر خاوند ایسا نہیں ہے تو اون میں لعان نہو گا۔ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ خاوند کے حق میں لعان اس عورت کے اعتبار سے قائمقام حد قذف کا ہوتا ہے ولہذا اوس عورت پر خاوند کی گواہی نہیں مقبول ہوتی جس طرح محدود فی القذف کے اور اوروں پر اوسکی گواہی مقبول ہوتی ہے لہذا عورت کا پاکدامن بیوی ہونا ضروری ہے تاکہ اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنیسے حد واجب ہو اور لعان اوسکا قائمقام ہو جاوے اور اگر خاوند پاکدامن نہیں ہے اور اوس نے اپنی پاکدامن بیوی کو زنا کی تہمت لگائی تو لعان نہ واجب ہوگا بلکہ لعان جس کا قائمقام تھا یعنے حد قذف وہی واجب ہوگا کذا فی النہایۃ۔

۵۸۹، وذكر فى التبيين هذا خطأ فاحش لان من شرط اللعان ان يكون

۵۸۹، تبیین میں مذکور ہے کہ پہلی بیوی خطا ہے اسواسطے کہ لعان کے خاوند کے اندر صرف یہ شرط ہو کہ شہادت کی قابلیت رکھتا ہو اور

من اهل الشهادة وكونه ممن
لا يحد قاذفه لا يخل بهذا الشرط
لان من لا يحد قاذفه يكون
زانيا والزنا فسق منه والفاسق
اهل لها ولهذا يجري اللعان
بين فاسقين وانما خصص بهذا
القيد لان من شرط اللعان ان
يطالب المرأة لموجب القذف وهو
الحد واذا لم تكن عفيفة ليس لها
ان تطالب به فلا يتصور اللعان

(۵۹۰) والشهادات قامت مقام
حد القذف في جانبه ومقام حد
الزنا في جانبها بالنسبة اليه حتى
لا يحد بقذفها فيحد للغير بقذفها
لكن لو قذفها مرارا يكفي لعان
واحد كالحد بخلاف ما لو قذف
نساءه بكلمة او كلمات حيث يلاعن
كل واحدة منهن لان المقصود
من اللعان التفريق وهو انما يحصل
فى اللاعن بكل منهن والمقصود في
القذف دفع العار من المقذوف وفيه
وهو انما يحصل بحد واحد وطالبته
بموجبه اي بموجب القذف قيد به
لانه حقها لدفع العار فلا بد من
طلبها لاعن وهو جواب اذا

پاکدامن نہ ہونے سے گواہی کی قابلیت میں نقصان نہیں آتا، اس واسطے کہ اگر پاک دامن نہیں ہے تو زانی ہوگا۔ اور زنا فسق ہے اور فاسق شہادت کی قابلیت رکھتا ہے۔ ولہذا دو فاسقوں میں لعان جاری ہوتا ہے۔ عورت میں یہ قید کہ کہ اس کے متہم بالزنا کرنے والے پر حد لگائی جاتی ہو اسلئے زیادہ کی ہے کہ لعان کے اندر شرط ہے کہ اس تہمت لگانے کی سزا اپنے خاوند کے حق میں وہ چاہے۔ اور جب وہ پاک دامن نہیں ہے تو وہ اس بات کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور لعان نہیں ہوسکتا۔

(۵۹۰)۔ لعان کے اندر گواہیاں مرد کے اعتبار سے تو وہ حد قذف کے قائم مقام ہوتی ہیں اور عورت کے اعتبار سے حد زنا کے قائم مقام ہیں۔ لہذا خاوند پر اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے سے حد نہ ماری جاویگی اور کوئی اور اگر اسکی طرف زنا کی نسبت کریگا تو اس پر حد قذف ماری جائیگی اور اسیطرح اگر خاوند نے کئی مرتبہ زنا کی تہمت لگائی تو ایک ہی لعان کافی ہوگا جیسے ایسی صورت میں ایک ہی حد کافی ہوا کرتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ اپنی کئی بیبیوں کو زنا کے ساتھ متہم کرے خواہ ایک ہی لفظ سے یا علیحدہ علیحدہ الفاظ سے تو ہر ایک سے اسکو لعان کرنا پڑیگا اسواسطے کہ لعان سے تفریق مقصود ہے اور وہ اسی وقت ہوسکتی ہے کہ سب سے لعان کرے اور قذف کے اندر مقذوفین سے دفع عار مقصود ہوتا ہے اور وہ ایک ہی مرتبہ حد لگانے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ عورت کے مطالبہ کرنے کی شرط اس واسطے لگائی ہے کہ وہ اسی کا حق ہے۔ لہذا اس کی طلب ضروری ہے۔

(۵۹۱) ويجعله اي اللعان شهادات مؤكدة بالايمان لا بالعكس يعني عند الشافعي اللعان ايمان مؤكدة بالشهادات فيلاعن الذمي والعبد والمحدود في القذف لكونهم من اهل اليمين له قوله عليه السلام في حق الملاعنة ان اتت بالولد من الزنا لولا الايمان سبقت لكان لي ولها شان عظيم اي لامرتها بالرجم ولان الفاسق والاعمى من اهل اللعان اتفاقا ولا شهادة لهما ولنا قوله تعالى والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم استثنى انفسهم من الشهداء فثبت انهم شهداء اذ الاصل ان يكون المستثنى من جنس المستثنى منه وقوله عليه السلام لولا الايمان لا ينفي كونه شهادة مقرونة بها۔

(۵۹۲) والفاسق والاعمى اهل الشهادة فلهذا ينعقد النكاح بهما عندنا وعدم قبول شهادتهما في اكثر المواضع لتهمة الفاسق وعدم تمييز الاعمى وهذه الشهادة غير مشروعة في موضع التهمة ولذلك يجري بين الاعمى وامرأته العمياء والاعمى يفصل بين نفسه وامرأته

(۵۹۳) فان امتنع اي الزوج من اللعان حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد لانه بتكذيب نفسه سقط اللعان

(۵۹۱) ہمارے نزدیک لعان گواہیوں کا نام ہے اور قسموں سے تاکید ہو جاتی ہے۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک وہ قسمیں ہوتی ہیں ایسی گواہیوں سے انکی تاکید ہو جاتی ہے لہذا ذمی اور غلام اور محدود فی القذف سے بھی لعان لیا جائیگا اس واسطے کہ ان میں قسم کی قابلیت ہے امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ملاعنہ عورت کے حق میں جب اس کے زنا سے بچہ پیدا ہوا فرمایا اگر قسمیں نہ ہو گئی ہوتیں تو میرے اور اس کے درمیان ایک عظیم الشان امر وقوع میں آتا یعنی میں اسکو سنگسار کرنے کا حکم دیتا۔ اور اس لیے کہ فاسق اور اندھا بالاتفاق لعان کی اہلیت رکھتے ہیں اور انکی گواہی مقبول نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعان قسموں کا نام ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم یعنی اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور بجز انکی ذات کے انکے لیے گواہ نہیں ہیں اس آیت میں الا انفسہم مستثنیٰ واقع ہوا ہے شہداء کے لفظ سے پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود گواہ ہیں کیونکہ اصل مستثنیٰ میں یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور آنحضرت کا فرمانا کہ اگر قسمیں ہو چکی ہوتیں یہ لعان کی شہادت مقرون بالایمان ہونے کا مانع نہیں ہے

(۵۹۲) اور فاسق اور اندھا گواہی کی اہلیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے نزدیک انکی موجودگی میں نکاح ہو جاتا ہے اور اکثر مواضع میں جو انکی گواہی مقبول نہیں ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ فاسق تو متہم بالکذب ہوتا ہے اور اندھے کو مشہود و مشہود علیہ میں تمیز نہیں ہوتی اور یہاں پر گواہی جو مقرر ہوئی ہے تو اس میں احتمال تہمت کا نہیں ہے لہذا نابینا خاوند اور نابینا بیوی میں لعان جاری ہوتا ہے اور نابینا آدمی اپنی ذات میں اور بیوی میں تمیز کر سکتا ہے

(۵۹۳) اگر خاوند لعان نہ کرے تو قاضی اسکو قید کر لے حتی کہ یا تو لعان کرے یا اپنے آپ کو جھوٹا بتائے تو اس پر حد لگائی جاوے۔ اس لیے کہ جب اپنا جھوٹ اس نے بیان کر دیا

فوجب الحد الذي هو الموجب الاصلي للقذف۔

تو لعان ساقط ہوگیا اور قذف کا موجب اصلی یعنی حد ثابت ہو جائیگا۔

(٥٩٤) وفي النهاية هذا اذا لم يطلقها بعد القذف فان طلقها ثم اكذب نفسه لاحد عليه ايضا لان قذفه كان موجبا للعان فلما فات لثبوت البينونة بينهما فلا يجب الحد لان القذف الواحد لا يوجب الحدين واما اذا اكذب نفسه بعد اللعان فانما حد بسبب انه نسبها في كلمات اللعان الى الزنا۔

(٥٩٤) نہایہ مین مذکور ہے یہ جب ہی کہ قذف کے بعد اوسکو طلاق نہ دی ہو اور اگر قذف کے بعد اوس نے طلاق دی اور پھر اپنی تکذیب کی تو اوسپر حد نہوگی اسواسطے کہ اوسکا زنا کیطرف نسبت کرنا لعان کا موجب تھا اور جب اونمین علیحدگی کے وجہ سے لعان جاتا رہا تو حد بھی واجب نہوگی اسواسطے کہ ایک دفعہ قذف کرنیسے دو حدین واجب نہین ہوتین اور اگر لعان کے بعد تکذیب کرے تو اسلیئے حد لازم ہوجاتی ہے کہ اوس نے لعان کے الفاظ مین اوسکو زنا کیطرف نسبت

(٥٩٥) فاذا لاعن وجب عليها اللعان بالنص فان امتنعت حبست لتلاعن او تصدقه اي المرأة زوجها فيسقط اللعان۔

(٥٩٥) اگر خاوند نے لعان کرلیا تو بحکم نص عورت پر بھی لعان کرنا واجب ہوگیا پھر اگر عورت نے لعان نہین کیا تو اوسکو بھی قید کیا جائیگا تاکہ یا تو لعان کرے یا پھر خاوند کے تصدیق کرے اگر تصدیق کرلے تو لعان اوسکے ذمہ سے ساقط

(٥٩٦) وما وقع في بعض نسخ القدوري او تصدقه فتحد فغلط لان الحد لا يجب بالاقرار مرة فكيف يجب بالتصديق مرة وهو لا يجب بالتصديق اربع مرات لان التصديق ليس باقرار قصدا فلا يعتبر في حق وجوب الحد ويعتبر في درئه فيندفع به اللعان۔

(٥٩٦) قدوری کے بعض نسخوں مین یہ عبارت لکھی ہوئی ہے (او تصدقہ فتحد) یعنی یا خاوند کی تصدیق کرے پس حد لگائی جاوے مگر یہ نسخہ غلط ہے اسواسطے کہ حد تو ایک مرتبہ اقرار کرنیسے بھی نہین لازم ہوتی پھر ایک مرتبہ تصدیق کردینے سے کیونکر لازم ہوجائیگی بلکہ اگر چار مرتبہ بھی تصدیق کرے تب بھی حد نہین واجب ہوتی اسواسطے کہ تصدیق مین قصداً اقرار نہین پایا جاتا پس حد کو واجب کرنے مین تصدیق کا اعتبار نہوگا البتہ اوسکے دفع کرنے مین

(٥٩٧) ولا تحد اي لا يجب الحد على المرأة عندنا لان التصديق ليس باقرار قصدا فيندرئ به الحد ولا يجب وقال

(٥٩٧) ہمارے نزدیک عورت پر حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ تصدیق اقرار بالقصد نہین ہے لہذا حد اوس سے دفع ہوجائیگی اور واجب نہوگی مگر امام شافعی رح

الشافعي يجب لان الزوج اوجب عليها الحد بلعانه ولكن كانت متمكنة من دفعه باللعان فاذا ابت عنه تحد حد الزنا۔

فرماتے ہیں حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ خاوندنے لعان کرنیکی وجہ سے اوسپرحد واجب کردی تھی مگر وہ خود لعان کرکے اوسکو دفع کرسکتی ہے اور جب اوس نے لعان کرنیسے انکار کیا تو اب حد زنا اوسپر لگائی جاویگی۔

(٥٩٨) عجبا من الشافعي ان الزوج اصرأة اذا شهد عليها بالزنا وثلاثة عدول معه لم يقبل شهادة الزوج عليها ولم يوجب الحد وقبل في اللعان قوله وحده واعجب منه ان اللعان يمين عنده فجعله شهادة في حق الزوج وهو لا يصلح لايجاب المال ولا اسقاطه بعد الوجوب فاسقطت المرأة به الحد هنا عن نفسها ولكن الزوج اسقط به الحد عن نفسه واوجب الرجم الذي هو اغلظ الحدود به على المرأة۔

(٥٩٨) بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک اگر عورت کا خاوند اوسکی زنا کی گواہی دے اور اوسکے ساتھ تین عادل شخص اور گواہی دیں تب تو خاوند کے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور اوس سے حد نہیں واجب ہوتی اور لعان کے اندر صرف اوسکا ہی قول مقبول ہوجاتا ہے اور اوس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ لعان تو اونکے نزدیک قسم ہے مگر خاوند کی حق میں اوسکو وہ گواہی کرکے دیتے ہیں اور قسم سے نہ تو مال واجب ہوتا ہے اور نہ واجب ہونیکے بعد ساقط ہوتا ہے مگر یہاں عورت نے اوسکے سبب سے اپنے اوپر سے حد کو ٹال دیا اور اسیطرح قسم سے خاوند نے اپنے اوپر سے تو حد کو ٹال دیا مگر عورت کے اوپر اوسی قسم سے سنگساری کو کہ جو سب

(٥٩٩) فان قيل انما وجب الحد عليها بنكولها عن اللعان لا بقوله قلنا النكول عنده لا يوجب المال مع انه مما يثبت بالشبهة فكيف يوجب الرجم الساقط بها۔

(٥٩٩) اگر کہا جاوے کہ حد عورت کے لعان سے انکار کرنیکی وجہ سے ثابت ہوئی ہے خاوند کے کہنے سے نہیں ہوئی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ امام شافعی رحمۃ کے نزدیک قسم سے انکار کرنا مال کا بھی مثبت نہیں ہوتا حالانکہ مال شبہ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے پھر اوس سے رجم یعنی سنگساری کیونکر ثابت ہوجاویگی

(٦٠٠) فان لم يكن الزوج من اهل الشهادة حد يعني اذا كانت هي من اهل اللعان بان كانت صالحة للشهادة عليه وهو لا يصلح بان كان كافرا او محدودا في قذف وجب عليه الحد لان اللعان

(٦٠٠) اگر خاوند شہادت کا اہل نہیں ہے مثلاً کافر یا محدود في القذف ہے اور عورت اس قابل ہے کہ خاوند پر گواہی دیسکتی ہے اور لعان کرسکتی ہے تو خاوند پر حد واجب ہوجائیگی اسواسطے کہ شارع نے لعان کو حد کے قائم مقام کیا ہے پس جب خاوند کیطرف سے ایک وجہ سے لعان نہوسکا

اقیمه الشرع خلفا عن الحد فلما تعذر اللعان لمعنی من جهته صیرالی الاصل وهو الحد فلا یتصور ان یکون الزوج کافرا وهی مسلمة الا اذا کانا کافرین فاسلمت ثم قذفها قبل عرض الاسلام علیه

تو اصل یعنی حد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور لعان کے بدلے حد واجب ہو جائیگی۔ یہ صورت کہ خاوند کافر ہو اور عورت مسلمان ہو جب نکل سکتی ہے کہ پہلے دونوں کافر ہوں اور عورت مسلمان ہو جائے اور پھر خاوند اس سے قبل کہ اُس پر اسلام پیش کیا جائے عورت کی طرف زنا کی نسبت کرے ✤

(٦٠١) وان کانت ممن لا یحد قاذفها وهو ای والحال ان الزوج اهل للعان فلا حد علی الزوج ولا لعان لان المانع من جهتها فصار کما اذا صدقته ولکنه یعزر لالحاقه الشین بها۔

(٦٠١) اگر عورت ایسی ہو کہ اگر اُسکو کوئی زنا کی تہمت لگائے تو شرع میں حد نہ مارا جائے اور خاوند لعان کی قابلیت رکھتا ہے تو خاوند پر اُس صورت میں نہ حد ہو نہ لعان ہے اسواسطے کہ یہاں مانع عورت کی طرف سے ہے اور ایسا ہوا کہ جیسے عورت اُسکی تصدیق کر دیتی مگر چونکہ عورت کو اُس نے عیب لگایا ہے اس لیے قاضی اُسکو تعزیر دیدے گا ✤

(٦٠٢) وفی التبیین لو کانا محدودین فی قذف او هو عبدا وهی محدودة فی قذف فحد الزوج لان امتناع اللعان لمعنی من جهته بخلاف ما اذا کانا کافرین او مملوکین حیث لا حد علیه فان امتنع من جهته لان قذف الامة او الکافرة لا یوجب الحد وقذف المحدودة یوجبه اذا کانت عفیفة من الزنا۔

(٦٠٢) تبیین میں مذکور ہے اگر وہ دونوں محدود فی القذف ہیں یا خاوند غلام ہے یا عورت محدود فی القذف ہو تو خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہاں لعان کا نہ ہونا خاوند کے اندر ایک وجہ کے پائے جانے سے ہے بخلاف اُس صورت کے کہ دونوں کافر یا دونوں مملوک ہوں کہ اُسوقت میں خاوند پر حد نہیں ہے اگرچہ یہاں بھی خاوند کی طرف سے لعان نا فذ ہوا اس لیے کہ باندی یا کافرہ کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد نہیں واجب ہوتی۔ اور محدودہ فی القذف کو زنا کی طرف منسوب کرنے سے حد واجب ہوتی ہے۔ جس وقت کہ وہ زنا سے پاک ہو ✤

(٦٠٣) ولو شهد ای الزوج علیها ای علی امرأته بالزنا مع ثلثة رجال عدول تقبلها ای شهادتهم وقال الشافعی لا یقبل فیلاعن الزوج ویحد الثلثة حد القذف لان الزوج یلحقه

(٦٠٣)۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی۔ اور اُس کے ساتھ تین عادل شخصوں نے بھی زنا کی گواہی دی تو ہمارے نزدیک اُن کی گواہی مقبول ہے اور امام شافعی [illegible] فرماتے ہیں کہ اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور خاوند سے لعان لیا جاوے گا۔ اور اُن تین شخصوں پر حد قذف [illegible]

العار والغيظ من فاحشة امرأته فيكون متهما فی شهادته فلا يقبل ولنا ان الزوج لا يظهر الفاحشة فی زوجته غالبا بل يسترها

(٦٠٤) ويبتدئ الزوج فی اللعان لانه هو المدعی او لان النبی ع م بدأ به فيه فيقول اربع مرات اشهد بالله انی لمن الصادقين فيما رميتك به من الزنا وفی الخامسة ای يقول فی المرة الخامسة لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين فيما رميتك به۔

(٦٠٥) اعلم ان المذكور فی الهداية وغيره فيما رميتها به وهو ظاهر الرواية والخطاب هو رواية الحسن عن ابی حنيفة نظرا الی انه اقطع للاحتمال ووجه الظاهر ان ضمير الغائب اذا اتصل به الاشارة ينقطع الاحتمال ايضا وشرح المص موافق لما فی الهداية لكن صادفت فی خمس نسخ المجمع فيما رميتك به من الزنا۔

(٦٠٦) مشيرا اليها ای الی المرأة فی قوله رميتها وتقول هی اربعا ای المرأة اربع مرات اشهد بالله انه من الكاذبين فيما رمانی به من الزنا وفی الخامسة غضب الله عليها ان كان من الصادقين فيما رماها ای رمانی به من الزنا

ماری جائیگی اسواسطے کہ عورت کی بیحیائی سے خاوند کو غیرت اور غصہ آجاتا ہے اسیلیے اوسکی گواہی مین کذب کا احتمال ہی لہذا مقبول نہو گی اور ہماری یہ دلیل ہے کہ خاوند غالبًا اپنی بیوی کی بیحیائی کو کسی سے ظاہر نہین کرتا بلکہ چھپایا کرتا ہے۔

(٦٠٤) لعان کے اندر پہلے خاوند سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہی مدعی ہے اور اسیلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر پہلے خاوند سے ہی قسم لی ہے۔ چار مرتبہ خاوند اسبات کو کہے کہ میں نے جو تجھکو زنا کی نسبت کی ہے خدا کے نام سے مین گواہی دیتا ہون کہ مین اوس مین سچا ہون اور پانچوین دفعہ کہے اگر مین تیرے طرف زنا کے نسبت کرنے مین جھوٹا ہون تو خدا کی لعنت ہو۔

(٦٠٥) جاننا چاہیے کہ ہدایہ وغیرہ مین فیما رمیتک کی جگہ فیما رمیتہا کا لفظ غائب کی ضمیر سے واقع ہوا ہی اور ظاہر روایت مین بھی یہی ہے اور خطاب کا صیغہ حسن کی روایت میں امام صاحب رح سے مروی ہے اسواسطے کہ خطاب کے اندر دوسرے کا احتمال بالکل جاتا رہتا ہے اور ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ غائب کی ضمیر کے ساتھ بھی جب اشارہ پایا جاتا ہے تو دوسرے کا احتمال نہین باقی رہتا اور مصنف علیہ الرحمہ کی شرح ہدایہ کے عبارت کے مطابق ہے مگر مین نے مجمع البحرین کے پانچ نسخوں مین متواتر فیما رمیتک دیکھا ہے۔

(٦٠٦) خاوند کو چاہیئے کہ خطاب کے صیغہ مین عورت کے طرف اشارہ کرتا جائے اور عورت کو چاہیئے کہ چار مرتبہ تو یہ کہے مین خدا کے نام سے گواہی دیتی ہون کہ مجھے جو اوس نے زنا کی طرف منسوب کیا ہے وہ اوس مین جھوٹا ہی اور پانچوین مرتبہ کہے اگر وہ میرے طرف زنا کی نسبت کرنے مین سچا ہے تو اس بندی پر خدا کا غضب نازل ہو۔

(٦٠٧) وانما خصت المرأة بالغضب لان النساء يستعملن اللعن كثيرا فلا يقع مبالاة وتخاف من الغضب۔

(٦٠٧) خاوند سے تو پانچویں دفعہ لعنت کا لفظ کہلوایا جاتا ہے اور عورت سے پانچویں دفعہ غضب کا لفظ اسلیے کہ عورتیں لعنت کا استعمال اپنے اوپر اکثر کرتی رہتی ہیں لہذا اسکو اپنے اوپر لعنت کرنے میں ایسی پرواہ نہوگی مگر غضب سے ڈرتی ہیں۔

(٦٠٨) ولم تقع الفرقة بلعانه اى بعد فراغه من كلمات اللعان حتى لو مات احدهما قبل التفريق توارثا وقال الشافعى وقعت الفرقة قبل لعانها لان الظاهر انهما لا يأتلفان بعد لعانه فينفسخ النكاح كالارتداد۔

(٦٠٨) ہمارے نزدیک جب خاوند لعان کے کلمات کہہ چکے تو اس سے فرقت نہیں ہوجاتی حتی کہ قبل از تفریق دونوں میں سے ایک مرجائے تو دوسرا وارث ہوجائیگا امام شافعی رح فرماتے ہیں صرف خاوند کے لعان کرنے سے عورت کی لعان کرنے سے پہلے ہی فرقت ہوجائیگی اسواسطے کہ بظاہر اُن میں میل نہیں ہوسکتا لہذا نکاح جاتا رہیگا جس طرح مرتد ہوجانے سے۔

(٦٠٩) ولا فرقنا بالتعانهما فيتوقف الفرقة على تفريق الحاكم اى يجب على القاضى تفريقهما۔

(٦٠٩) جسطرح فقط خاوند کے لعان کرنے سے ہمارے نزدیک میاں بیوی کی علیحدگی نہیں ہوتی اسیطرح دونوں کے لعان کرنے سے بھی بدون تفریق قاضی کے علیحدگی نہیں ہوتی اور قاضی کی تفریق کرنے پر موقوف ہے۔

(٦١٠) وقال زفر يقع الفرقة بالتعانهما لقوله ءم المتلاعنان لايجتمعان ابدا فيقع الفرقة من غير تفريق

(٦١٠) امام زفر رح فرماتے ہیں دونوں کے لعان کرنے سے فرقت واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے متلاعنان کبھی جمع نہو سکیں گی۔

(٦١١) ولنا ما روى ان النبىءم فرق بين هلال وامرأته بعد اللعان ولو وقعت الفرقة بالتعانهما لما فرق بينهما وما رواه محمول على بيان حرمة الاستمتاع لا وقوع الفرقة توفيقا بينهما فيثبت الحرمة بينهما فى الحال مع بقاء النكاح۔

(٦١١) ہماری یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال اور اُسکی بیوی میں لعان کے بعد تفریق کی ہے اور اگر صرف لعان کرنے سے فرقت ہوجایا کرتی تو آپ نہیں تفریق نہ فرماتے اور وہ حدیث جو نقل کی ہے اُس سے حرمت جماع مراد ہے وقوع فرقت مراد نہیں ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں توفیق ہوجاوے لہذا صحبت کرنا تو اسیوقت سے حرام ہوگا مگر نکاح باقی رہیگا جبتک کہ قاضی تفریق نکرے۔

(٦١٢) فان قيل كيف اورد المصنف توقف التفريق على الحاكم بصيغة الوفاق مع انه غير مستقيم على قول ابى يوسف لان حرمة اللعان عنده

(٦١٢) اگر اعتراض کیا جائے کہ یہاں پر مصنف رح نے فرقت کی تفریق قاضی پر موقوف ہونیکو اُس وضع کے ساتھ جو متفق علیہا مسئلہ کے لیے موضوع ہے کیوں بیان کیا ہے حالانکہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق یہ صحیح نہیں ہوتا اسلیئے کہ انکے

مؤبدة كحرمة الرضاع والمصاهرة
فلا يتوقف على الحاكم مثلهما قلنا
المذهب عند علمائنا ان النكاح لا يرتفع
بحرمة الرضاع والمصاهرة بل يفسد
حتى لو وطئها قبل التفريق لا حد عليه
اشتبه الامر عليه او لم يشتبه وبه
نص محمد في الاصل فكذا في اللعان يستقيم
على قول ابي يوسف ايضا كذا في التبيين
(٦١٣) ويكون التفريق طلقة بائنة كما
في العنين۔
(٦١٤) واذا اكذب نفسه بعد اللعان
وحد او حد لقذف اي لقذفه محصنا
غيرها او هي لزنا اي او حدت لزناها
وزال اهلية اللعان عنهما جاز نكاحها
هذا الكلام يحتمل معنيين احدهما ان
اكذب نفسه ان قدر انه قبل التفريق
فمعنى جاز نكاحها ارتفع حرمة اللعان
وحلت لزوجها بلا تجديد نكاحها ولا
تفريق بينهما وان قدر انه وجد
بعد التفريق فمعناه جاز نكاحها
بتجديده۔
(٦١٥) فان قلت كيف يتصور تزوجها
بعد ما زنت وحدت وهي محصنة
وحدها الرجم قلت يحتمل ان يلاعنها
قبل الدخول بها او كانت كافرة

نزدیک لعان کے اندر ہمیشہ کیلئے حرمت نکاح ثابت ہوجاتی ہے
جس طرح حرمت رضاع یا حرمت مصاہرت اور ان دونوں چیزوں میں
ایسی حرمت ہوگی وہاں فرقت قاضی کے تفریق پر موقوف
نہ ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک حرمت رضاع
اور مصاہرت سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہے
ولہذا اگر قبل از تفریق صحبت واقع ہوگئی تو حد نہ واجب
ہوگی خواہ حالت کا شبہ ہوا ہو یا نہوا ہو امام محمد نے اپنی کتاب
مبسوط میں اسکی تصریح کی ہے ایسا ہی لعان کے اندر بھی ہوگا
(٦١٣) یہ تفریق شرعًا طلاق بائن ہوتی ہے جس طرح
عنین کے اندر۔
(٦١٤) اگر ایک شخص نے لعان کے بعد اپنے آپ کو
جھوٹا بتایا اور اوسپر حد قذف لگائی گئی یا کسی اور عورت کی
طرف اوس نے زنا کی نسبت کی اور اوسپر حد قذف
لگائی گئی یا عورت کے ہی اوپر اوسکے بعد زنا کی حد لگائی
گئی اور اہلیت لعان کی اوس سے جاتی رہی تو اب اوسکا
نکاح جائز ہے اور اس نکاح کے جائز ہونے کی دو صورتیں
ہیں اگر یہ صورت لیجائے کہ قبل تفریق کے خاوند نے
اپنی تکذیب کی ہے تب تو نکاح کے جائز ہونیکے یہ معنی ہیں
کہ تکذیب کرنے سے حرمت لعان جاتی رہی اور وہ اپنے
خاوند پر حلال ہوگئی اور تجدید نکاح کی حاجت نہیں ہے
اسواسطے کہ اونمیں تفریق نہیں ہوئی ہے اور اگر بعد تفریق
(٦١٥) اگر کوئی کہے جب عورت نے زنا کیا اور اوسپر حد زنا لگائی
گئی اور وہ محصنہ یعنی پاکدامن بیوی ہے اور اوسکی حد سنگسار ہونا ہے
تو پھر اوس سے جواز نکاح کے کیا معنے وہ تو خود ہی نہ باقی رہیگی تو اوسکا یہ جواب
ہے کہ ہوسکتا ہے قبل از دخول اوس سے لعان کیا ہو یا وہ کافرہ تھی پھر

فاسلمت وصارت محصنة فلم يقربها بعد ما صارت محصنة حتى قذفها فانه تلاعن ولا ترجم اذا زنت لعدم شرطه وهو الدخول عليها وهما على صفة الاحصان۔

مسلمان ہوگئی اور اوسکے نکاح مین آکر محصنہ ہوگئی اور محصنہ ہونیکے بعد خاوند نے اوس سے صحبت نہین کی اور خاوند نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو عورت سے لعان لیا جائیگا اور اگر اوس نے زنا کیا تو سنگسار کیجائیگی اسواسطے کہ سنگسار کرنیکی شرط نہین پائی جاتی کیونکہ عورت سے ایسے وقت مین کہ جب وہ خاوند بیوی دونون محصن مین دخول نہین پایا گیا۔

(٦١٦) اعلم ان قول المص او هي لزنا مشعر بان كونها محدودة لزناها قيد لزوال الاهلية عنها وليس كذلك لانها بزناها يسقط الاهلية عنها وان لم يجد وقع اتفاقا لان زناها من غير حد تسقط به احصانها فلا حاجة الى ذكره واما اذا قذفت فلم تسقط الاهلية عنها حتى تحد۔

(٦١٦) جاننا چاہیے کہ مصنف رح کی اس قول سے (او ہی الزنا) بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت سے اہلیت لعان کی اوسوقت زائل ہوتی ہے کہ جب زنا کے بعد اوسپر حد بھی ماری جائے حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہے اسواسطے کہ صرف زنا کرنیسے بغیر حد کے اوسکا احصان جاتا رہیگا اور لعان کی اہلیت زائل ہوجائیگی پس یہ قول اتفاقیہ ہے اور اوسمین حد و دھونیکی قید احترازی نہین ہے۔ اور اگر کسی نے اوسکی طرف زنا کی نسبت کی تو اہلیت لعان کے جبتک وسپر حد نہ ماری جائے زائل نہوگی۔

(٦١٧) ويؤبد تحريمها اى قال ابو يوسف هي حرام عليه ابدا لقوله عم المتلاعنان لا يجتمعان ابدا ولهما ان هذا الكلام انما يثبت للمتلاعنين وبعد اكذ ابه نفسه لم يبق متلاعنا حقيقة لان الحد يلزم عليه بالرجوع ومن ضرورة اقامة الحد بطلان اللعان لان الاصل والخلف لا يجتمعان۔

(٦١٧) امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ عورت صورت مذکورہ مین ہمیشہ کیلئے حرام ہوجائیگی اگرچہ خاوند نے اپنی تکذیب کی ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعان کرنیوالے خاوند بیوی کبھی جمع نہونگے۔ امام صاحب اور امام محمد رح صاحب کی یہ دلیل ہے کہ یہ حکم متلاعنین کے لئے ہے اور جب خاوند نے اپنی تکذیب کی تو وہ دونون فی الحقیقت متلاعنین نہین رہے اسواسطے کہ رجوع کرنیسے خاوند پر حد لازم ہوگی اور حد کی لازم ہونیکی صورت مین لعان لامحالہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ اصل اور اوسکا قائم مقام دونون ایکجگہ۔

(٦١٨) ولا يعتبر قذف الاخرس فلا لعان به ولا حد لانه ليس كالصريح بل فيه شبهة وكل منهما يندرئ بما فيه شبهة

(٦١٨) اگر گونگا آدمی اپنی بیوی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو وہ غیر معتبر ہے اوسپر نہ لعان لازم ہوگا نہ حد لازم ہوگی اسواسطے کہ اوسکا بیان ایسا نہین ہے جیسے صریح بیان ہوتا ہے بلکہ اوسمین شبہ ہوتا ہے اور لعان اور حد شبہ سے ساقط ہوجاتے ہین

(٦١٩) وكذا لو قذف الاجنبي الخرساء لا يجب الحد عليه لجواز ان تصدقه لو كانت تنطق ولا تقدر على اظهار هذا التصديق باشارتها فاقامة الحد مع الشبهة لا يجوز كما في الكفاية

٦١٩ اگر ایک اجنبی شخص گونگی عورت کو زنا کی طرف منسوب کرے تو اوس شخص پر حد واجب نہوگی ممکن ہی کہ اگر وہ بولتی ہوتی تو اوسکی تصدیق کر دیتی مگر اشارہ سے اوسکی تصدیق کرنے پر اوسکو قدرت نہین ہی اور باوجود شبہ کے حد اوس شخص پر نہین قائم ہوسکتی - کذا فی الکفایہ -

(٦٢٠) وان كان القذف بولد اي بنفي نسبه نفى القاضي نسبه بعد لعانهما اي يقول قطعت نسب هذا الولد عنه بعد ما قال فرقت بينكما كذا روي عن ابي يوسف وفي المبسوط هذا هو الصحيح لانه ليس من ضرورة التفريق نفي النسب كما بعد موت الولد يفرق بينهما باللعان ولا ينتفي نسبه عنه كذا في النهاية -

(٦٢٠) اگر ایک شخص کے بیوی کے بچہ پیدا ہوا اور اوسکے خاوند نے کہا یہ میرے نطفہ سے نہین ہی تو قاضی اون دونون سے لعان کرانیکے بعد اوس بچے کا نسب اوس شخص سے علیحدہ کر دے یعنی اول تو اون سے کہے مین نے تم دونون مین تفریق کر دی اور پہر خاوند سے کہے مین نے اس بچے کا نسب تمسے علیحدہ کر دیا - امام ابو یوسف رح سے ایسا ہی منقول ہی اور مبسوط مین بیان کیا ہی کہ صحیح یہی قول ہی اسواسطے کہ تفریق کرنیسے نفی نسب کی ضروری نہین ہی مثلاً اگر بچہ مر گیا تو لعان کرنیسے خاوند بیوی مین تفریق ہوجائیگی لیکن نسب کی نفی نہوگی - کذا فی النہایہ -

(٦٢١) والحقه بامه لما روي ان النبي ع م نفى نسب ولد هلال بن امية عنه بعد ما قذف امرأته لنفي الولد ولاعن -

(٦٢١) امام محمد رح کے نزدیک بچہ اپنی ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جائیگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال ابن امیہ کے بیٹے کا نسب اوس سے علیحدہ کر دیا اور اوس نے اپنی بیوی کو زنا کیطرف منسوب کیا تہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہی اور اس پر اوس نے لعان کیا تہا -

(٦٢٢) صورة هذا اللعان ان يقول الزوج اشهد بالله اني لمن الصادقين فيما رميتها به من نفي الولد وتقول المرأة اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من نفي الولد ولو قذفها بالزنا ونفي الولد ذكرهما جميعاً في اللعان -

(٦٢٢) اس لعان کا طریقہ یہ ہی کہ خاوند کہے خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین نے جو اوس بچے کو اپنے نطفہ سے نہین بتایا ہی اسمین مین سچا ہون اور اگر زنا کی بہی نسبت کی ہی اور بچا بہی اپنا نہین بتاتا ہی تو لعان کے اندر دونون باتون کا بیان کرے -

(٦٢٣) وفي التبيين شرط اللعان بنفي الولد ان يكون العلوق في حال اهليتها للعان حتى لو علقت وهي امة او كافرة

(٦٢٣) تبیین مین مذکور ہی نفی ولد کے اندر لعان مین شرط ہی کہ ایسے وقت مین عورت کو حمل ہوا ہو جس وقت مین وہ لعان کی اہلیت رکہتی ہو

ثم اعتقت او اسلمت وقذ فها بنفی الولد لایلاعن لان نسبه کان ثابتا علی وجه لایمکن قطعه فلا یتغیر بعده۔

حتی کہ اگر حمل قائم ہوتی وقت وہ باندی یا کافرہ تھی اوسکے بعد آزاد یا مسلمان ہوگئی اور خاوند نے اوس ولد سے انکار کیا تو اوس پر لعان نہ آویگا اسلیے کہ اس طور پر اوسکا نسب ثابت ہوا ہی کہ اوسمین قطع ہونیکا احتمال ہی نہیں لہذا ۱۲

(۶۲۴) و نافی الحمل بان قال لامرأته لیس حملك منی لایلاعن عند ابحنیفة وقالا ان اتت به لاقل من ستة اشهر لاعن لتیقننا بوجود الحمل فصار کنفیه بعد الولادة وله ان فی هذا القذف شبهة التعلیق اذ لایعرف حکمه الا بعاقبته ولو کان علقه حقیقة بان قال ان کان فی بطنك ولد فهو من الزنا لایکون قذفا فکذا شبهة۔

(۶۲۴) اگر ایک شخص اپنی حاملہ بیوی سے کہی تیرا حمل مجھسی نہین ہی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خاوند سے لعان نہ لیا جائیگا اور صاحبین رح فرماتے ہین اگر چھ مہینے سے کم مین اس کہنے کے بعد اوس کے اولاد پیدا ہوئی تو اوس سے لعان لیا جائیگا اسواسطے کہ اوسوقت حمل ہونیکا اس سے یقین ہوجائیگا تو ایسا ہوا کہ گویا پیدا ہونیکے بعد انکار کیا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ اس قذف کے اندر تعلیق بالشرط کی شباہت پائی جاتی ہی اسلیے کہ اسکا حکم بعد وضع حمل کے ہی معلوم ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص حقیقۃً ہی قذف کو معلق بالشرط کرے مثلاً یون کہے اگر تیرے پیٹ مین بچا ہو تو وہ زنا سے ہی تو یہ قذف نہین سمجھا جاتا تو جو اسکی مشابہ ہی وہ بھی قذف نہوگا

(۶۲۵) ولانوجبه ای اللعان فی نفی الحمل للعال وقال الشافعی یجب لان النبی عم نفی الولد عن هلال وقد کان قذفها حاملا ولنا ان الاحکام لاتترتب علیه قبل الولادة للاحتمال والحدیث محمول علی انه عم عرف قیام الحمل وحیا وعلی ان هلالا صرح بزنا لامرأته۔

(۶۲۵) ہمارے نزدیک حمل سے انکار کرنے سے اسیوقت خاوند پر لعان نہین واجب ہوجاتا اور امام شافعی رح فرماتے ہین اوسیوقت اوسپر لعان واجب ہوتا ہی اسواسطے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے اوس کے بیٹے کا نسب قطع کر دیا اور اوس نے حمل کی حالتمین قذف کیا تھا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ عورت کے بچہ پیدا ہونیسے پہلے اوسکے اوپر احکام مرتب نہین ہوتی کیونکہ اوسمین شبہ ہوتا ہی اور حدیث اسبات پر محمول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ

(۶۲۶) وان قال زنیت خطابا لامرأته وهذا الحمل منه ای من الزنا یلاعنا لوجود القذف صریحًا۔

(۶۲۶) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر کہا تو نے زنا کیا ہی اور یہ حمل اوسی سے ہی تو اون سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ صراحۃً قذف ہی۔

(۶۲۷) و نثبته ای نسب الحمل منه ولاینفیه القاضی عنه عندنا لما مر ان الحمل قبل الولادة محتمل وقال الشافعی

(۶۲۷) ہمارے نزدیک وہ حمل اوس شخص سے ثابت النسب سمجھا جائیگا اور قاضی اوسکا نسب قطع نہ کریگا اوسیوجہ سے کہ قبل از ولادت حمل مین شبہ ہوتا ہی اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ

ينفيه لما مر انه عم نفى الولد عن هلال

قاضی اوس حمل کا نسب اوس شخص سے قطع کردیگا اوسی وجہ سے کہ آنحضرت

(۶۲۸) واذا نفى الولد عقيب الولادة او حال قبول التهنية او ابتياع آلة الولادة صح نفيه لان هاتين الحالتين كحال الولادة عرفا۔

(۶۲۸) اگر بچے کے پیدا ہوتے ہی یا مبارکبادی کے زمانہ مین یا ولادت کی چیزوں جمع کرنیکے زمانہ میں ہی انکار کیا تو صحیح ہے اور اوس سے لعان لیا جائیگا اسلیے کہ یہ دونوں حالتیں عرفاً حالت ولادت ہی شمار کیجاتی ہیں ۔

(۶۲۹) وفى النهاية اذا هنى بولد منكوحته فسكت يكون قبولا واذا هنى بولد الامة لا يكون قبولا لان نسب ولدها انما يثبت بالدعوة والسكوت ليست بدعوة۔

(۶۲۹) نہایہ میں مذکور ہے اگر ایک شخص کی منکوحہ بیوی کا اولاد پیدا ہوئی اورکسی نے اوسکو مبارکبادی دی اور خاوند چپکا ہو رہا تو اوسکا یہ سکوت قبول سمجھا جائیگا اور اگر اوس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور کسی نے اوسکو مبارکبادی دی اور اوس نے سکوت کیا تو یہ قبول نہ سمجھا جائیگا اسواسطے کہ باندی کی اولاد کا نسب دعوی کرنیسے ثابت ہوتا ہے اور سکوت دعوی نہیں ہے ۔

(۶۳۰) ولاعن وينفى القاضى نسبه منه او بعده اى اذا نفاه بعد ما ذكر من الاوقات لاعن ويثبت نسبه۔

(۶۳۰) اگر اوقات مذکورہ کے بعد اوس نے انکار کیا ہے تو اوس سے لعان لیا جائیگا مگر اوس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا ۔

(۶۳۱) والتقدير مدة النفى بعد العلم بيوم او سبعة ايام روايتان عن ابى حنيفة وقالا مدة النفاس لانها كحال الولادة لكونها اثرا لها وله ان اثر الولادة يمتد الى سبعة ايام لما انه عم عق عن الحسن والحسين فى اليوم السابع هذا اذا كان الزوج حاضرا وان كان غائبا فمتى بلغه الخبر فعنده هو كوقت الولادة وعندهما ان بلغه الخبر فى مدة النفاس فكذلك وان بلغه بعده فعند ابى يوسف له ان ينفيه الى سنتين لانهما مدة الرضاع وهو اثر الولادة۔

(۶۳۱) پیدائش کے علم کے بعد نفی صحیح ہونیکی مدت امام صاحب سے ایک روایت کے موافق ایک دن اور دوسری روایت کے موافق سات دن ہیں اور صاحبین رح فرماتے ہیں مدت نفاس تک انکار صحیح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا وقت ولادت کا ہی وقت شمار کیا جاتا ہے۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ ولادت کا اثر سات روز تک باقی ہوتا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کا یوم ولادت سے ساتوین روز عقیقہ کیا ہے یہ جب ہے کہ خاوند موجود ہو اور اگر غائب ہے تو جب اوس کو اولاد کی خبر معلوم ہوگی امام صاحب رح کے نزدیک وہی وقت سے ولادت سمجھی جائیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مدت نفاس میں اوسکو خبر معلوم ہوئی ہے تب تو یہی ہے اور اگر مدت نفاس گذر جانیکے بعد اوسکو خبر ہوئی ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال تک انکار کرسکتا ہے اسواسطے کہ دو سال مدت رضاع ہیں اور رضاع ولادت کا اثر ہے

(۶۳۲) وعند محمد له ذلك الى اربعين يوما اعتبارا بمدة النفاس۔

(۶۳۲) امام محمد رح کی نزدیک چالیس روز تک انکار کر سکتا ہے جسقدر نفاس کی مدت ہوتی ہی۔

(۶۳۳) واذا اتت بولدين في بطن فاعترف بالثاني ونفى الاول ثبتا اى الاول والثاني يعني نسبهما وحد الزوج لانه لما اقر بالثاني اكذب نفسه في نفي الاول فكانه قال انت زانية ثم قال انت عفيفة او بالاول اى اذا اعترف بالولد الاول ونفى الثاني ثبتا اى يثبت نسبهما لانهما توأمان خلقا من ماء واحد وهما اللذان بين ولادتهما اقل من ستة اشهر وكان اعترافه باحدهما اعترافا بالاخر فجعل كانه اقر بولد ثم نفاه فلا يصح نفيه بعد الاقرار ولاعن انما لم يجب الحد لانه لم يوجد الرجوع بعد القذف فانه اقر بالعفة اولا ثم قذفها بالنفي۔

(۶۳۳) اگر ایک حمل سے عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور خاوند نے دوسرے کا انکار اور پہلی کا اقرار کیا تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اور خاوند پر حد لگائی جائیگی اسواسطے کہ جب اوس نے دوسرے کا اقرار کیا تو پہلے کے انکار کرنے مین اوس نے اپنی تکذیب کی اور یہ ایسا ہوا جیسے اولاً کہدیا تو زناکار ہی اور پہر کہدیا تو پاکدامن ہی اور اگر پہلے کا اقرار کیا اور دوسرے سے انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا اور دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ دونوں جوڑوان ہین ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئی ہین اور جوڑوان یا توامین اون دو بچون کو کہتے ہین جنکے پیدا ہونے مین چھہ ماہ سے کم مدت کا فصل ہو۔ اس مین ایک کا اقرار کرنا دونون کا ہی اقرار کرنا ہوتا ہی تو ایسا ہوا کہ گویا اوس نے ایک ہی بچے کا اقرار کیا اور پہر اوسیکا انکار کر دیا تو یہ اوسکا انکار بعد اقرار کے صحیح نہو گا اس صورت مین حد اسلیے نہین آتی کہ یہان قذف کے بعد رجوع نہین پایا جاتا تاکہ حد لازم آوے بلکہ یہان اوسکی بالعکس ہی کہ اولاً اوس نے عفت کا اقرار کیا اور پہر زنا کی طرف منسوب کیا ہی

(۶۳۴) ولو ماتت بنته المنفية عن ولد يعني اذا نفى نسب بنته وتلاعنا فماتت البنت وتركت ولدا فادعاه اى الاب النافي انه ولد بنته فنسبه غير ثابت منه عند ابي حنيفة وقالا يثبت فيد بموتها لانها اذا كانت حية يثبت نسبها بدعوة ولدها اتفاقا۔

(۶۳۴) اگر ایک شخص نے اپنی دختر کے نسب سے انکار کیا اور خاوند بیوی مین لعان ہو گیا اور پہر وہ بیٹی مر گئی اور اوس نی ایک بچا چھوڑا اور اب اوس شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیٹی کا ہے یعنے مین اسکا نانا ہون تو امام صاحب رح کے نزدیک اس شخص سے اوسکا نسب نہ ثابت ہو گا اور صاحبین رح فرماتے ہین اوسکا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائیگا۔

(٦٣٥) وقيد بالبنت لان الولد المنفى لو كان ذكرا فمات وترك ولدًا يثبت نسبه من المدعى وورث الاب منه اتفاقا لحاجة الولد الثانى الى ثبوت النسب فبقاؤه كبقاء الاول وقيد بقوله عن ولد اذ لو ماتت لا عن ولد ثم ادعى نسبها لا يثبت فلا يرث منها لانها استغنت بالموت عن النسب ويضرب حد القذف وقيد بدعوته الولد لانه لو ادعى البنت المنفية حال حيوتها يثبت نسبها اتفاقا۔

(٦٣٦) لهما ان دعوته البنت المنفية كانت صحيحة فكذا تصح دعوة ولدها كما لو كان الولد المنفى ذكرا وله ان الانساب الى الآباء ونسب ولد البنت ثابت من ابيه فاستغنى عن ان يثبت من امه وجد ابِ امه بخلاف دعوة المنفية لانها محتاجة الى النسب من اللاعن وبخلاف ما لو كان الولد المنفى ذكرا لان الولد الثانى ينسب اليه لانه ابوه فيحتاج الى اثبات نسبه كالاول فاشتركا فى صحة الدعوة۔

(٦٣٥) بیٹی کے مرجانیکی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ زندہ ہو تو بالاتفاق اوس بچے کے نسب کا دعوی کرنیسے دونون کا نسب یعنی اوسکا بھی اور اوسکی مان کا بھی ثابت ہو جائیگا اور بیٹی کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ بیٹا تھا اور باپنے اوسکے نسب کی نفی کی تھی اور وہ بیٹا اب مرگیا اور ایک بچا اوس نے چھوڑا تو بالاتفاق اس مدعی سے اوسکا نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ مدعی اپنے بیٹے متوفی کا ورثہ پائیگا اسواسطے کہ پوتا ثانی ثبوت نسب کا محتاج ہی اور اوسکا بقا ایسا ہی ہی جیسے اوس متوفی کا بقا۔ اور یہ قید کہ وہ بیٹی ایک بچہ چھوڑ مری اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس نے کچھ نہ چھوڑا اور پھر اوس شخص نے اوس متوفی کے نسب کا دعوی کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا اور اوسکا وارث نہوگا اسلیے کہ مرجانیکی وجہ سے اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہی نہین رہی پس اوس شخص پر حد قذف ماری جائیگی۔ اور اوسکے ولد کے

(٦٣٦) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ نسب کی نفی کر دینے کے بعد اگر پھر اوس دختر کے نسب کا دعوی کرتا ہی تو صحیح ہو جاتا ہی اسی طرح اوسکے بچے کے نسب کا دعوی کرنا بھی صحیح ہوگا اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ انساب باپ کے تئیں ثابت کیے جاتے ہیں اور بیٹی کی اولاد کا نسب اپنے باپ یعنی اس شخص کے داماد سے ثابت ہی اب ہی یا نانا سے نسب ثابت ہونیکی اوسکو ضرورت نہین ہی بخلاف اوس دختر کے نسب کے دعوی کرنیکے کہ وہ اس بات کی طرف محتاج ہی کہ اس لاعن سے اوسکا نسب ثابت کیا جائے اور بخلاف اوس صورت کے کہ دختر کی جگہ بیٹا ہو کیونکہ اوسکی اولاد اوسیکی طرف منسوب کیجائیگی اس لیے کہ وہ باپ ہے اور اوسکو نسب ثابت ہونیکی حاجت ہی جس طرح اوس متوفی کو حاجت تھی پس وہ دونون دعوے کے صحیح ہونے مین شریک ہین۔

فصل فى العدة

فصل عدت کے بیان مین

(٦٣٧) وهى تربص يلزم المرأة عند

(٦٣٧) نکاح صحیح یا شبہ نکاح کے زائل ہو جانیکے بعد عورت کو

زوال النكاح المتأكد او شبهته۔

(٦٣٨) تعتد الحرة الحائض المدخول بها عن الطلاق او الفسخ بثلثة قروء لقوله تعالى والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔

(٦٣٩) وناولها اى القروء المذكورة فى الآية وهى جمع قرء بفتح القاف بالحيض بكسر الحاء وفتح الياء جمع حيضة وانما قال وناولها ولم يقل وفسرها لان القروء لفظ مشترك بين الحيض والطهر والماول ما ترجح من المشترك احد معانيه بغالب الراى لا بالاطهار اے قال الشافعى هى ماولة بالاطهار لقوله ؑم ان من السنة ان يطلقها فى كل قرء تطليقة اى كل طهر۔

(٦٤٠) ولنا قوله ؑم طلاق الامة تنتان وعدتها حيضتان ولا خلاف ان عدة الامة نصف عدة الحرة ولما لم يتجزأ الحيضة جعلت عدتها حيضتين ولان القرء ينبئ عن الجمع لغة يقال ما قرأت الناقة جنينا فى رحمها فحملها على الحيض اولى لان فيه جمع دم۔

(٦٤١) وان طلقت فى الحيض لم تعتد على صيغة المجهول اى لم يعتبر بتلك الحيض التى وقع فيها الطلاق لان ما وجد

جو کچھہ مدت تک بیٹھا رہنا پڑتا ہے اوسکا نام عدت ہے۔

(٦٣٨) خاوند کے طلاق دینے یا نکاح فسخ ہونیکے بعد اگر عورت حرہ ہو اور اوسکو حیض بھی آتا ہے اور خاوند نے اوس سے دخول بھی کر لیا ہے تو اوسکی عدت تین حیض ہیں بقولہ تعالی والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء ترجمہ اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء اپنی جانونکو روکے رہین گی

(٦٣٩) قروء کا لفظ جو آیت میں مذکور ہے وہ قرء بفتح قاف کی جمع ہے۔ اور حیض جمع ہے حیضہ کی اور تاویل کا لفظ مصنف نے کہا اور تفسیر کا لفظ اسواسطے نہین کہا ہے کہ قرء کا لفظ مشترک ہے حیض اور طہر کے لیے اور ماؤل اوسی لفظ مشترک کو کہتے ہین جس کے کئی معنے مین سے ایک معنے کو غالب راے سے ترجیح دے لین۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(٦٤٠) ہماری دلیل قروء سے حیض مراد ہونے پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باندی کی طلاقین دو ہین اور اوسکی عدت دو حیض ہین اور یہ تو سب ہی کہتے ہین کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت سے نصف ہے اور چونکہ حیض کا تجزیہ نہین ہوتا اسوسطے اوسکی عدت دو حیض مقرر کیے گئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے قرء کے اندر جمع کرنیکے معنی پائے جاتے ہین لا لکہ تے ہین ما قرأت الناقة جنينا فى رحمها یعنی نہین جمع کیا اونٹنی نے اپنے رحم مین جنین کو نہین جمع کیا لہذا قرء کا حیض کے اوپر محمول کرنا زیادہ تر مناسب ہے اسواسطے کہ اوسمین ہی خون کا اجتماع ہوتا ہے۔

(٦٤١) اگر حالت حیض مین عورت کو طلاق دی ہے تو اس حیض کو اون تین حیضون مین شمار نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ طلاق سے پہلے جو اسکا حصہ گذر چکا ہے وہ عدت مین نہین شمار ہو سکتا تو

منها قبل الطلاق لا يحتسب من العدة فلا يحتسب ما بقي لان الحيضة لا يتجزى

جو باقی رہا ہے وہ بھی نہ شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ حیض متجزی نہین ہوتا۔

(٦٤٢) والصغيرة وهي معطوفة على الحرة والآئسة وهي ما لم تحض في مدة خمس وخمسين سنة وهي رواية عن ابي حنيفة وعن محمد في مدة ستين و الفتوى على الاول۔

(٦٤٢) صغیر سن عورتکو اگر طلاق دیجائے یا اوس عورتکو کہ بڑہاپے کے سبب سے اوسکو حیض نہین آتا تو اون دونوں کی عدت طلاق تین مہینے ہین اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے وَالّٰئِی یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ یعنی اور جو عورتین حیض سے نا امید ہوگئی ہین تمہاری بیویون مین سو اگر تمنے شک کیا ہے تو عدت اونکی تین مہینے ہین اور آئسہ امام صاحب کی روایت کے موافق وہ عورت ہے جسکو پچپن سال کی عمر تک حیض نہ آیا ہو

(٦٤٣) وفي الفتاوى الصغرى لو بلغت فرأت يوما دما ثم انقطع الدم حتى مضت سنة فطلقها فعدتها بالاشهر اما اذا رأته ثلثة ايام ثم انقطع سنة او اكثر فعدتها لا ينقضي بالاشهر ما لم يبلغ حد الاياس۔

(٦٤٣) فتاوی صغری مین مذکور ہے اگر ایک لڑکی بالغ ہوجائے اور ایک دن حیض کا خون دیکھے اور پہر وہ خون منقطع ہوجائے اور ایک سال گذر جائے اور پہر اوسکا خاوند اوسکو طلاق دے تو اوسکی عدت بھی تین مہینے ہین اور اگر تین روز تک دیکھے اور پہر سال یا اوس سے بھی زیادہ عرصہ تک منقطع ہوجاوے تو اوسکی عدت مہینون سے نہوگی جبتک کہ ایاس کی عمر کو نہ پہونچے۔

(٦٤٤) وفي الحقائق يشترط للحكم بالاياس في هذه المدة ان ينقطع الدم عنها مدة طويلة وهي ستة اشهر في الاصح ثم هل يشترط ان يكون انقطاع الدم ستة اشهر بعد مدة الاياس الاصح انه ليس بشرط حتى لو كان منقطعا قبل مدة الاياس ثم رأت بعدها يحكم باياسها وتعتد بثلثة اشهر هذه دقيقة فاحفظ بثلثة اشهر لقوله تعالى واللائي يئسن من المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر۔

(٦٤٤) حقائق مین مذکور ہے اس مدت مین ایاس کا حکم دینے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ایک مدت دراز تک خون منقطع ہوجائے اور اوسکا اندازہ قول صحیح کے موافق چھہ مہینے ہین پہر مدت ایاس کے بعد چھہ ماہ تک خون کا انقطاع شرط ہے یا نہین قول صحیح یہ ہے کہ شرط نہین ہے حتی کہ اگر قبل مدت ایاس کے منقطع تہا اور بعد کو خون دیکہا تو اوسکی آئسہ ہونیکا حکم دیا جائیگا اور تین مہینے اوسکی عدت ہوگی۔ یہ ایک باریک بات ہے یاد رکھنے کے قابل ہے۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(٦٤٥) وامرأة ممتدة الطهر وهي ممن

(٦٤٥) اگر ایک عورت کو مدت دراز کے بعد حیض نہ آیا کرتا ہو تو اوسکے

تحیض ویمتد طهرها بان تعتد بالاقراء

واسطے بھی یہی حکم ہی کہ تین حیض سے عدت پوری کرے —

(۶۴۶) لابثلثة اشهر بعد تسعة ای قال مالك یتربص بعد الطلاق تسعة اشهر ثم تعتد بعدها بثلثة اشهر لان تسعة اشهر وهی المدة المعتدة بظهور الحبل اذا انقضت تحققت براءة الرحم ثم تعتد بثلثة اشهر لصیرورتها فی معنی من لا تحیض۔

(۶۴۶) مگر امام مالک رح فرماتے ہین اس صورت مین طلاق کے بعد نو مہینے تک ویسے ہی بیٹھی رہے اور پھر تین مہینے اوسکے بعد عدت مین بیٹھی رہے اسواسطے کہ جب نو مہینے کہ جو ظہور حمل کی مدت ہین گذر گئے تو رحم کی برارت ثابت ہو گئی تو اوسکے بعد تین مہینے تک عدت مین بیٹھے کیونکہ اوسکو اب اوس عورت کا حکم ہو گیا جسکو حیض نہین آتا —

(۶۴۷) ولنا انها حائض باستصحاب الحال فلا تعتد بالاشهر لان الاعتداد بها مختص بالصغیرة والآئسة۔

(۶۴۷) اور ہماری یہ دلیل ہی کہ بحکم استصحاب یعنی بقا رحکم سابق کے وہ حائض شمار کیجائیگی اور مہینون سے عدت نہ پوری کر سکیگی اسلیے کہ مہینون کیساتھ عدت آئسہ یا صغیرہ کے لیے خاص ہی —

(۶۴۸) والامة ای تعتد الامة اذا كانت ممن تحیض وكذا المدبرة وام الولد والمكاتبة لوجود الرق فی الكل بحیضتین لقوله عم عدة الامة حیضتان۔

(۶۴۸) چھوکری اور ایسی ہی مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ کی عدت اگر انکو حیض آتا ہی تو دو حیض ہین اسواسطے کہ مملوکیت کی معنی سب مین پائی جاتی ہین دو حیض کی عدت ہونے پر یہ دلیل ہی کہ آنحضرت نے فرمایا ہی عدۃ الامۃ حیضتان یعنی باندی کی عدت دو حیض ہین —

(۶۴۹) وامر والآئسة بشهر ونصف لا بثلثة ای قال مالك تعتد الامة الآئسة بثلثة اشهر لاطلاق قوله تعالی واللائی یئسن من المحیض الآیة ولنا ان عدتها نصف عدة الحرة لما روی عن عمر رضی الله عنه لو استطعت لجعلت عدة الامة حیضة ونصفا الا ان الحیضة لا یتنصف لاختلافها قلة وكثرة فیتنصف الاشهر۔

(۶۴۹) حسن یا تدبی یا مدبرہ وغیرہ کو حیض نہین آتا اور آئسہ ہی تو اوسکی عدت ڈیڑھ مہینہ ہی اور امام مالک رح فرماتے ہین اگر باندی آئسہ ہی تو اوسکی عدت تین مہینہ اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقا آئسہ عورتکی عدت تین ماہ ذکر فرمائے ہین کما قال اللہ تعالی واللائی یئسن من المحیض الآیۃ اور ہماری دلیل یہ ہی کہ باندی کی عدت حرہ کی عدت سے نصف ہی حضرت عمر رضا سے مروی ہی کہ اگر میرے اختیار مین ہوتا تو چھوکری کے لیے ڈیڑھ حیض عدت مقرر کرتا مگر چونکہ حیض مین کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسلیے اوسکی تنصیف نہین ہو سکتی جب اوس کی تنصیف نہو سکی تو مہینون کی تنصیف ہو جائیگی —

(۶۵۰) والحرة ای تعتد الحرة المتوفی

(۶۵۰) جس حرہ عورت کا خاوند مرجائے تو چار مہینے اور دس

عنها زوجها باربعة اشهر وعشر لقوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا اى عشرة ايام-

(٦٥١) وعن الاوزاعى ان المقدر فيه عشر ليال لان حذف التاء من عشر يدل عليه فيجوز لها ان تتزوج فى اليوم العاشر و لنا ان الليالى يدخل فيها ما بازائها من الايام لقوله تعالى ثلثة ايام الا رمزا وقال الله تعالى ثلث ليال سويا والقضية واحدة فعبر عنها تارة بالايام وتارة بالليالى-

(٦٥٢) والامة بالنصف اى تعتد الامة المتوفى عنها زوجها بشهرين وخمسة ايام وكذا المدبرة وام الولد والمكاتبة

(٦٥٣) والحامل مطلقا اى تعتد الحامل سواء كانت حرة اوامة اومتوفى عنها زوجها اومطلقة بالوضع اى بوضع حملها لعموم قوله تعالى واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن وهذه الاية ناسخة لقوله تعالى والذين يتوفون منكم الاية فى حق الحامل كذا روى عن ابن مسعود فيبقى فى غير الحامل على عمومها-

(٦٥٤) والفاسدة النكاح اى تعتد المنكوحة نكاحا فاسدا كالمنكوحة بغير شهود فانه فاسد اتفاقا بين علمائنا

لقوله تعالى وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا یعنی او رجولوگ تم مین سے وفات پاجاتے ہین اور بیویان چھوڑ جاتے ہین تو چار مہینے اور دس دن یعنی دس دن تک وہ اپنی جانونکو روک رکھین

(٦٥١) اور امام اوزاعی سے مروی ہی کہ یہان پر لیال کا لفظ مقدر ہی اور دس راتین مراد ہین اسواسطے کہ (ت) کا لفظ عشر سے دور کرنا اس بات کی دلیل ہی پس اس تقدیر پر چار مہینے گذر جانے کے بعد دسوین روز وہ عورت نکاح ثانی کر سکتی ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ دس راتون مین اونکے ساتھ کے دس دن بھی داخل ہین اسواسطے کہ اللہ پاک ایک جگہ ارشاد فرماتا ہی ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا اور دوسرے

(٦٥٢) اگر باندی کا خاوند مرجاوے تو دو مہینے اور پانچ روز تک عدت مین رہے اور اسیطرح مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ -

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(٦٥٣) حاملہ عورت کی یہ مطلقًا خواہ حرہ ہو یا باندی ہو اور خواہ مطلقہ ہو یا اوسکا خاوند مرگیا ہو وضع حمل عدت ہی اسواسطے کہ اللہ پاک نے مطلقًا حاملہ عورتون کی عدت وضع حمل فرمائی ہی قال اللہ تعالی وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اور یہ آیت حاملہ کے حق مین ناسخ ہی اس آیت کے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الایۃ چنانچہ حضرت ابن مسعود سے مروی ہی پس غیر حاملہ مین اس منسوخہ کا حکم بدستور باقی رہے گا -

(٦٥٤) جس عورت سے شبہہ سے کسی نے صحبت کرلی ہو اور وہ حقیقت مین حرام ہی یا جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہی مثلاً بدون گواہون کے کہ ہمارے علما کے نزدیک

واما نکاح المحارم مع العلم بانها حرام فاسد عند ابی حنیفة خلافا لهما کذا فی الکفایة والموطوٴة بشبهة ونحوها کالمنکوحة فاسدا حتی یجب به المهر بالحیض ای بثلث حیض فی الفرقة و الموت ای اذا فارقت عن زوجها او مات لان عدتها لتعرف براٴة الرحم لا لقضاء حق النکاح وهی تعرف بالحیض۔

بالاتفاق یہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ اور محارم کے ساتھ باوجود انکی حرمت کے معلوم ہونے کے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فاسد ہے بخلاف صاحبین رح کے کذا فی الکفایہ تو ان دونوں کی فرقت کے بعد یا خاوند کے مرجانے بعد عدت حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ یہاں پر عدت رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے ہے حق نکاح پورا کرنے کے لیے نہیں ہے اور رحم کا خالی ہونا حیضوں سے معلوم ہوسکتا ہے۔

(٥٥٥) فان قیل فعلی هذا کان ینبغی ان یکفی بحیضة کالاستبراء قلنا الحق الفاسد هنا بالصحیح فی هذا الحکم کما الحق البیع الفاسد بالصحیح فی افادة الملك اذا قبض۔

(٥٥٥) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر رحم کا خالی ہونا معلوم کرنے کے لیے عدت ہے تو ایک حیض عدت ہونا چاہیے جیسے استبراء کے اندر ہے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ یہاں نکاح فاسد کو نکاح صحیح کے ساتھ اس حکم میں ملحق کردیا ہے جس طرح بیع فاسد کو قبضہ کرنے کے بعد افادہ

(٥٥٦) واذا اعتدت الآئسة بالشهور ثم رات الدم ای علی عادتها الجاریة کذا فسرها صاحب الهدایة استانفتها ای فعلیها ان تعتد بالحیض لان الاعتداد بالشهور خلف عن الاعتداد بالحیض وانما یصار الیه اذا استمر العجز عن الاصل وفی الایضاح هذا علی الروایة التی لم یقدر حد الایاس واما اذا قدر بخمس وخمسین سنة فبلغته ثم رات الدم لم یکن حیضا ولا تستانف العدة هذا هو المختار

(٥٥٦) اگر آئسہ نے مہینوں سے اپنی عدت پوری کرلے اور پھر حسب دستور سابق اوس کو خون آگیا (صاحب ہدایہ نے اسکی تفسیر اسی طرح کی ہے) تو اوسے دوبارہ شروع حیض عدت پوری کرنی پڑیگی اسواسطے کہ عدت کے اندر مہینے حیض کے قائم مقام ہیں اور مہینوں کی طرف اوسی وقت رجوع کیا جاویگا جب ہمیشہ کے لیے حیضوں سے عدت کا پورا کرنا ناممکن ہوگا ایضاح میں مذکور ہے یہ اوس روایت کے موافق ہے کہ آیاس کے کوئی مدت مقرر نہو اور اگر اوسکی مدت مقرر ہے مثلا پچپن سال اور عورت اس مدت کو پہونچ گئی اور پھر

(٥٥٧) وفی جمع النوازل اذا تزوجت الآئسة بعد تمام اعتدادها بالاشهر

(٥٥٧) جمع النوازل میں مذکور ہے اگر مہینوں سے عدت پورا کرتے کے بعد آئسہ نے اپنا نکاح کسی سے کرلیا

ثم رأت الدم فالاصح ان نكاحها جائز قضى القاضي بجوازه او لم يقض فيكون عدتها في المستقبل بالحيض۔

اور پھر اوسکو خون آگیا تو صحیح قول یہی ہے کہ نکاح جائز ہے قاضی اوسکے جواز کا حکم دے یا نہ دے اور آیندہ کو اوسکی عدت حیضون سے ہوگی۔

(٦٥٨) قيد بالآئسة لان الصغيرة اذا حاضت بعد انقضاء عدتها بالاشهر لا تستأنف لانه لم يتبين انها كانت من ذوات الاقراء بخلاف ما اذا حاضت في اثناء عدتها حيث تستانف تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل۔

(٦٥٨) آئسہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر صغیرہ کے مہینون سے عدت پوری کرنے کے بعد اوسکو حیض آگیا تو وہ دوبارہ عدت نہ بیٹھے گی اسواسطے کہ یہان یہ بات نہیں ثابت ہوئی کہ وہ اوسوقت حیض آنیوالی عورتون مین تھی بخلاف اوس صورت کے کہ اثناء عدت مین اوسکو حیض آجاوے کہ وہان ازسر نو اوسکو عدت لازم ہوگی

(٦٥٩) او ايست بعد حيضتين فبالاشهر لان الجمع بين الاصل والخلف غير جائز۔

(٦٥٩) ایک عورت دو حیض آنیکے بعد آئسہ ہوگئی تو اب اوسپر مہینون سے عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ اصل اور اوسکے خلف یعنی قائم مقام کا جمع ہونا درست نہیں ہے۔

(٦٦٠) فان قيل قد جاء الجمع فيما اذا سبق للمتوضئ حدث في صلوته ولم يجد ماء تيمم وبنى قلنا الخلفية بين الماء والتراب وبين الطهارتين على اختلافهم لا بين الصلوتين۔

(٦٦٠) اگر کہو بعض جگہ اصل اور اوسکے قائم مقام کا اجتماع پایا جاتا ہے مثلا ایک شخص وضو کرکے نماز پڑھ رہا تھا کہ اثناء نماز مین اوسکا وضو جاتا رہا اور اوسکو پانی میسر نہین آیا تو اوسکو چاہیے کہ تیمم کرے اور جہان سے نماز چھوڑی تھی وہین سے شروع کردے۔ تو اوسکا

(٦٦١) ولو اعتقت في العدة من طلاق رجعي امروها بعدة الحرائر اى انتقلت عدتها الى عدة الحرائر لان النكاح قائم من كل وجه فلما اعتقت زاد الملك عليها فلا تمضي الا بثلث حيض كما لو اعتقت فطلقت وقال مالك لا ينتقل لان اللازم عليها اتمام عدتها على وجه وجبت فلا يتبدل بالعتق كما لا يتبدل عدة البيونة والمتوفى عنها

(٦٦١) اگر ایک باندی طلاق رجعی سے عدت مین تھی کہ اوسکے مولی نے اوسکو آزاد کردیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت لازم ہوگئی اسواسطے کہ یہان بہرطرح سے نکاح موجود ہے اور آزاد ہونیکی وجہ سے اوس کے اوپر ملکیت زیادہ ہوگئی پس تین حیض سے اب اوسکی عدت پوری ہوگی جس طرح آزاد ہوجانے کے بعد اوسپر طلاق ہوتی ہے اور امام مالک رح فرماتے ہین کہ اوسکی عدت حرہ کی موافق نہو جاویگی اسواسطے کہ جسطرح

زوجها۔

اوسکے اوپر عدت واجب ہوتی ہی اوسیطرح سے اوسکا پورا کرنا اوسکو لازم ہے

(۶۶۲) وان كانت المعتقة في العدة مبانة لم نأمرها بعدة الحرائر

(۶۶۲) اگر اوس باندیکو طلاق بائن دی گئی تھی اور حالت عدتمیں اسکو مالکنے آزاد کردیا تو ہمارے نزدیک اسکو یہ حکم نہیں ہو کہ حرہ کی عدت اسکو لازم ہوگی

(۶۶۳) وقال الشافعي تعتد كالحرة لان حالها في العدة تغيرت فيتغير عدتها كما لو كانت رجعية ولنا انها عتقت بعد زوال الحل فلا يتغير عدتها كما لو اعتقت بعد انقضاء العدة۔

(۶۶۳) امام شافعی رح کے نزدیک اوسپر حرہ کی عدت لازم ہو جائیگی اسلیے کہ عدت کی اندر اوسکا حال بدل گیا لہذا عدت بھی بدل جائیگی جسطرح طلاق رجعی کی صورتمین اور ہماری دلیل یہ ہو کہ حلیت کے زائل ہو جانیکے بعد وہ آزاد ہوئی ہی لہذا اوسکی عدتمین تغیر نہ آئیگا جس طرح انقضاے عدت کے بعد وہ آزاد کی جاے ۔

(۶۶۴) واذا اعتقت ام الولد او مات مولاها نأمرها بثلث حيض

(۶۶۴) اگر ام الولد یعنے وہ باندی جسکے مولی سے کچھ اولاد پیدا ہو جاے آزاد کر دیگئی یا اوسکا مولی مرجاے تو ہمارے نزدیک اُسکی عدت تین حیض ہیں ۔

(۶۶۵) لا بواحدة اي قال الشافعي تؤمر بان تعتد بحيضة واحدة لان هذه العدة لزوال ملك اليمين فاشبه الاستبراء۔

(۶۶۵) امام شافعی رح فرماتے ہیں اوسکی عدت ایک حیض ہی اسواسطے کہ یہ عدت ملکیت ذات کے زائل ہو جانے کی وجہ سے ہے پس اوسکا حال استبراء کا سا ہی

(۶۶۶) ولنا ان ام الولد لها فراش اضعف من فراش المنكوحة وهذه عدة وجبت لزواله فصارت كعدة النكاح الحاقا للقاصر بالكامل احتياطا

(۶۶۶) ہماری دلیل یہ ہو کہ ام الولد کا علاقہ منکوحہ کے علاقہ سے ضعیف ہو اور یہ عدت اوس علاقہ کے زائل ہونے سے لازم ہوئی ہے تو یہ عدت نکاح کے مانند سمجھی جائیگی اسلیے کہ احتیاطاً قاصر کو کامل کے ساتھ ملحق کرلینگے

(۶۶۷) هذا اذا لم تكن منكوحة او معتدة فان كانت لا يلزمها العدة بموت المولى ولا بالعتق لعدم ظهور فراش المولى معه۔

(۶۶۷) یہ جب ہو کہ وہ باندی کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہو اگر وہ منکوحہ یا معتدہ ہو تو مولی کے مرجانے یا آزاد ہونیسے اوسکو عدت لازم نہ ہوگی اس لیے کہ اب وہ مولی کے فراش مین نہین ہو تاکہ عدت سے اُسکا اثر ظاہر ہو

(۶۶۸) او مات زوجها ومولاها جهل الترتيب اي لم يعرف ايهما مات اولا وكمية ما بينهما اي لم يعرف مقدار ما بين الموتين من الايام فعدتها

(۶۶۸) اگر باندی کا خاوند اور مولی دونون مر گئے اور یہ نہین معلوم کہ دونون مین سے پہلے کون مرا ہے اور نہ یہ معلوم ہو کہ دونوں کی موت مین کتنے روز کا فصل ہو تو امام صاحب رح کے نزدیک اوس باندی پر عدت

عدة الوفاة عند ابي حنيفة

٦٦٩ وقالا يجمع بين العدتين اي تعتد باربعة اشهر وعشر وتستكمل فيها ثلاث حيض

٦٧٠ قيد بجهالة التي تيب والكمية لان ما بين الموتين ان كان اقل من شهرين وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا اتفاقا لان المولى ان مات ولا عتقت ولم يلزمها عدته لانها منكوحة الغير فاذا مات الزوج تعتد لا يلزمها العدة من موت مولاها لانها معتدة من نكاح ولزمها عدة الحرة في حال وعدة الامة في حال فتعتد بالاكثر احتياطا وان كان ما بين الموتين شهران وخمسة ايام تعتد اربعة اشهر وعشرا وتستكمل فيها ثلث حيض اتفاقا لان المولى ان مات اولا لم يلزمها عدته وبعد موت الزوج يلزمها عدة الحرة ولو مات الزوج اولا يلزمها عدة الامة ويلزمها بموت المولى بعده ان تعتد ثلث حيض فجمع بينهما احتياطا لهما ان العدة من المولى دارت بين الوجوب والسقوط فيجب احتياطا وله ان الامر بين اذا وجدا ولم يعرف تاريخهما

وفات لازم ہے

(٦٦٩) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اسکو دونوں عدتوں کا جمع کرنا پڑیگا یعنی چار مہینے دس روز تک بھی عدت میں رہیگی اور ان میں تین حیض بھی پورے

٦٧٠ - یہ قید کہ دونوں میں سے ایک کا پہلے مرنا معلوم نہ ہو اور نہ دونوں کی موت میں فصل معلوم ہو اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن سے کم کا فصل ہو تو بالاتفاق اسپر چار مہینے دس روز عدت لازم ہوگی اس لیے کہ اگر پہلے مولی کا انتقال ہوا ہے تو وہ اسی وقت آزاد ہو گئی اور اسپر عدت لازم نہ آئی کیونکہ وہ غیر کی منکوحہ ہے - اور اگر پہلے خاوند مر گیا ہے تو اسپر عدت وفات لازم ہوگی - اور پھر خاوند کے مرنے سے اسپر عدت نہ لازم ہوگی کیونکہ وہ معتدہ نکاح ہے - مگر ایک وقت میں تو اسپر حرہ کی عدت وفات لازم ہوتی ہے اور ایک وقت میں باندی کی عدت وفات لہذا احتیاطاً حرہ کی عدت وفات یعنی چار مہینے دس روز اسپر لازم ہونگے - اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ روز کا فصل ہوا ہے تو بالاتفاق چار مہینے دس روز عدت میں رہیگی اور تین حیض بھی اس میں پورے کرتی رہے گی اس لیے کہ اگر مولی پہلے مر گیا ہے تو مولی کی عدت اسپر واجب نہ ہوگی اور جب اس کے بعد خاوند مرا تو اب خاوند کے پیچھے اسپر حرہ کی عدت واجب ہوگی - اور اگر خاوند پہلے مرا ہے تو اسپر باندی کی عدت لازم ہوگی اور پھر اس کے بعد مولی کے مرنے سے تین حیض عدت بھی اسپر لازم ہوگا اس واسطے احتیاطاً دونوں عدتوں کو جمع کر دیا

يجعل كانهما ورد امعًا كالغرق والحرق فاذا جعل موت المولى والزوج معًا رجح جانب عدم الوجوب ولا يجب العدة احتياطا لان الشئ لا يثبت بالشك كما لو اخبرت بموت زوجها والطلاق ولم يعلم تاريخهما لا يجب العدة للطلاق۔

(۱۷۹) ولو مات صغير عن امرأته الحامل يأمرها اي ابو يوسف بالشهور اى بان تعتد اربعة اشهر وعشرا كما في الحادث بعده اى كما ان الحمل لو حدث بعد موت الزوج تعتد باربعة اشهر وعشر اتفاقا لتيقننا ان الحمل ليس من الزوج في الصورتين وهذا تنبيه على تعليل ابي يوسف۔

وهما بالوضع اى قالا عدتها بوضع الحمل لان العدة شرعت لقضاء حق النكاح لا لبرأة الرحم وهذا المعنى متحقق في الصبي لاطلاق قوله تعالى واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن من غير فصل بين ان يكون منه او من غيره بخلاف الحمل الحادث لانه لم يثبت وجوده وقت الموت فوجبت العدة بالاشهر فلا يتغير بحدوثه بعد ذلك

جائیگا صاحبین رح کی دلیل یہ ہو کہ مولی کی عدت واجب ہونیکا بہی احتمال ہو اور ساقط ہونیکا بہی لہذا احتیاطًا اوسکو واجب سمجھینگے۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہو کہ جسوقت میں دو چیزین پائی جائیں اور اونکی تقدیم تاخیر نہ معلوم ہو تو ایسا سمجھا جاتا ہو کہ گویا وہ دونون ساتھ ہی پائی گئی ہین جیسے غرق ہوجانے اور جل جانے کی صورت مین بہت سے لوگونکو یہی سمجھا جاتا ہو کہ سب ایک ہی وقت مین مرے

(۱۷۹) اگر ایک صغیر سن لڑکا مرگیا اور اوس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکی عدت چار مہینے دس روز ہونگے جس طرح بعد کو حمل ہوجاسے یعنی جب خاوند مرجاسے اور بعد کو وہ عورت حاملہ ہوجاسے تو اوسکی عدت بالاتفاق چار مہینے دس روز ہی ہوتی ہو اسلیے کہ ان دونون صورتون مین ہمکو اسبات کا یقین ہو کہ اوس لڑکے سے یہ حمل نہین ہو خواہ اوسکے مرنیکی حالت مین وہ حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہوگئی ہو امام ابو یوسف رح کی گویا یہ دلیل ہے۔

امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح فرماتے ہین اوسکی عدت صورت مذکورہ مین وضع حمل ہی ہو اسواسطے کہ عدت اصل مین حق نکاح کے پورا کرنے کے لیے مقرر ہوئی ہو رحم کی برات معلوم کرنے کے لیے نہین مقرر ہوئی اور نکاح کے معنی نابالغ کے اندر پائے جاتے ہین اسواسطے کہ آیت مین مطلقا حاملہ عورتون کی عدت وضع حمل بیان کی ہو خواہ وہ حمل اوس خاوند سے ہو یا کسی اور سے ہو قال الله تعالى واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن یعنی اور حمل والیون کے عدت یہ ہو کہ وہ اپنے بچے کو جنین بخلاف اوس حمل کے

(۶۷۲) ولايثبت نسبه اى نسب الحمل من الصغير فى الوجهين لانه يعتمد الماء ولاماء له۔

(۶۷۳) وفى التبيين على هذا الخلاف لو تزوج الكبير امرأة فدخل بها ثم طلقها ومات عنها زوجها ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر لانه ليس بثابت النسب منه وكان موجودا وقت زوال النكاح بالموت۔

(۶۷۴) واذا وطئت المعتدة من طلاق بشبهة بان تزوجها رجل وهو لايعلم انها معتدة الغير او منكوحته او وجدها على فراشه والنساء قلن انها زوجتك فوجبت اخرى اى عدة اخرى نامر بهما بالعدتين على التداخل فيكون ماتراه المرأة من الحيض محسوبا منهما حتى لوكان الوطئ بشبهة بعد حيضة حاضت حيضتين بعدها وحيضة اخرى ليكون ثالثة للعدة الثانية ولوكانت معتدة الوفاة فوطئت بشبهة تعتد بالاشهر ويحسب ماتراه من الحيض فيها من العدة الثانية تحقيقا للتداخل بقدر الامكان۔

(۶۷۵) قيد بقوله بشبهة لانه لو وطئها بلاشبهة كما اذا تزوجها وهو يعلم انها

(۶۷۲) دونوں صورتوں مین خواہ وہ صغیر کے مرتے وقت حاملہ ہو یا بعد کو حاملہ ہو جائے اوس صغیر سے حمل کا نسب ثابت ہوگا اسلئے کہ اوسکا مدار نطفہ پر ہے اور صغیر مین نطفہ نہین پایا جاتا

(۶۷۳) تبیین مین مذکور ہے یہی اختلاف اوس صورت مین ہے کہ جوان آدمی ایک عورت سے نکاح کرے اور اوسکے ساتھ دخول کرے اور پہر طلاق دیدے یا مرجائے اور وقت نکاح سے چھ مہینہ سے کم مین اوس عورت کے بچہ پیدا ہوا اسلیے کہ اوس بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا حالانکہ اوس شخص کے مرنے سے نکاح کے زائل ہوتے وقت وہ حمل موجود تہا۔

(۶۷۴) اگر ایک عورت طلاق کی عدت مین تہی اور کسی شخص نے شبہہ سے اوس سے صحبت کرلی مثلا اوس سے نکاح کرلیا اور خبر نہ تہی کہ یہ دوسرے کی عدت مین ہے یا اوسی کی منکوحہ ہے یا اوسکو اپنے بستر پر پایا اور عورتون نے کہدیا کہ یہ تیری بیوی ہے تو اوسکے اوپر دوسری عدت واجب ہو جائیگی مگر ہمارے نزدیک تو اون دونوں مین تداخل ہو جائیگا اور عورت کو جو حیض آئیگا وہ دونوں عدتوں مین شمار کیا جائیگا حتی کہ اگر صحبت ایک حیض کے بعد ہوئی ہے تو اوسکے بعد دو حیض تک عدت مین رہکر ایک حیض اور عدت مین رہیگی تاکہ یہ حیض دوسری عدت کا تیسرا حیض ہو جائے اور اگر وہ معتدہ وفات تہی اور شبہہ سے اوسکے ساتھ صحبت کرلی تو عدت وفات مہینون سے پوری کریگی اور اوس مین جسقدر اوس کو حیض آتے جائینگے وہ دوسری عدت

(۶۷۵) صحبت مین شبہہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بلا شبہہ کے اوسکے ساتھ صحبت کی ہے جیسے ایک

منکوحة الغیر لا یجب عدة اخری ولا تحرم علی الزوج وطئها وبہ یفتی کذا فی الذخیرة وفی الحقائق ان کان طلاق الاول رجعیا کان لہ ان یراجعہا فی الحیضتین الاولیین ولیس لہ ان یراجعہا فی الحیضة الثالثة لانہا بانت منہ ولیس لہ ان یتزوجہا لانہا معتدة الغیر وعلی ھذا الخلاف العدتان بالشھور۔

شخص نے جان بوجھکر کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے۔ اُس سے نکاح کرلیا تو اُس عورت پر دوسری عدت نہ واجب ہوگی اور اُس کے خاوند پر صحبت کرنا اُس سے حرام نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور حقائق میں مذکور ہے کہ اگر پہلے نے اُسکو طلاق رجعی دی ہے تو پہلے دو حیضوں میں اُس سے رجوع کرسکتا ہے اور تیسرے حیض میں رجوع نہیں کرسکتا اس لیے کہ اُس سے اب بائن ہوگئی اور نہ اس سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کی عدت میں ہے اسی طرح سے اگر عدت

٧٧٦ لا التعاقب ای قال الشافعی لا یتداخل العدتان فعلیہا عدة ثانیة عقیب الاولی۔

(٧٧٦) صورت مذکورہ بالا میں یعنی جس صورت میں معتدہ طلاق سے شبہ سے کوئی صحبت کرلے امام شافعی کے نزدیک بطور تعاقب اُس کے دو عدتیں اوپر عدت لازم ہوجاتی ہیں اور پہلی عدت پوری کرنیکے بعد دوسری مستقل عدت اُسکو پوری کرنی پڑیگی

٧٧٧ وفی الذخیرة ھذا اذا وطئہا اجنبی بشبہة اما اذا وطئہا الزوج المطلق بشبہة تداخلت العدتان اتفاقا۔

(٧٧٧)۔ ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ اجنبی شخص اُس معتدہ سے صحبت کرلے اور اگر خاوند ہی نے شبہ سے اُس سے صحبت کرلی تو بالاتفاق دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی۔

٧٧٨ لہ ان الاعتداد کف عن الخروج والتزوج بالخ فیکون عبادة کالکف عن قضاء الشھوتین فی الصوم فلا یتادیان فی زمان واحد کالصومین فی یوم واحد۔

(٧٧٨)۔ امام شافعیؒ کی یہ دلیل ہے کہ عدت باہر جانے اور نکاح کرنے سے اپنی جان کے روکنے کا نام ہے اور یہ اصل میں ایک عبادت ہے۔ جس طرح روزہ شہوت جماع اور شہوت طعام سے روکنے کا نام ہے لہذا ایک ہی زمانے میں دو وظیفے عبادت ادا نہیں ہوسکتیں جس طرح دو روزے ایک دن میں نہیں ادا ہوسکتے

٧٧٩ ولنا ان الغرض من العدتین وھو براءة الرحم یحصل فی مدة واحدة ومعنی العبادة تابع ولھذا ینقضی بدون علمہا ویجب علی الکافرة وغیر المکلفة

(٧٧٩) ہماری دلیل یہ ہے کہ عدت سے برات رحم کا معلوم کرنا مقصود ہے اور وہ ایک ہی عدت سے معلوم ہوجاتی ہے اور عبادت کے معنے اُس کے تابع ہیں ولہذا بدون عورت کے علم کے عدت پوری ہوجاتی ہے اور کافرہ اور غیر مکلف پر بھی واجب ہوتی ہے جو عبادات کے ساتھ مامور نہیں ہیں۔

۶۸۰ فان انقضت الاولى ولم تكمل الثانية اتمت الثانية۔

(۶۸۰) اگر اُسکی پہلی عدت تو گزر گئی اور دوسری اس ہیں پوری نہیں ہوئی۔ تو دوسری کو پورا کرے۔

۶۸۱ اقول اورد هذه المسئلة على وضع الوفاق مع انه تفريع لمذهبنا ولو ذكره قبل قوله لا التعاقب لكان اولى

(۶۸۱) میں کہتا ہوں کہ مصنفؒ نے اس مسئلہ کو اتفاقی مسئلہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ یہ ہمارے مذہب پر تفریع ہے اور اگر اسکو (لاالتعاقب) سے پہلے بیان کر دیتا تو بہتر ہوتا۔

۶۸۲ ويبتدئ بعدة الطلاق والوفاة عقيبهما يعني تبتدئ المرأة عدة الطلاق عقيبه وعدة الوفاة عقيبها لان كلا منهما سبب فيعتبر المسبب من حين وجود السبب۔

(۶۸۲) خاوند کے طلاق دیتے ہی اور اُسکے مرتے ہی عورت پر عدت لازم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے کہ طلاق اور وفات عدت طلاق اور عدت وفات کا سبب ہیں پس جس وقت سبب پایا جائے گا اُسی وقت سے مسبب کا اعتبار کیا جائے گا۔

۶۸۳ وفي المحيط لو اقر بالطلاق منذ سنة فان كذبته في الاسناد فعدتها من وقت الاقرار ويجب لها نفقة العدة واما في حق التزوج باختها واربع سواها تعتد من وقت الطلاق وان صدقته تعتد من وقت الطلاق كذا ذكره محمد في الاصل لكن هذا محمول على ما اذا كانا متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه اما اذا كانا مجتمعين فلا يصدقان في الاسناد ومشائخ بلخ قالوا يلزمها العدة في هذه الصورة ايضا من وقت الاقرار عقوبة عليهما لكتمانهما الطلاق ولكن لا يجب لها نفقة العدة ومؤنة السكنى لاعترافها بسقوط حقها

(۶۸۳) محیط میں مذکور ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک سال پہلے سے اپنی بیوی کی طلاق کا اقرار کیا۔ پس اگر عورت نے طلاق کے ایک سال پہلے ہونے میں اُس کی تکذیب کی تو اُس کی عدت اسی وقت سے ہوگی اور عدت کا نفقہ خاوند پر واجب ہوگا۔ مگر خاوند اُس کی بہن سے یا اُسکی سوا چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے گا تو اُس کے لیئے طلاق کے وقت سے یعنی ایک سال پیشتر سے عدت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر عورت نے اُسکی تصدیق کی تو وقت طلاق سے عدت لازم ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مبسوط میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن یہ اُس صورت میں ہے کہ جس وقت سے خاوند نے طلاق بیان کی ہے اُس وقت سے وہ دونوں علیحدہ رہتے ہوں اور اگر ساتھ ساتھ رہتے ہیں تو اس میں اُنکی تصدیق نہ کی جائیگی۔

۶۸۴ وتنقضي العدة بمضي المدة اي مدة الطلاق والوفاة وان لم يعلم

(۶۸۴) عدت وفات ہو یا عدت طلاق ہو جو اُنکی مدت مقرر ہے اُس مدت کے گزرنے سے منقضی ہو جاتی ہے اگرچہ عورت کو

بهما ای بالطلاق والوفاة۔

طلاق یا وفات کا حال معلوم نہو۔

(٦٨٥) وامرناها به ای بابتداء العدة فی النکاح الفاسد عقیب التفریق ای تفریق القاضی وهذا لیس بطلاق او العزم علی ترك الوطئ وذلك بان یقول ترکتك او خلیت سبیلك او نحوها لا بمجرد العزم۔

(٦٨٥) نکاح فاسد میں ہمارے نزدیک جس وقت سے قاضی نے تفریق کی ہو یا خاوند نے جس وقت سے اوس نے ترک صحبت کا ارادہ کر لیا ہو اور کہدیا ہو کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا یا تیرا راستہ چھوڑ دیا یا کوئی اسی قسم کا لفظ کہا ہو اوسوقت سے عدت لازم ہوگی اور صرف ترک صحبت کا ارادہ کر لینا کافی نہیں ہے جبتک زبان سے یہ نہ کہدے اور نکاح فاسد میں قاضی کی تفریق طلاق نہیں ہے۔

(٦٨٦) لا من اخر الوطئات ای قال زفر یعتبر العدة من اخر الوطئات حتی لو حاضت بعد الوطئ قبل التفریق ثلث حیض انقضت العدة لان المؤثر فی ایجابها هو الوطئ لا العقد۔

(٦٨٦) امام زفر رح فرماتے ہیں نکاح فاسد کے اندر جو خاوند سے اخیر صحبت صادر ہوئی ہو اوسوقت سے عدت شمار کیجائیگی حتے کہ بعد از صحبت اور قبل از تفریق قاضی اگر تین حیض بلا صحبت کی گذر گئی تو عدت منقضی ہوگئی اسواسطے کہ عدت کی واجب کرنے میں جماع کو دخل ہو عقد کو دخل نہیں ہے۔

(٦٨٧) ولنا ان فی الفاسد شبهة النکاح ولهذا لا یحد بالوطئ فیه وانما یرتفع هذه الشبهة بالتفریق او الترك فلا تعتد قبله کما فی النکاح الصحیح۔

(٦٨٧) ہماری یہ دلیل ہے کہ نکاح فاسد میں شبہ نکاح کا ہوتا ہے ولہذا نکاح فاسد میں صحبت کرنے سے حد نہیں واجب ہوتی اور یہ شبہ نکاح کا یا تو تفریق سے جاتا ہے یا ترک جماع سے جاتا ہے پس ان دونوں کے قبل عدت نہو سکیگی جس طرح نکاح صحیح میں۔

(٦٨٨) واذا اقرت بانقضائها ای اقرت معتدة من طلاق بانقضاء عدتها بالحیض فاقل المدة ای المدة الصالحة له شهران عند ابی حنیفة۔

(٦٨٨) اگر معتدہ طلاق اپنی عدت کا حیضوں سے گذرجانا بیان کرے تو کم از کم مدت اوسکی بیان کی صحیح ہونیکی لئے امام صاحب رح کی نزدیک دو مہینے ہیں یعنے اگر طلاق دئے ہوے دو ماہ بھی گذر گئے ہیں تو عورت کا قول معتبر سمجھا جائیگا۔

(٦٨٩) وقالا تسعة وثلاثون یوما لاحتمال ان یقع الطلاق قبل اول حیضة فیکون مدتها ثلثة وتطهر بعدها خمسة عشر ثم تحیض ثلثة وتطهر خمسة عشر ثم تحیض ثلثة فیکمل العدة

(٦٨٩) اور صاحبین رح فرماتے ہیں کم از کم اوسکا بیان صحیح ہونیکے لئے اونتالیس روز ہیں اسلئے کہ ممکن ہے طلاق دیتے ہی اوسکو حیض آیا اور تین روز تک آتا رہا اور پہر پندرہ روز تک طہر کا زمانہ رہا اور پہر تین روز حیض آیا اور پہر پندرہ روز تک طہر ہوا اور پہر تین روز تک حیض آیا کل یہ اونتالیس روز ہوئے اور

ومن ادخوا هرزادة ثلث ساعات للاغتسال وقال لان زمان الاغتسال من الحيض من جامع المحبوبي۔

اوسکی عدت پوری ہوگئی۔ اور خواہرزادہ نے تین ساعت غسل کیلئے اور تالیس دنون میں عزیادہ کہی ہین اور کہا ہی کہ غسل کرنیکا زمانہ بہی حیض کا ہی زمانہ ہی۔ من جامع المحبوبی۔

(٦٩٠) لہ ان رویتھا هكذا نادرة فلا يبنى عليه الحكم الشرعى وانما يبنى على الغالب فيعتبر اكثر مدة الحيض واقل مدة الطهر لتقتد لا فيكون ثلث حيض شهرا والطهر بينهما شهرا

(٦٩٠) امام صاحب رح کی دلیل دو مہینے مقرر کرنے میں یہ ہی کہ جس طرح صاحبین رح نے فرمایا ہی اس طرح سے خون کا آنا شاذ و نادر ہو سکتا ہی پس وہ اس قابل نہیں ہی کہ ایک حکم شرعی کو اوس پر مبنی کیا جاوے بلکہ جو اکثر ہو اور قوع ہو اوسی پر حکم شرعی کی بناء ہو سکتی ہی لہذا حیض کی تو زیادہ سے زیادہ مدت لے لینگے اور طہر کی کم از کم اس حساب سے تین حیض اور طہر ایک مہینہ ہوا اور دونوں طہر ہونگے ایک مہینہ اونکا ہوا۔

(٦٩١) ولو كانت المقرة بالانقضاء امة تصدق عندهما فى احد وعشرين يوما ستة ايام حيضتان وخمسة عشر يوما طهر وعنده تصدق فى اربعين لانه يجعل كانه طلقها فى اول الطهر فالطهران كل منهما خمسة عشر يوما وحيضتان كل منهما خمسة ايام۔

(٦٩١) اور اگر باندی اپنی عدت کا گذر جانا بیان کرتی ہی تو صاحبین رح کی نزدیک اکیس روز کے گذر جانے سے اوسکا اقرار صحیح ہو جائیگا چھہ روز تو دو حیضوں کے لئے اور پندرہ روز ایک طہر کے لئے اور امام صاحب رح کی نزدیک چالیس روز گذر نے سے اوسکا اقرار صحیح ہوگا وہ یہاں یہ کہتے ہیں کہ گویا شروع طہر میں اوسکو طلاق دیگئی تو ایک مہینہ دو طہروں کا ہو گیا اور دو حیضوں کے دس روز سمجھے جاوین جو حیض کی زیادہ مدت کا نصف ہی یہ کل چالیس روز ہوئے

(٦٩٢) ولو علق طلاقها بالولادة فولدت فطلقت ثم اقرت بانقضاء عدتها بالحيض فاقلها اى المدة الصالحة لتصديقها خمسة وثمانون يوما عند ابى حنيفة لان نفاسها يقدر بخمسة وعشرين اذ لو كان اقل منه ثم كان بعده طهر خمسة عشر ثم الدم بعده فى اربعين كان كله نفاسا لان الطهر فى اربعين وان كثر لا يفصل عنده فيقدر الحيض فى رواية الحسن عنه بخمسة لانه وسط

(٦٩٢) اگر خاوند نے بچے کی پیدا ہونے سے طلاق کو مشروط کیا تہا اور اوسکے بچا پیدا ہوا اور طلاق واقع ہوگئی اور پہر اوس نے حیضوں سے اپنی عدت کا گذر جانا بیان کیا تو کم از کم مدت جس میں اوسکا یہ بیان صحیح ہو سکتا ہے امام صاحب رح کی نزدیک پچاسی روز ہیں اسواسطے کہ پچیس روز تو نفاس کے سمجھے جائینگے کیونکہ اگر اس سے کم سمجھے جائیں اور پہر اوسکے بعد پندرہ روز تک خون نہ آوے اور چالیس ہی دن کے اندر اندر خون اوسکو آوے تو وہ سب نفاس ہی ہوگا اسواسطے کہ امام صاحب رح کی نزدیک ان چالیس روز کے اندر اندر کتنی ہی روز تک خون بند رہے وہ نفاس ہی شمار کیا جاتا ہی لہذا نفاس کی پچیس روز لی جائینگے اور پہر حیض کے پانچ روز

من اكثر العدة فيكون خمسة وعشرون نفاسا وخمسة واربعون ثلثة اطهار وخمسة عشر ثلث حيض والمائة رواية عن ابي ح لان الحيض مقدر بعشرة فزاد على المقدار الاول خمسة عشر فكان مائة۔

اُس روایت کے موافق جو حسنؒ نے امام صاحبؒ سے روایت کی ہے اسلیے کہ حیض کی اکثر مدت کا نصف ہے پس پچیس ۲۵ روز تو نفاس کے ہوئے اور پندرہ روز تین حیضوں کے اور پینتالیس ۴۵ روز تین طہروں کے یہ سب ملکر پچاسی ہوئے اور ایک روایت میں امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ کم سے کم سو دن اسکی تصدیق کیلیے ضرور ہیں اسواسطے کہ اکثر مدت حیض کی دس روز ہیں تو تین حیضوں کے پندرہ دن پچاسی کے ساتھ اور زیادہ ہوگئے اور کل پورے سو دن ہوگئے۔

۶۹۳ فيصدقها ابو يوسف في خمسة وستين لان اكثر الحيض عشرة والنفاس اكثر منه عادة فزيد عليه يوم فصار احد عشر وطهرها خمسة عشر ثلث مرات يكون خمسة واربعين وحيضها ثلث مرات تسعة فيكون المجموع خمسة وستين۔

(۶۹۳) امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کم از کم پینسٹھ روز میں اسکی تصدیق ہوسکے گی اسواسطے کہ حیض کی اکثر مدت دس روز ہیں اور نفاس غالبًا حیض سے کچھ زیادہ ہی ہوا کرتا ہے اس لیئے حیض سے ایک دن زیادہ اسکی مدت سمجھ لیں گے یعنی گیارہ روز اور طہر کی مدت پندرہ روز اس حساب سے تین طہر کے پینتالیس ۴۵ روز ہوئے اور تین حیض کے نو روز اور گیارہ روز نفاس کے تھے یہ سب پینسٹھ دن ہوئے۔

۶۹۴ الا في اربعة وخمسين اي عند محمد لا يصدق في اقل من هذه لان اقل النفاس لم يقدر بشئ فيقدر بساعة وطهرها خمسة واربعين وحيضها تسعة

(۶۹۴) امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم از کم اوس کی تصدیق کرنے کے لیے چوّن ۵۴ روز کافی ہیں اس واسطے کہ نفاس کی کم مدت کی تو کچھ تعداد ہی نہیں ہے لہذا ایک گھڑی اسکی فرض کرلی جائیگی اور پینتالیس ۴۵ روز تین طہروں کے ہوئے اور نو روز تین حیضوں کے۔

۶۹۵ وتتركه الحرة والامة في عدة الوفاة عن نكاح صحيح التطيب والزينة والكحل والدهن لما صح انه عم نهى المعتدة عن الاكتحال والادهان والاختضاب بالحناء الا لعذر مثل ان يكون لها حكة فتلبس الحرير لاجلها او لا تجد ثوبا غيره قيل هذا اذا كان۔

(۶۹۵) عدت وفات میں عورت کو خواہ حرہ ہو یا باندی ہو بشرطیکہ اُس کا نکاح صحیح ہوا ہو لازم ہے کہ خوشبو لگانا اور سنگار کرنا اور سرمہ اور تیل لگانا سب چھوڑ دے اسواسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معتدہ کو سرمہ اور تیل لگانے اور مہندی لگانے سے منع فرمایا ہے بجز عذر ان چیزوں کا استعمال کرسکتی ہے مثلاً اُس کے خارش ہے تو اُس کے لیئے حریر پہن سکتی ہے یا بجز اُس حریر کے کپڑے کے اُسکے پاس دوسرا کپڑا نہیں ہے بعض نے کہا ہے اس قسم کا کپڑا

الثوب جديدا اما لو كان خليقا بحيث لا يقع به الزينة فلا بأس به۔

اگر نیا ہو تو بلا عذر نہیں پہن سکتی اگر پرانا ہو کہ اُس کے پہننے سے بناؤ سنگار نہیں پایا جاتا تو کچھ حرج نہیں ہو بلا عذر بھی پہن سکتی ہے۔

(٦٩٦) قيد النكاح بالصحيح احترازا عن الفاسد لانه واجب الزوال فلا تتأسف على زواله ولا تحاد عليها لاجله۔

(٦٩٦) نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی ہے تاکہ نکاح فاسد سے احتراز ہو جائے اسواسطے کہ وہ تو واجب الزوال ہوتا ہے اسکے جانیکا افسوس نکرنا چاہیے اور اسکے جانے سے عورت کو سوگ نہ کرنا چاہیے۔

(٦٩٧) فان قيل كيف جاز التأسف على زوال نعمة النكاح وقد قال الله تعالى لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم قلنا المراد بالاساءة والفرح ان يكون بصياح نقل ذلك عن ابن مسعود۔

(٦٩٧) اگر کہو زوال نعمت نکاح پر افسوس کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک تو فرماتا ہے لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم یعنی تا کہ غم نکرو اُس چیز پر جو تم سے جاتی رہی۔ اور خوشی نکرو اُس چیز کی جو تم کو دی ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ غم کرنے اور خوشی کرنے سے چلا کر اور شور مچا کر غم اور خوشی کرنا مراد ہے ایسی خوشی یا غم نکرنا۔

(٦٩٨) فان قيل لم لم يجب الحداد على الامة اذا اشتراها زوجها وقد زال نكاحها قلنا وجب الحداد عليها لكن لم يظهر في حق المولى لحل وطئها له بالشراء حتى لو اعتقها في هذه الحالة ظهرت الحداد۔

(٦٩٨) اگر کہو کہ لونڈی کو جب اسکا خاوند خرید لے تو اسپر سوگ کرنا کیوں نہیں واجب ہوتا باوجودیکہ اسکا نکاح بھی زائل ہو جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ سوگ تو اسپر واجب ہوتا ہے مگر مولا کے حق میں ظاہر نہیں ہوتا اس لئے کہ پہلے اسکو بذریعہ نکاح کے صحبت حلال تھی اب بذریعہ خرید لینے کے حلال ہو گئی کہ اگر اس حالت میں اسکو آزاد کر دیا تو اسکو سوگ کرنا لازم ہوگا۔

(٦٩٩) وتأمر به اي بالاحداد وترك الطيب والزينة المبتوتة اي المطلقة طلاقا بائنا وقال الشافعي لا نؤمرها به لانه اوحشها بالابانة فلا يجب عليها اظهار التأسف من فرقته ولنا انها ممنوعة عن النكاح في العدة فتمنع عن صفات داعية اليه لئلا تتوهم انها ملتمسة للازواج۔

(٦٩٩) جس عورت کو طلاق بائن دیجائے ہمارے نزدیک اُسکو بھی حکم ہو کہ سوگ کرے اور سنگار نکرے اور خوشبو نہ لگاوے۔ مگر امام شافعی رح فرماتے ہیں اُسکو یہ حکم نہیں ہے اس واسطے کہ خاوند نے تو اسکو طلاق بائن دیکر پریشان ہی کر دیا ہے پھر اسکی جدائی پر عورت کو افسوس کرنا کچھ ضرور نہیں ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حالت عدت میں اُس کو نکاح کرنا منع ہے تو جو چیزیں نکاح کی دواعی ہیں وہ بھی اُس کے لیے منع ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کو شوہروں کی تلاش ہے۔

(۷۰۰) قید بالمبتوتة لان الحداد واجب فی عدة الوفات اتفاقا وغیر واجب فی الرجعیة اتفاقا من الحقائق۔

(۷۰۰) طلاق بائن کے قید اسواسطے لگائی ہو کہ عدت وفات میں تو بالاتفاق سوگ کرنا واجب ہو اور طلاق رجعی میں بالاتفاق سوگ نہ کرنا چاہیے۔ من الحقائق۔

(۷۰۱) ولا نوجبه ای الاحداد علی ذمیة ولا صغیرة وقال الشافعی یجب علیها الحداد لعموم الحدیث السابق ولنا ان الحداد حق الشرع وهما لیسا من اهل الخطاب۔

(۷۰۱) ذمیہ عورت یا صغیر سن لڑکی پر ہمارے نزدیک سوگ کرنا واجب نہیں ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک ان پر بھی سوگ کرنا لازم ہو اسواسطے کہ حدیث مذکورہ بالا سب کے واسطے عام ہو۔ اور ہماری دلیل یہ ہو کہ سوگ کرنا شرع کا حق ہو اور یہ دونوں احکام شرعیہ کے ساتھ مخاطب نہیں ہیں۔

(۷۰۲) ولا احداد علی ام الولد اذا اعتقها مولاها لان الحداد لاظهار التأسف علی نعمة النکاح ولم یکن لها نکاح۔

(۷۰۲) ام ولد کو اگر اسکا مولی آزاد کر دے تو اوسپر سوگ کرنا واجب نہیں ہو اسواسطے کہ سوگ نعمت یعنی نکاح کی زائل ہو جانے پر غم ظاہر کرنے کے لئے ہی اور ام ولد کا نکاح میں نہیں ہوا کرتی ہی۔

(۷۰۳) ولا نخطب المعتدة ای لا تطلب للنکاح ولا بأس بالتعریض وهو ان تذکر شیئا وترید به شیئا لم تذکره کقوله ان لی فیك رغبة او قوله ارید ان اتزوج صالحة وانت صالحة ونحوهما لقوله تعالی ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء۔

(۷۰۳) معتدہ سے کسی شخص کو صراحتہً نکاح کی درخواست نہ کرنی چاہیے اور اگر بطور تعریض کے جس سے وہ عورت سمجھ جاوے بیان کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہو تعریض کے یہ معنی ہیں کہ ذکر تو کچھ کرے اور مطلب کچھ اور ہو مثلا اوس کو کہے تیرے ساتھ رغبت ہو یا یہ کہتا ہوں کسی نیک بخت عورت سے نکاح کرلوں اور تو بھی نیک بخت عورت ہو اور اسی قسم کے باتیں لقوله تعالی ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء یعنے اور تم پر اسمین کچھ مضائقہ نہیں کہ بطور تعریض کے عورتوں سے نکاح کی درخواست کرو۔

(۷۰۴) وفی التبیین هذا اذا کانت معتدة عن وفاة وان کانت معتدة عن طلاق لا یجوز التعریض اما فی الرجعی فلان الزوجیة قائمة واما فی المبتوتة فلان تعریضها یورث العداوة بینها وبین الزوج وکذا بینه وبین الخاطب۔

(۷۰۴) تبیین میں مذکور ہو کہ یہ جب ہو کہ وہ معتدة الوفات ہو اور اگر معتدہ طلاق ہو تو تعریض بھی درست نہیں ہو طلاق رجعی میں تو اسواسطے کہ زوجیت کا علاقہ موجود ہو اور بائن میں اسواسطے کہ اوس کے نکاح کی خواہش کرنے سے اوس میں اور خاوند میں دشمنی ہو جائیگی بلکہ اوسکی خاوند اور اس شخص میں بھی عداوت ہو جائیگی۔

(۷۰۵) ولا تخرج المطلقة الرجعية و المبتوتة اصلاً اى لا فى الليل ولا فى النهار لان النفقة دارة عليها فلا ضرورة لها الى الخروج حتى لو اختلعت على ان لا نفقة لها تخرج نهار المعاشها وقيل لا تخرج وهو الاصح لانها هى التى اسقطت حقها فلا يبطل به ما وجب عليها من عدم الخروج هذا فى الحرة واما فى الامة فتخرج لرعاية حق المولى فى الخدمة الا ان تبوئ لها منزلا فيترك استخدامها۔

ولو كانت المبانة كتابية فلها الخروج لانها غير مامورة بالشرائع الا ان للزوج ان يمنعها عن الخروج صيانة لمائه۔

(۷۰۶) وتخرج المتوفى عنها نهارا وبعض الليل اذ لا نفقة لها فحينئذ تحتاج الى الخروج وتبيت فى منزلها اى لا يكون فى الليل كله فى غير منزلها ولو باتت اقل من نصف الليل فلهذا لك لان البيتوتة عبارة عن الكون فى مكان اكثر الليل۔

(۷۰۷) وتعتد فى المنزل المضاف اليها سكنى اى من جهة السكنى حال وجوبها اى وجوب العدة بالموت او الفرقة

(۷۰۵) مطلقہ کو ہرگز گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے خواہ رجعیہ ہو یا بائنہ ہو نہ دن میں نہ رات میں اسواسطے کہ خاوند کے پاس سے اوسکو نفقہ دیا جائیگا اوسکو باہر جانیکی حاجت نہیں ہے حتے کہ اگر اوس نے اس شرط پر خاوند سے خلع کر لیا ہو کہ اوسکو نفقہ نہ دیا جائے تو دن کے وقت طلب معاش کے لئے نکل سکتی ہے اور بعض کہتے ہیں اسوقت میں بھی نہیں نکل سکتی اور یہی قول زیادہ ترصحیح ہے اسواسطے کہ اوس نے خود اپنا حق ساقط کر دیا ہے اس حق کے ساقط ہونے سے جو چیز اوسکے اوپر واجب ہے یعنے گھر سے باہر نہ جانا وہ اوسکے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم جو اوپر بیان کیا گیا حرہ کی لئے ہے اور اگر چھوکری ہے تو وہ بھی نکل سکتی ہے تاکہ مولا کا حق خدمت فوت نہو وے مگر جبکہ مولٰی اوسکے لئے کوئی مکان رہنے کو دیدے اور اوس سے خدمت لینا چھوڑ دی اور وہ مطلقہ کتابیہ عورت ہے تو اوسکو نکلنا جائز ہے اسواسطے کہ وہ احکام شرعیہ کے ساتھ مامور نہیں ہے مگر جس عورت میں خاوند اوسکو اپنے نطفہ کے حفاظت ۔

(۷۰۶) متوفی عنہا زوجہا یعنے جس کا خاوند مر جائے اوسکو عدت وفات میں باہر نکلنا درست ہے تمام دن اور کچھ رات میں اسواسطے کہ اوسکے لئے نفقہ تو مقرر ہی نہیں ہے لہذا نکلنے کے اوسکو حاجت پڑیگی مگر تمام رات گھر سے باہر نہیں رہ سکتی بلکہ اپنی گھر میں ہی اوسکو بیتوتت یعنے شب باشی کرنی چاہئے اور اگر آدھی رات سے کم دوسرے مکان میں ہے تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ ایک مکان میں بیتوتت کی معنے یہ ہیں کہ زیادہ رات اوس مکان میں گذار دے۔

(۷۰۷) موت یا فرقت سے عدت کی واجب ہونے کے وقت رہنے کے اعتبار سے جو اوس عورت کا مکان سمجھا جاتا ہو وہی مکان میں عورت کو عدت پوری کرنی چاہئے حتے کہ اگر خاوند نے

حتی لو طلقت فی منزل اهلها فعلیها ان تعود الی منزلها الذی کانت ساکنة فیه لقوله تعالیٰ ولا تخرجوھن من بیوتھن

اسوقت میں کہ جبکہ اپنی ماں کے گھر تھی طلاق دی ہو تو اسکو عدت میں رہنے کے لیئے اُس مکان میں جس میں رہتی تھی واپس آ جانا چاہیے لقوله تعالیٰ ولا تخرجوھن من بیوتھن یعنی او رمت نکالو انکو انکے گھروں سے۔

(۷۰۸) واذا اعتدت فی منزل الزوج یجعل بینها و بینه سترة حتی لا یقع الخلوة بالاجنبیة وان کان فاسقا یخاف علیها منه فالاولی خروجه لوجوب السکنی علیها فیه۔

(۷۰۸) اگر خاوند کے رہنے کے مکان میں وہ عدت میں رہے تو خاوند کے اور اُس عورت کے درمیان میں کچھ آڑ کر دینی چاہیے تاکہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت نہ پائی جاوے۔ اور اگر خاوند ایک فاسق فاجر آدمی ہے جس سے اُس عورت کے پاس رہنے سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے صحبت نہ کرے تو بہتر ہے کہ اُس خاوند کو وہاں سے

(۷۰۹) ولو کان الزوج غائبا وطلقها وکان یسکن باجرة اعطیتها باذن القاضی ویصیر دینا علی الزوج۔

(۷۰۹) اگر خاوند موجود نہیں ہے اور اُس نے طلاق دیدی ہے اور وہ کرایہ کے مکان میں رہتا تھا تو بحکم قاضی وہ مکان عورت کو کرایہ پر دلا دیا جائیگا اور اُس کا کرایہ خاوند کے ذمہ ہوگا۔

(۷۱۰) فان اخرجها الورثة من نصیبهم من الدار وضاق عنها ای من سکناها نصیبها من دار المیت او خافت علی مالها فیه انتقلت لان هذا الانتقال بعذر ولو اسکنوها فی نصیبهم باجرة وهی تقدر علی ادائها لا تنتقل وفی الکفایة تعین الموضع الذی ینتقل فی الوفاة الیها وفی غیرها الیه۔

(۷۱۰) اگر ورثہ نے خاوند کے مرجانے کے بعد عورت کو اپنے اپنے حصہ کے مکان سے نکالدیا اور اُس میت کے مکان میں عورت کا اسقدر حصہ نہیں ہے جو اُسکے رہنے کے لیئے کافی ہو سکے یا اُس مکان میں رہنے سے عورت کو اپنے مال کے چوری ہوجانیکا خوف ہے تو اُس مکان کو بدل دینا جائز ہے اِس واسطے کہ یہاں پر مکان سے منتقل ہونا عذر کی وجہ سے ہے۔ اور اگر وارثوں نے کرایہ سے اُس کو مکان میں رہنے کی اجازت دیدی اور وہ کرایہ دینے کی طاقت رکھتی ہے تو اُسی مکان میں اُس کو رہنا چاہیے۔ اَور مکان نہیں بدل سکتی ہے

(۷۱۱) ولو مات فی السفر فی مصر وقد کان معه امرأته او ابانها ای طلقها طلاقا بائنا فیه وبینها وبین کل من مصرها ومقصدها مسیرة السفر علیها ان تعتد فی المصر عند ابی حنیفة

(۷۱۱)۔ اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سفر میں تھا اور وہ ایک شہر میں مر گیا۔ یا بیوی کو اُس نے وہاں طلاق بائن دیدی اور وہاں سے اُس کا شہر اور جس جگہ کو وہ جانا چاہتی ہے دونوں مقام سفر کی مسافت پر واقع ہیں، تو امام صاحبؒ کے نزدیک اُسی جگہ عورت کو عدت پوری کرنی چاہیے

ولا تخرج بمحرم حتى تفرغ من عدتها

(٢) وأجازاه قبله أي الخروج بمحرم قبل الفراغ

(٣) قيد بالسفر إذ لو مات في الحضر لا تخرج اتفاقا وقيد بالمصر لأنه لو مات في مفازة أو طلقت فيها فهي بالخيار إن شاءت رجعت إلى مصرها وإن شاءت مضت إلى مقصدها سواء معها محرم أو لا اتفاقا لخوف الهلاك والقرية التي تقدر على المقام بها كالمصر في الحكم وقيده بقوله أو أبانها لأنه لو طلقها رجعيا فهي لا تفارق زوجها أما إذا طلقها رجعيا في منزلها فليس له أن يسافر بها قبل الرجعة من الحقائق وقيد بأن يكون بينها وبين مقصدها مدة سفر وكذا بينها وبين منزلها لأن كلا منهما لو كان دون مدة السفر تخرج إلى أيهما شاءت اتفاقا أو كان أحدهما مدة السفر والآخر دونها تخرج إلى الذي دونها اتفاقا وقيد بالمحرم لأنه لو انعدم لا تخرج اتفاقا۔

(٤) لهما أن المحرم عليها إنشاء السفر في العدة وهذا ليس بإنشاء لأن الطلاق وقع عليها وهي مسافرة فيجوز مع المحرم وله أن تأثير العدة في المنع من الخروج

اور جب تک عدت سے نہ فارغ ہو لے کسی محرم کے ساتھ بھی وہاں سے نہ جائے۔

(۲) صاحبین فرماتے ہیں عدت کے پورا کرنے سے پہلے کسی محرم کے ساتھ وہاں سے

(۳) سفر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر حضر میں ہے تو بالاتفاق وہاں سے کہیں جا نہیں سکتی اور شہر میں طلاق دینے یا مر جانے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر جنگل میں ایسا ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے گھر کو واپس چلی جائے یا جہاں جانا چاہتی ہو وہاں کو چلی جائے خواہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ یہاں ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور جو گاؤں ایسا ہو کہ وہاں رہ سکتی ہو اسکو بھی یہاں پر شہر کا حکم ہے۔ اور یہ قید کہ یا اسکو طلاق بائن دیدے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر طلاق رجعی دی ہے تو وہ اس طلاق سے خاوند سے علیحدہ نہ ہو جائیگی۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ اگر گھر میں اس نے بیوی کو طلاق رجعی دی ہے تو بدون رجعت کے اس کو سفر میں نہیں لیجا سکتا۔ من الحقائق۔ اور یہ قید کہ اس کا مکان اور جہاں کو جانا چاہتی ہے مدت سفر پر واقع ہوں اس واسطے لگائی ہے کہ اگر دونوں جگہ مسافت سفر سے کم ہیں تو جہاں چاہے بالاتفاق وہاں چلی جائے اور اگر ایک اس قدر دور ہے مگر ایک قریب ہے تو جو قریب ہو بالاتفاق وہاں کو چلی جائے۔ اور محرم کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر وہاں محرم نہیں ہے تو بالاتفاق وہاں سے نہیں جا سکتی۔

(۴) صاحبین رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت کی حالت میں عورت کے اوپر سفر کا شروع کرنا حرام ہے۔ اور یہاں تو طلاق ہے اس کے اوپر سفر کی حالت میں واقع ہوئی ہے۔ پس یہاں سے جانا سفر کرنا نہیں ہے۔ بلکہ سفر کا پورا کرنا ہے لہذا محرم کی

اقوی من تاثیر عدم المحرم لان العدة یمنع مطلق الخروج وان قل وعدم المحرم یمنع السفر فقط وعدم المحرم اذا کان مانعا من السفر فالعدة اولی وانما رخص مادون السفر لانه لیس بانشاء الخروج بل هو بقاء علی الخروج الاول وهی هنا منشئة باعتبار انه سفر فیحرم الخروج۔

ساتھ اُسکو یہان جانا درست ہوا۔ اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ محرم کے نہونے کو سفر کے منع ہونے مین اسقدر دخل نہین ہی جسقدر عدت کو سفر کے منع ہونے مین ہو دیکھو کہ محرم کے نہونے سے صرف وہ سفر نہین کرسکتی ہی اور عدت مین ہونے سے مطلق جا ہی نہین سکتی اگرچہ گھر سے باہر ہی کیون نہو اور جب کہ محرم کے نہونے سے سفر کرنا اُسکو منع ہوجاتا ہی تو عدت کے ہونے سے بطریق اولی اُسکو سفر کرنا جائز نہوا اور اگر سفر سے کم مسافت ہو

فصل فی ثبوت النسب

فصل ثبوت نسب کے بیان مین

(۷۱۵) ویقدر اقل الحمل ستة اشهر لقوله تعالی وحمله وفصاله ثلثون شهرا وقوله تعالی والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین۔

(۷۱۵) کم از کم حمل کی مدت کا اندازہ چھ مہینے ہین لقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا یعنی اور اُسکا پیٹ مین رکھنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے ہو وقولہ تعالی وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ یعنی اور مائین اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائین۔

(۷۱۶) ونقدر اکثره ای اکثر مدة الحمل سنتین۔

(۷۱۶) اور زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت کا اندازہ ہمارے نزدیک دو سال ہین۔

(۷۱۷) لا اربعا ای قال الشافعی هو اربع سنین لان الضحاك ولدته امه لاربع سنین بعد ما نبت ثنایاه وهو یضحك۔

(۷۱۷) امام شافعی رح فرماتے ہین زیادہ سے زیادہ حمل کی مدت چار سال ہی اسواسطے کہ ضحاک چار سال مین جب اُسکے دانت بھی نکل آئے تھے ہنستے ہوئے اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین۔

(۷۱۸) ولنا قول عائشة رضی الله عنها لا یبقی الولد فی رحم امه اکثر من سنتین ولو بفلکة مغزل ومثله لا یعرف الا سماعا۔

(۷۱۸) اور ہماری یہ دلیل ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض نے فرمایا ہی جتنی دیر مین چرخہ گھوم جاتا ہی اتنی دیر بھی دو برس سے زیادہ اپنی مان کے پیٹ مین بچہ باقی نہین رہتا اور ایسی باتون کا مدار سننے پر ہوتا ہی۔

(۷۱۹) واذا اقرت بانقضاء العدة

(۷۱۹) اگر معتدہ نے عدت کے گذرنیکا خواہ وہ

اى معتدة كانت ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار يثبت نسبه لظهور كذبها حيث اقرت بالانقضاء ورحمها مشغول او لستة لم يثبت اى ان ولدت لستة اشهر من وقت اقرارها لم يثبت النسب لاحتمال حدوث الحبل بنكاح جديد فلم يتيقن كذبها۔

کوئی عدت ہو اقرار کیا اور اس اقرار کرنے سے چھ مہینے سے کم عرصہ میں اسکے کچھ اولاد پیدا ہو تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوگیا کہ اقرار کرتے وقت اسکے پیٹ میں بچہ تھا اور اسکا اقرار کرنا جھوٹا تھا اور اگر اقرار کرنے سے چھ مہینے میں اسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو اسکا نسب ثابت نہ ہوگا اسلیے کہ یہاں نکاح جدید سے حمل کے پیدا ہونیکا احتمال ہے پس اسکے جھوٹا ہونیکا اسوقت میں یقین نہیں ہے۔

(٧٢٠) فان قيل كيف صح هذا الاقرار وفيه ابطال حق الولد من النسب قلنا انها امينة فى الاخبار عما فى رحمها ويجوز ابطال حق الغير بقول الامين كما اذا اقرت بانقضاء عدتها يبطل حق الزوج۔

(٧٢٠) اگر کہو کہ یہ اقرار باوجودیکہ اسمیں نسب کے اعتبار سے بچہ کے حق کا باطل کرنا ہے کیونکر صحیح ہوگیا تو اسکا جواب ہے کہ اپنے پیٹ کی خبر دینے میں شرع کے اندر عورت کو امین سمجھا گیا ہے اور امین کے قول سے دوسرے کا حق باطل کر دینا جائز ہے جس طرح عورت کے انقضاء عدت کی خبر دینے سے خاوند کا حق باطل ہو جاتا ہے۔

(٧٢١) اذا اتت به الرجعية لسنتين او اكثر ثبت نسب الولد ما لم تقر بانقضائها اى انقضاء العدة وكان مراجعا لان الزنا منتف عن المسلم ظاهرا فيحمل على ان العلوق وقع بعد الطلاق۔

(٧٢١) طلاق رجعی کے بعد اگر عورت کے دو سال یا اس سے زیادہ میں بھی بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا جبتک عورت عدت کا گذر جانا بیان نہ کرے۔ اور اس سے رجعت ثابت ہو جائیگی اسلیے کہ بظاہر مسلمان کی شان سے زنا کا صادر ہونا نہیں ہے اور یہی سمجھا جائیگا کہ طلاق کے بعد حالت عدت میں اسکو حمل ہوا ہے۔

(٧٢٢) فان قيل انتفاء الزنا ممكن بغير هذه الجهة بان يتزوج بزوج اخر بعد انقضاء عدتها فيكون الولد منه قلنا الابقاء اسهل من الابتداء فكان اولى۔

(٧٢٢) اگر کہو زنا نہونے کی صورت تو اسکے علاوہ اور بھی نکلسکتی ہے اسطرح پر کہ بعد انقضاء عدت کے اوس نے دوسرے سے نکاح کرلیا ہو اور یہ حمل اس نکاح سے ہو تو اسکا جواب ہے کہ پہلے ہی نکاح کا باقی رکھنا بہ نسبت نکاح جدید کی ثابت کرنیکے آسان ہے لہذا باقی رکھنا ہی مناسب ہے۔

(٢٣) قيد بعدم اقرارها لانها لو اقرت بانقضاء العدة فهو كما قالت اذا كان في مدة يصلح لثلثة اقراء۔

(٢٣) یہ قید کہ عورت انقضاء عدت کا صورت مذکورہ میں اقرار نہ کرے اس واسطے لگائی ہے کہ اگر اس عورت نے عدت کا گزر جانا بیان کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ طلاق سے اتنی مدت کے بعد عدت کا گزرنا بیان کیا کہ جو تین حیض کے پورے ہونے کی گنجائش ہو۔

(٢٤) والاقل اي اذا اتت بولد لاقل من سنتين يثبت نسبه لوجود العلوق في النكاح او في العدة وبانت من زوجها لانقضاء عدتها بوضع الحمل ولما احتمل كون العلوق قبل الطلاق وبعده لم يصر مراجعا بالشك فان قيل لم لم يجعل مراجعا بحمل الوطي على وجوده بعد الطلاق لان الحوادث محمولة على اقرب اوقاتها قلنا لان الرجعة بالفعل خلاف السنة ولا يظن بالمسلم العاقل الاقدام على خلاف السنة فلا يحمل عليه مع امكان غيره۔

(٢٤) اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ یا تو یہ حمل حالت نکاح کا سمجھا جائیگا یا حالت عدت کا مگر یہاں رجعت نہیں ثابت ہوگی۔ بلکہ خاوند سے علیحدہ ہو جائیگی اس واسطے کہ وضع حمل سے اس کی عدت گزر گئی اور چونکہ حمل میں دونوں احتمال ہیں کہ قبل طلاق کا ہو یا بعد طلاق کا اس واسطے شک سے رجعت نہیں ثابت ہو سکتی اگر کہو یہاں پر اس طرح سے رجعت کیوں نہ ثابت کر دیجائے کہ طلاق کے بعد ہی صحبت کا وجود ثابت کیا جائے کیونکہ حوادث اقرب اوقات پر محمول ہوا کرتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ رجعت بالفعل سنت کے خلاف ہے اور مسلم عاقل کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ خلاف سنت پر اقدام کرے پس باوجود دوسری صورت کے ممکن ہونیکے اس رجعت پر جو خلاف سنت ہے محمول نکرینگے۔

(٢٥) والمبتوتة اي اذا اتت المعتدة عن طلاق بائن بولد لاقل منهما اي من سنتين يثبت نسبه لاحتمال قيام الحمل وقت الطلاق فيثبت احياء للولد۔

(٢٥)۔ اگر مطلقہ بائنہ کے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ طلاق کے وقت حمل کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ لہذا بچے کے زندہ رکھنے کی خاطر اس کا نسب ثابت کر دیا جائے گا۔

(٢٦) ولهما اي لو اتت به لتمام سنتين من حين الفرقة لم يثبت نسبه لحدوث الحمل بعد الطلاق يقينا لانه وطء المبتوتة حرام في العدة الا اذا ادعاه بان يدعي نسب الولد فيثبت حملا له على وطء

(٢٦) اگر وقت فرقت سے دو سال میں بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا اس واسطے کہ یہاں پر یقینا طلاق کے بعد حمل کا قائم ہونا معلوم ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ سے عدت میں صحبت کرنا حرام ہے مگر جس صورت میں خاوند اس کے نسب کا دعوی کریگا تو نسب ثابت ہو جائیگا

علی انه وطئها فی العدة بشبهة۔

صحبت کرلی ہوگی۔

(۷۲۷) وفی التبیین هذا ما ذکروه وفیه نظر لان المبتوتة بالثلث اذا وطئها الزوج کان شبهة الفعل وفیها لا یثبت النسب وان ادعاه نص علیه فی کتاب الحدود۔

(۷۲۷) تبیین میں مذکور ہے فقہاء نے اسطرح بیان کیا ہے مگر اسمیں کچھ کلام ہے اسواسطے کہ تین طلاق کے بعد اگر خاوند اوس سے شبہ سے صحبت کرلے تو یہاں بھی۔ فعل میں شبہ ہے مگر باوجود خاوند کے دعویٰ کرنیکے بھی یہاں نسب نہیں ثابت ہوتا کتاب الحدود میں اسکی تصریح موجود ہے

(۷۲۸) هل یشترط تصدیق المرأة اذا ادعاه الزوج فیه روایتان۔

(۷۲۸) اگر خاوند دعوے کرے تو عورت کی تصدیق بھی شرط ہے یا نہیں اسمیں دو روایتیں آئی ہیں۔

(۷۲۹) وان کانت هذه ای المبتوتة صغیرة یجامع مثلها فجاءت به یثبته الی سنتین ای یثبت ابو یوسف نسب الولد الی اخر هذه المدة او رجعیة ای کانت الصغیرة مطلقة طلاقا رجعیا فالی سبعة وعشرین شهرا ای یثبت ابو یوسف نسب ولدها الی هذه المدة لانه جعل مراجعا فی عدتها وهی ثلثة اشهر ویثبت بعدها فی السنتین

(۷۲۹) اگر وہ مطلقہ بائنہ صغیرہ ہے مگر صحبت کرنے کے لائق ہے اور اوسکے طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو سال کے مدت تک اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر اوسکو طلاق رجعی دی ہے تو اوسکے بعد ستائیس مہینے تک اگر اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت طلاق یعنی تین مہینے کے اندر خاوند کو سمجھا جائیگا کہ اوس نے مراجعت کرلی اور ازان بعد دو سال تک نسب ثابت ہوجائیگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۷۳۰) واثبتاه ای نسب ولد الصغیرة اذا اتت به لاقل من تسعة اشهر فیهما ای فی المبتوتة والرجعیة۔

(۷۳۰) امام صاحب رح اور امام محمد رح کے نزدیک خواہ وہ صغیرہ مطلقہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اگر نو مہینے سے کم میں اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو دونوں صورتوں میں ثابت النسب ہوگا۔

(۷۳۱) او متوفی عنها زوجها ای لو کانت الصغیرة معتدة عن الوفاة فجاءت بولد فالی سنتین ای یثبت ابو یوسف نسب ولدها الی سنتین واثبتاه ان اتت به لاقل من عشرة اشهر وعشرة ایام

(۷۳۱) اگر صغیرہ کا خاوند مر جائے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو برس تک اگر اوس کے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح کے نزدیک اگر دس مہینے اور دس روز سے کم میں پیدا ہوگا تب تو ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

ایام۔

(۷۳۲) اعلم ان الخلاف فیما اذا سکتت الصغیرة و لم تدع حبلا و لم تقر بانقضاء عدتها اما اذا ادعته صارت مقرة بانها بالغة وکانت فی نسب ولدها کالکبیرة او اقرت بمضی العدة بعد ثلاثة اشهر ثم جاءت بولد لاقل من ستة اشهر یثبت نسبه وان ولدت لستة اشهر او اکثر لم یثبت سواء کان رجعیا او بائنا اتفاقا لان عدتها ثلثة اشهر بالنص ومضیها کاقرار الکبیرة بمضی عدتها۔

(۷۳۳) له فی المسائل السابقة ان الکلام فی المراهقة وهی قابلة للحبل فیحتمل ان یکون حاملا قبل الطلاق او الوفاة فیکون انقضاء عدتها بوضع الحمل ویحتمل انها حبلت بعد انقضاء عدتها بثلثة اشهر فی الطلاق واربعة اشهر وعشر فی الوفاة فاذا وقع الشك فی الانقضاء جعل عدتها غیر منقضیة فیثبت نسبه الی سنتین کما فی البالغة ولهما ان صغرها ثابت بیقین وهو مناف لحبلها فلا یزول بالاحتمال فاهو ثابت بیقین فیحکم بمضی عدتها بثلثة اشهر فی الطلاق وباربعة اشهر وعشرا

(۷۳۲) جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اوس صورت میں ہے کہ وہ صغیرہ سکوت کرے اور حمل کا اقرار نہ کرے اور نہ عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور اگر اوس نے حمل کا دعوے کیا تو گویا اوس نے اپنے بالغ ہونیکا اقرار کیا اور وہ اپنی اولاد کے نسب کے اعتبار سے جوان عورت کے مانند ہوگی یا تین مہینے گذر جانیکے بعد اوس نے عدت کے گذر جانیکا اقرار کیا اور پھر چھ ماہ سے کم میں اوسکی بچہ پیدا ہوا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے یا اوس سے زائد میں پیدا ہوا تو بالاتفاق ثابت نہوگا خواہ وہ مطلقہ بائنہ ہو یا رجعیہ ہو اسواسطے کہ بحکم نص اوسکی عدت تین مہینے ہیں اور اونکا گذر جانا صغیرہ کیلئے ایسا ہی ہے جیسا جوان عورت کیلئے انقضاء عدت کا اقرار کرنا۔

(۷۳۳) مسائل سابقہ میں امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ کلام مراہقہ کے اندر ہے یعنی جو قریب البلوغ ہے اور وہ حمل کے قابل ہوتی ہے تو اوس میں یہ احتمال ہے کہ قبل طلاق یا قبل وفات اپنے خاوند کے وہ حاملہ ہو پس اوسکی عدت وضع حمل ہونی چاہیے اور یہ بھی احتمال ہے کہ طلاق کی تقدیر پر تین ماہ گذر چکنے کے بعد وہ حاملہ ہوئی ہو یا وفات کی صورت میں چار ماہ دس یوم گذر چکنے کے بعد حاملہ ہوئی ہو پس جب عدت کے گذر نے میں شک واقع ہو گیا تو یہ سمجھیں گے کہ اوسکی عدت منقضی نہیں ہوئی لہذا دو سال تک اوسکا نسب ثابت ہوگا جیسے بالغہ عورت کی تقدیر پر اور امام صاحب رح اور امام محمد رح کی یہ دلیل ہے کہ اوسکا صغیرہ ہونا تو یقینًا ہی ثابت ہے اور صغیرہ ہونا حمل کے منافی ہے تو جو چیز یقینی ہے وہ احتمال سے زائل نہیں ہو سکتی لہذا طلاق کے اندر تین مہینے سے اوسکی عدت گذر چکنے

في الوفاة ويحمل الحمل على انه حادث بعد مضيها فلا يثبت النسب۔

اور وفات کی صورت مین چار مہینے دس روز ہے اور حمل کو یہ سمجھین گے کہ انقضاء عدت کے بعد پایا گیا ہی لہذا اوسکا

(۷۳۴) واذا لم تقر معتدة الوفاة التي اعتدت لوفاة زوجها بانقضائها اي بانقضاء عدتها ولم تقر بالحبل ايضا واتت به لتمام عشرة اشهر وعشرة ايام اثبتناه اي نسب ولدها من زوجها وقال زفر لا يثبت۔

(۷۳۴) اگر متوفی عنہا زوجہا نہ اپنی عدت کے گذرنیکا اقرار کرے اور نہ حمل کا اقرار کرے اور دس مہینے دس دن گذرجانیکے بعد اوسکے بچہ پیدا ہو تو ہمارے نزدیک وہ ثابت النسب ہوگا اور اوس متوفی کے اولاد ہوگا مگر امام زفر رح فرماتے ہین وہ ثابت النسب نہوگا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۷۳۵) هذا الخلاف فيما اذا كانت معتدة الوفاة كبيرة لانها لو كانت صغيرة فنسب ولدها انما يثبت اذا اتت به لاقل من عشرة اشهر وعشرة ايام عند ابي حنيفة ومحمد كما سبق۔

(۷۳۵) یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ معتدہ وفات بالغ عورت ہو اور اگر صغیرہ ہے تو امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک اوسکے بچے کا نسب اوسوقتین ثابت ہوگا جب دس ماہ دس یوم سے کم مین پیدا ہووے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے۔

(۷۳۶) قيد بعدم الاقرار لانها لو اقرت بانقضائها لا يثبت اتفاقا وقيد بتمام عشرة اشهر وعشر لانها لو اتت به لاقل منها يثبت اتفاقا۔

(۷۳۶) اقرار نہ کرنیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر اوسنے انقضاء عدت کا اقرار کرلیا تو بالاتفاق نسب نہ ثابت ہوگا اور یہ قید کہ دس مہینے دس روز کے بعد پیدا ہوا اسواسطے لگائی ہی کہ اگر اوس سے کم مین پیدا ہو تو بالاتفاق ثابت النسب ہوگا

(۷۳۷) له ان حبلها لما لم يكن ظاهرا ثبت بالنص انقضاء عدتها بمضي اربعة اشهر وعشر ولو ثبت مضي عدتها باقرارها ثم اتت بولد لا يثبت نسبه فاولى ان لا يثبت فيما نحن فيه لان الثابت بالنص اقوى من الثابت باقرارها ولنا ان انقضاء عدتها بالشهور مشروط بعدم الحمل وهذا انما

(۷۳۷) امام زفر رح کی یہ دلیل ہے کہ جب اوسکا حمل ظاہر نہین تہا تو بحکم نص اوسکی عدت چار مہینے دس روز ثابت ہوئی اور جس صورت مین وہ اپنی عدت کی گذرجانے کا اقرار کرے اور پہر اوسکے بچہ پیدا ہوتا تو وہ ثابت النسب نہوتا تو صورت متنازعہ فیہا کی اندر بطریق اولے نسب ثابت نہونا چاہیے اسواسطے کہ جو بحکم نص ثابت ہے اوسکو قوت ہے اوس سے جو اوسکی اقرار سے ثابت ہو۔ اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عدت کے مہینون سے گذرنے مین شرط یہ ہے

یعرف من جهتها فلا یحکم بانقضاء عدتها ما لم تقر به فلما ولدت فی مدة یمکن ان یکون العلوق من زوجها قبل موتها یثبت نسبه منه حملا لامرها علی الصلاح۔

کہ حمل نہوا اور حمل کا نہونا عورت کی ہی طرف سے معلوم ہو سکتا ہے پس تاوقتیکہ وہ اقرار نہ کریگی انقضاء عدت کا حکم نہیں دیسکتی اور جب ایسی مدت مین اوسکے بچہ ہوا ہو کہ خاوند کے نطفہ سے اوس حمل کا ہونا ممکن ہے لہذا اوسکا نسب خاوند سے ثابت ہو جائیگا اس مین عورتکی بھلائی ہے۔

(۷۳۸) فاذا اتت به معتدة الوفاة فکذبها الورثة فی الولادة فثبوته ای ثبوت نسبه مشروط عند ابی حنیفة لشهادة رجلین او رجل وامرأتین علی ولادتها قیدنا بتکذیب الورثة لانهم لو اقروا بالولادة یثبت النسب لانهم قائمون مقام الزوج ولو اقر بها لثبت النسب فکذا لو اقروا۔

(۷۳۸) اگر معتدہ وفات کے کچھ اولاد پیدا ہوئی اور ورثہ نے اسبات مین کہ اوسکے پیدا ہوئی ہے عورت کی تکذیب کی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسکی ثابت النسب ہونیمین دو مردون یا دو عورتون اور ایک مرد کا اوسکی ولادت پر گواہ دینا شرط ہے اور تکذیب ورثہ کی اسلیئے قید لگائی ہے کہ اگر ورثہ نے ولادت کا اقرار کرلیا تو نسب ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ورثہ خاوند کے قائمقام ہین اور خاوند کے اقرار کرنے سے تو نسب ثابت ہوجاتا ہی لہذا اونکے اقرار سے بھی ثابت ہوجائیگا

(۷۳۹) الا ان یکون حبل ظاهر او اعتراف ای لو کان بالمرأة حبل ظاهر او اقرار الزوج حال حیوته بالحبل یثبت نسبه بلا شهادة رجلین۔

(۷۳۹) اگر حمل ظاہر ہے یا اوس کے خاوند نے زندگی مین اوسکے حاملہ ہونیکا اقرار کرلیا ہی تو بلا گواہی کے اوسکا نسب ثابت ہوجائیگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۷۴۰) واما شهادة القابلة فلا بد منه لتعیین الولد اتفاقا لاحتمال ان یکون الولد غیر دون المعین وانما الخلاف فی ثبوت نفس الولادة بعقد المعتدة فعند ابی حنیفة یثبت اذا تأیید مؤید من ظهور حبل او اعتراف الزوج وعندهما یثبت بشهادة قابلة۔

(۷۴۰) اور تعیین ولد کیلیئے دائی کی گواہی بالاتفاق ضروری ہے اسواسطے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو پیدا ہوا ہے اس بچہ کی غیر ہو اور اختلاف اسبات مین ہی کہ نفس ولادت کے ثابت ہونے مین معتدہ کا قول کافی ہے یا نہین تو امام صاحب رح کے نزدیک اگر کسی دوسری چیز سے اوسکی تایید ہوجائے تو اوس سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے جیسے حمل کا ظاہر ہونا یا خاوند کا اقرار کرنا اور صاحبین رح کے نزدیک دائی کی گواہی سے ولادت ثابت ہوجاتی ہے۔

(١٤٧) و اثبتاه بواحدة اى بشهادة امرأة واحدة مسلمة عادلة بولادة لان الفراش وهو ان تتعين المرأة للولادة لشخص واحد قائم بقيام العدة والفراش ملزم للنسب وانما احتيج الى تعيين الولد فشهادة القابلة كافية فيه وله ان الالزام على الغير لا يجوز الا بحجة واما عند ظهور الحبل او اقرار الزوج فلم يحتج الى الشهادة لان النسب يثبت قبل الولادة والعدة مضت باقرارها بوضع الحمل فلم يبق فراش وكذا الخلاف لو كانت معتدة عن طلاق وانكر الزوج الولادة۔

(١٤٧) صاحبین رح کے نزدیک اگر ورثہ اوسکی تکذیب کرین تو ایک عورت مسلمہ عادلہ اگر ولادت کی گواہی دیگی تو ولادت ثابت ہو جائیگی اسواسطے کہ فراش یعنی عورت کا ایک شخص کے لیے ولادت کے واسطے مخصوص ہونا جبتک عدت کا زمانہ ہی برابر ثابت ہی اور فراش ایسی چیز ہو کہ نسب کو لازم کر دیتا ہی اب اگر ضرورت ہی تو تعیین ولد کی ضرورت ہی اوسکا ندر ایک دائی کی گواہی کافی ہی اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ دوسرے کسی چیز کا لازم کر دینا بدون حجت کی جائز نہیں ہی لہذا دو مرد و ن یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی ضروری ہی مگر جسوقت مین حمل ظاہر ہو گیا ہی یا خاوند نے اقرار کر لیا تہا تو گواہی کی ضرورت نہین ہی اسواسطے کہ نسب تو قبل از ولادت ہی ثابت ہی اور باقی رہی عدت سو وہ عورت کی وضع حمل کا اقرار کرنے سے گذر گیی اور اب فراش نہین رہا یہی اختلاف اوس صورت مین بہی ہی کہ وہ معتدہ طلاق ہو اور خاوند ولادت کا انکار کرے ۔

(٢٤٧) والطلاق المعلق بالولادة لا يقع بشهادة واحدة بها اى اذا قال لامرأته ان ولدت فانت طالق فشهدت امرأة بولادتها لا تطلق عند ابى حنيفة وقالا تطلق لان الولادة مما لا يطلع عليها الرجال فشهادة المرأة مقبولة فيها فكذا فيما يتعلق بها وله انها ادعت الحنث عليه فلا يثبت الا بحجة تامة والطلاق منفك عن الولادة ذاتا فلا يلزم من قبولها فيها قبولها فيه كما اذا اشترى مسلم لحما فشهد مسلم بانه ذبيحة مجوسى تقبل شهادته فى

(٢٤٧) اگر طلاق کو ولادت کے ساتھ مشروط کیا ہی تو ایک عورت کی ولادت کی گواہی دینے سے وہ نہ واقع ہو گی یعنی اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تیرے بچہ پیدا ہو تو تجہپر طلاق ہی پہر ایک عورت نے گواہی دی کہ اسکی بچہ پیدا ہوا ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک اوسپر طلاق واقع نہو گی اور صاحبین رح فرماتے ہین واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ ولادت ایسی چیز ہی کہ مردون کو اوس سے آگاہی نہین ہو سکتی لہذا ایک عورت کی گواہی اوس مین مقبول ہی پس جو چیز ولادت کی ساتھ مشروط ہی یعنی طلاق اوس مین بہی اوسکی گواہی معتبر ہو گی ۔ اور امام صاحب رح کی دلیل یہ ہی کہ یہان پر گویا اوسنے خاوند پر قسم کے اندر حانث ہونیکا دعوی کیا ہی پس بدون حجت تامہ کے اوسکا دعوی نہین ثابت ہو سکتا اور طلاق جدا چیز ہی و ولادت جدا چیز ہی یعنی باعتبار ذات کے طلاق کو اوس سے کچھ علاقہ نہین تو ولادت مین اوسکی گواہی

حرمة اكله ولا يقبل في الرجوع بالثمن على البائع۔

مقبول ہونے میں نہیں لازم آتا کہ طلاق میں بھی مقبول ہو جس طرح ایک مسلمان گوشت خرید لے اور پھر ایک مسلمان اس بات پر گواہی دے کہ یہ جانور مجوسی کے ہاتھ کا

٧٤٣، وان اقر بالحبل ثم علق طلاقها بالولادة فهي طالق من غير شهادة امرأة عند ابي حنيفة لان اقراره بالحبل اقرار بما يفضي اليه وهو الولادة وقالا لا تطلق الا بشهادة القابلة لانها مدعية الحنث ولا بد لها من حجة وهي شهادة امرأة۔

٧٤٣، اگر خاوند نے اولاً حمل کا اقرار کر لیا بعد ازاں اوسکی طلاق کو ولادت کے ساتھ معلق کیا تو امام صاحب رح کے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی اور کسی عورت کی ولادت پر گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ خاوند کے حمل کے ساتھ اقرار کرنا بعینہٖ ولادت کے ساتھ جو حمل کا انجام ہے اقرار کرنا ہے اور صاحبین رح فرماتے ہیں بدون قابلہ کی شہادت کے اوسپر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت خاوند پر قسم کی حانث ہونیکا دعویٰ کرتی ہے جسکے لیے حجت کا ہونا لازمی ہے اور وہ ایک عورت

٧٤٤، واذا تزوجها فاتت به اي بالولد لاقل من ستة اشهر من وقت تزوجها لم يثبت نسبه منه او لستة اي ان ولدت لستة اشهر فصاعدا يثبت ان اعترف به الزوج بالولادة او سكت لان الفراش قائم۔

٧٤٤، اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور چھ مہینے سے کم میں اوسکے بچہ پیدا ہوا تو اوس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہوگا اور اگر چھ مہینے میں یا اوس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ خاوند اوسکی ولادت کا اقرار کرے یا سکوت کرے اسواسطے کہ اوسکا فراش قائم اقرار کے ہے

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

٧٤٥، وان جحد الولادة حال قيام النكاح يثبت بواحدة اي الولادة بشهادة امرأة ويثبت النسب بفراش حتى لو نفاه الزوج يلاعن والله اعلم

٧٤٥، اگر حالت قیام نکاح میں خاوند نے ولادت کا انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور فراش کے موجود ہونیکی وجہ سے اوسکا نسب ثابت ہو جائیگا حتی کہ اگر خاوند نے اوسکا انکار کیا تو اوس سے لعان لیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل في النفقة

فصل نفقہ کے بیان میں

٧٤٦، وتجب للمرأة مسلمة كانت او كافرة صحيحة كانت او مريضة على زوجها النفقة والكسوة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

٧٤٦، بیوی کے لیے خاوند پر خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو تندرست ہو یا بیمار ہو نفقہ اور کپڑا اور رہنے کو جگہ دینا واجب ہے لقولہ تعالیٰ وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن یعنی باپ پر ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور عورتوں کا حسب دستور لقولہ تعالیٰ اسکنوهن

بالمعروف والسكنى لقوله تعالى اسكنوهن من حيث سكنتم بتسليم نفسها في منزل زوجها قيد به لانها لو لم تزف الى بيت زوجها لا تستحق النفقة وهو رواية عن ابي يوسف ومختار بعض المتاخرين لكن في ظاهر الرواية يجب لها النفقة اذا لم يطالبها الزوج بالانتقال فانها سلمت نفسها اليه معنى لكن التقصير وجد من جهة الزوج حيث ترك النقل فذا لا يوجب بطلان حقها فان طالبها به وامتنعت لاستيفاء مهرها فلها النفقة ايضا وان امتنعت بغير حق فلا نفقة لها كذا في الذخيرة وذكر في الكافي الفتوى على ظاهر الرواية

من حیث سکنتم یعنے جگہ دو عورتوں کو جہاں تم رہتے ہو۔ مگر خاوند پر نفقہ وغیرہ اوسوقت واجب ہوتا ہی کہ خاوند کے گھر آجائے اور اپنی جان کو اوسکے حوالہ کر دے اسلیے کہ اگر خاوند کے گھر ہنوز وہ نہیں آئی ہی تو اوسپر نفقہ واجب نہیں ہی اور یہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہی اور بعض متاخرین کے نزدیک یہی مختار ہی مگر ظاہر روایت کے موافق یہ ہی کہ اگر خود خاوند ہی اوسکو اپنے گھر نہ بلائی تو نفقہ واجب ہی اسواسطے کہ فی الحقیقت عورت نے تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ مین دیدیا اور اب کوتاہی خاوند کیطرف سے ہی جو اوسکو نہیں بولاتا ہی اس سے عورت کا حق نہیں باطل ہو سکتا اور اگر عورت کو خاوند نے اپنے گھر بولانا چاہا اور اوسنے اپنا مہر لینے کے لیے آنے سے انکار کیا تب بھی اوسکا نفقہ واجب ہی اور اگر بلا حق شرعی وہ آنے سے انکار کرتی ہی تو اوسکا نفقہ واجب نہیں ہی۔ کذا فی الذخیرۃ اور کافی میں مذکور ہے کہ ظاہر روایت پر فتوی ہی

* * * * * * * * *

(٤٧٧) على قدر حاله لقوله تعالى لينفق ذو سعة من سعته فلو كان الزوج معسرا والمرأة موسرة فعليه نفقة الاعسار لانه هو المخاطب باداء ما في وسعه وهو مختار الكرخي وظاهر الرواية۔

(٤٧٧) یہ نفقہ وغیرہ خاوند کی حیثیت کے موافق واجب ہوتا ہی لقولہ تعالی لینفق ذو سعۃ من سعتہ یعنے چاہیے کہ خرچ دیوے کشایش والا اپنی کشایش سے۔ پس اگر خاوند تنگدست اور عورت مالدار ہی تو خاوند پر تنگدستوں کا سا نفقہ واجب ہے اسلیے کہ اوسکو یہی حکم ہے کہ اپنی گنجایش کے موافق نفقہ دیوے اور یہی کرخی کے نزدیک مختار اور ظاہر روایت ہی

(٤٧٨) وقيل حالهما اي يجب على قدر حالهما في اليسار والاعسار وبه يفتى وهو مختار الخصاف والمذكور في الهداية وان كان احدهما موسرا والاخر معسرا فلها نفقة الوسط وهو ان يكون

(٤٧٨) بعض کہتے ہیں دونوں کا حال دیکھکر نفقہ واجب ہوتا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خصاف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ ہدایہ میں لکھا ہے دونوں میں سے اگر ایک آسودہ حال اور ایک محتاج ہے تو اوسط درجہ کا نفقہ واجب ہے یعنے تنگدستوں کے نفقہ سے تو زیادہ اور آسودہ

فوق نفقة الاعسار دون نفقة الایسار۔

حال لوگوں کے نفقہ سے کم۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۴۹۷) ونقدر بالکفایة یعنی النفقة واجبة بقدر کفایتها لقوله عم لامرأة ابی سفیان خذی من مال ابی سفیان مایکفیك وولدك بالمعروف ای بلا اسراف ولا تقتیر وفی الحدیث اشارة الی ان النفقة غیر مقدرة لان الکفایة تختلف بحسب الزمان والطباع والرخص والغلاء فلا معنی لتقدیر الشافعی من انها علی الموسر مدان وعلی المعسر مد وعلی المتوسط مد ونصف۔

(۴۹۷) ہمارے نزدیک نفقہ کا اندازہ یہ ہو کہ عورت کے لیے کافی ہو جائے اسواسطے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی سے فرمایا ہو تو ابوسفیان کے مال میں سے اسقدر جو تجھکو اور تیری اولاد کو حسب دستور بس ہو لیلے نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکلیف کے ساتھ اور حدیث میں اسبات کی طرف یہی اشارہ پایا جاتا ہو کہ نفقہ کا کچھ اندازہ نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ کا کافی ہونا باعتبار زمانوں اور طبیعتوں اور گرانی اور ارزانی کے مختلف ہوتا رہتا ہے پھر امام شافعی رح کے اندازہ معین کرنیکے کیا معنی ہیں کہ آسودہ حال پر تو ہر روز دو مد ہیں اور محتاج پر ایک مد اور متوسط الحال پر ڈیڑھ مد۔

(۵۰۰) ویقبل قوله فی اعسارہ عنها ای عن النفقة لانه منکر وتسمع بینتها علی یسارہ لانها مدعیة ویوجب ابو یوسف نفقة خادمین علی الموسر لو وجبة لیقوم احدهما بامور داخل البیت والاخر بخارجه وعن ابی یوسف اذا کانت فائقة بنت فائق زفت الی زوجها مع خدم کثیرة استحقت نفقة الخدم کلها واکتفیا بواحدة اذ الواحد یقوم بامر بیتها والزیادة للزینة حتی ان الزوج لو قام بنفسه خدمتها لم یلزمه نفقة الخادم۔

(۵۰۰) خاوند کو نفقہ سے اپنی تنگدستی ثابت کرنی فقط کہدینا کافی ہوگا اسلئے کہ وہ منکر ہو اور اگر عورت اوسکو آسودہ حال ثابت کرنا چاہیگی تو اوسکو بینہ قائم کرنی ہوگی اور اوسکی بینہ معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ مدعیہ ہو اگر خاوند متمول ہو تو ابو یوسف رح کے نزدیک بیوی کے دو نوکروں تک کا بھی نفقہ دینا پڑیگا تاکہ ایک اندر کا کام کاج کرے اور ایک باہر کا اور امام ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ بھی ہو کہ اگر وہ عورت متمول اور امیرزادی ہو اور بہت سے خدمتگار اپنے ساتھ خاوند کے گھر لائی ہو تو خاوند کو سبکا نفقہ دینا پڑیگا۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد صاحب رح فرماتے ہیں صرف ایک خادم کا نفقہ خاوند دیسکتا ہو اسواسطے کہ ایک خادم سب کام اندر باہر کے کرسکتا ہے اور ایک سے زیادہ صرف فخر اور زینت کے لیے ہوتے ہیں کہ اگر خاوند اوسکا کام کردیا کرے تو ایک خادم کا بھی نفقہ اوسکو نہ دینا پڑیگا۔

قيد بالموسر لانه لو كان معسرا لا يجب عليه نفقة خادمها في رواية عن ابي حنيفة۔

شمول ہونیکی اسواسطے قید لگائی ہے کہ اگر تنگدست ہو تو امام صاحب سے موافق ایک روایت کے اسپر خدمتگار کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

۷۵۱ وفي الذخيرة هذا اذا كان لها خادم فان لم يكن لا يفرض على الزوج نفقة الخادم وهذا اذا كان الخادم مملوكا لغيرها وكان حرا فقيل يجب عليه وقيل لا

(۷۵۱) ذخیرہ میں مذکور ہے یہ جب ہے کہ جب عورت کے پاس کوئی خدمتگار ہو اور اگر خدمتگار نہیں ہے تو خاوند پر خدمتگار کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے اور یہ بھی جب ہے کہ وہ مملوک کسی اور کا ہو اور اگر حر ہے تو اسکے نفقہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک واجب نہیں ہے

۷۵۲ في المحيط لو امتنع خادمها عن الخدمة لا يجب على الزوج نفقته لانها انما يجب باداء الخدمة۔

(۷۵۲) محیط میں مذکور ہے اگر اسکا خدمتگار خدمت نکرے تو خاوند پر نفقہ خدمتگار کا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ خدمت ادا کرنے سے واجب ہوتا ہے۔

۷۵۳ وفي نوازل ابي الليث ان كانت المرأة تقدر على الخدمة بنفسها تجبر عليها لان رسول الله صلعم جعل خدمة داخل البيت على المرأة وكذا قضى بين علي وفاطمة۔

(۷۵۳) نوازل ابی اللیث میں مذکور ہے کہ اگر عورت خود کام کاج کر سکتی ہے تو زبردستی کے ساتھ اسکو کام کرنا پڑے گا۔ اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے اندر کا کام دھندہ عورت کے اوپر لازم کیا ہے اور ایسا ہی حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ میں آپنے فیصلہ کیا ہے۔

۷۵۴ ان نشزت عن بيت زوجها فلا نفقة حتى تعود اليه لان النفقة جزاء الاحتباس في بيته فلا تستحقها بدونه واما اذا نشزت عن التمكين في بيت زوجها لا تسقط نفقتها لانه قادر على وطئها كرها۔

(۷۵۴) اگر خاوند کی بلا رضامندی اسکے گھر سے چلی گئی۔ تو جبتک وہاں سے واپس نہ آوے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے اسواسطے کہ نفقہ گھر میں رکھنے کے بدلے میں ہوتا ہے پس بدون اسکے واجب نہ ہوگا۔ اور اگر خاوند کے گھر میں ہے مگر اپنے ساتھ صحبت نہیں کرنے دیتی تو اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اسواسطے کہ خاوند اس سے زبردستی صحبت کر سکتا ہے۔

۷۵۵ ولا نفقة للصغيرة التي لا توطأ مثلها وان كانت في منزله لان المانع من جهتها۔

(۷۵۵) صغیرہ عورت کا جو صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ خاوند ہی کے گھر میں ہو اس واسطے کہ یہ مانع عورت ہی کی طرف سے ہے۔

(۷۵۶) فان قیل کان ینبغی ان لاتجب النفقة للزوجة الرتقاء والقرناء مع انها واجبة قلنا الرتقاء یقد جماعها فیما دون الفرج من التفخیذ وغیره وکان الاحتباس بمنفعة مطلوبة من النکاح فتجب النفقة وکذلک المریضة فعلی هذا اذا کانت الصغیرة مشتهاة یمکن جماعها فیما دون الفرج فلها النفقة کذا فی الذخیرة۔

(۷۵۶) اگر کوئی اعتراض کرے کہ اسکی موافق اوس عورت کا نفقہ بھی واجب نہونا چاہئے جس کو رتق یا قرن کے بیماری ہو باوجودیکہ اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ تو اوسکا یہ جواب ہے کہ ایسی عورت سے اگرچہ فرج مین جماع نہین کرسکتے مگر اوسکی ران وغیرہ مین صحبت کرسکتی ہین اور اوسکا گہر مین رکہنا ایک غرض کے ساتھ ہوگا جو اوسکو نکاح سے مقصود ہو لہذا نفقہ واجب ہوگا اور اسیطرح مریضہ کا حال ہی لہذا اگر وہ صغیرہ اتنی ہو کہ صحبت کی قابل تو نہین ہو مگر اوسکو خواہش ہوتی ہے اور سوای فرج کے اور جگہ اوس سے جماع کرسکتے ہین تو اوسکا نفقہ واجب ہی کذا فی الذخیرہ

(۷۵۷) ویجب ای النفقة الکبیرة فی مال الصغیر لان التسلیم وجد من جهتها والعجز قائم من جهته فصار کالعنین

(۷۵۷) اگر عورت جوان ہو اور خاوند صغیر سن بچہ ہے تو اوسکی مال مین عورت کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے یہاں کچھ قصور نہین ہے وہ تو اپنی جان کو اوسکے قبضہ مین دیچکی البتہ شوہر کی طرف سے یہاں ہے

(۷۵۸) ولا نفقة للمتوفی عنها ای المعتدة عن وفاة زوجها لان ملکه انقطع عن ترکته ولا یمکن ایجاب النفقة فی ملک الورثة۔

(۷۵۸) متوفی عنہا زوجہا کے لئے حالت عدت کے اندر خاوند کے مال سے نفقہ واجب نہین ہی اسواسطے کہ اوسکے خاوند کا علاقہ ملکیت مرنیکی وجہ سے اپنی مال سے منقطع ہوگیا اور ورثہ کی مال مین اوسکا نفقہ واجب ہو نہین سکتا۔

(۷۵۹) ونوجبها للمبانة فی العدة کالرجعیة کما وجب النفقة للمطلقة الرجعیة اتفاقا۔

(۷۵۹) جس طرح مطلقہ رجعیہ کا نفقہ خاوند پر بالاتفاق واجب ہوتا ہی اسیطرح ہمارے نزدیک مطلقہ بائنہ کا نفقہ حالت عدت مین واجب ہے۔

(۷۶۰) وفی الذخیرة المعتدة اذا خرجت من بیت العدة سقط نفقتها فاذا عادت الیه عادت النفقة۔

(۷۶۰) ذخیرہ مین مذکور ہے اگر معتدہ عدت کی گہر مین سے دوسرے مکان مین رہنے لگی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اور پہر جب وہاں جائیگی پہر لازم ہوجائیگا۔

(۷۶۱) وقال الشافعی لانفقة للمبتوتة لما روی عن فاطمة بنت قیس انها قالت طلقنی زوجی ثلثا فلم یفرض لی

(۷۶۱) امام شافعی رح کی نزدیک مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے اس واسطے کہ فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے وہ کہتی ہین کہ میرے خاوند نے مجھکو تین طلاقین دیں تو رسول

رسول الله سكنى ولا نفقة۔

(٧٦٢) اقول مخالفته لنا ليس على الاطلاق لانها اذا كانت حاملا عنه فلها النفقة عنده لقوله تعالى وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن هكذا ذكر في كتبه من غير نقل قول اخر عنه فلو قال و نوجبها للمبانة في العدة كالرجعية لا للحامل فقط لكان اولى۔

(٧٦٣) ولنا ما روى عن عمر انه ؏ قال للمطلقة الثلث النفقة والسكنى مادامت في العدة وما رواه عمر وجابر وعائشة رضـ۔

(٧٦٤) واذا تزوج عبد حرة باذن اى باذن مولاه تعلقت النفقة برقبته فيباع فيها مرة بعد اخرى لان النفقة تتجدد وجودها فيكون في حكم دين حادث فلو مات سقطت لفوات محل الاستيفاء۔

(٧٦٥) وقيل ان قتل العبد تجب النفقة في قيمته والصحيح انه تسقط فيها ايضا لان القيمة انما تقام مقام الرقبة في دين لا يسقط بالموت والنفقة صلة تبطل بالموت قبل القبض كذا قاله القدوري۔

(٧٦٦) وحر اى اذا تزوج حر امة فان

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نہ تو سکنی کیلئے مکان تجویز دلوایا اور نہ نفقہ دلوایا۔

(٧٦٢) میں کہتا ہوں کہ امام شافعی ہر تقدیر پر ہماری مخالف نہیں ہیں اسواسطے کہ اگر حاملہ ہو تو اونکی نزدیک بھی مطلقہ بائنہ کا نفقہ وضع حمل تک واجب ہے بقولہ تعالی و ان کن اولات حمل فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن یعنے اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو اونکی وضع حمل تک و نفقہ خرچ کرو اسیطرح پر امام شافعی کی کتابوں میں مذکور ہے اور دوسرا قول اسکے سوا انسے منقول نہیں ہے پس اگر مصنف یہاں اسطرح سے بیان کرتا کہ مطلقہ رجعیہ کیطرح مطلقہ بائنہ کیلئے ہم نفقہ کو واجب کرتے ہیں نہ فقط حاملہ

(٧٦٣) ہماری دلیل حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین طلاق دی ہوئی کیلئے جبتک وہ عدت میں ہے نفقہ اور سکنی ہے اور یہ روایت جو نقل کی ہے حضرت عمر رضہ اور حضرت جابر رضہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضہ اور سبکو رد کیا ہے

(٧٦٤) اگر ایک غلام نے باذن اپنی مولے کے ایک حرہ عورت سے نکاح کر لیا تو بیوی کا نفقہ اوسکی گردن پر ہوگا اور بار بار اوسکی نفقہ میں فروخت ہوا کریگا اسلئے کہ نفقہ تو روز بروز نیا ہے پس اوسکا حکم ایسا ہے جیسے روز اوسکا اوپر نیا قرضہ ہوتا جاتا ہے اور غلام کے مر جانے سے ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ جس سے وصول کرتی وہی جاتا رہا۔

(٧٦٥) بعض کا قول ہے کہ اگر غلام کو کوئی قتل کر ڈالے تو اوسکی قیمت میں نفقہ واجب ہو جائیگا مگر صحیح ہے کہ اوسمیں بھی ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ قیمت اوس قرضہ میں ذات کے قائم مقام ہو جاتی ہے جو مرنے سے ساقط نہو اور نفقہ ایک قسم کا صلہ ہے جو قبل القبض خاوند کے مر جانے سے ساقط ہو جاتا ہے قدوری نے اسیطرح بیان کیا ہے۔

(٧٦٦) اگر ایک حر نے چھوکری سے نکاح کیا تو اگر اس چھوکری

ای بوّأها منزلہ ای ان خلی بینها وبینه فی منزلہ ولا یستخدمها وجبت النفقة علی الزوج حتی لو استخدمها المولی بعد التبویة سقطت النفقة۔

کے مولی نے چھوکری کو جدا مکان خاوند کے پاس رہنے کے لیے دے رکھا ہو اور اُس سے خدمت نہیں لیتا ہو تب تو خاوند پر نفقہ واجب ہے حتی کہ اگر شب باشی کے بعد بھی مولی اُس سے خدمت لیتا ہے تب بھی خاوند کے ذمے سے اُس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

٧٦٧ اعلم ان قید الحر اتفاقی لان العبد والمکاتب والمدبر کالحر فی هذا الحکم والمدبرة وام الولد کالامة کذا فی المحیط۔

(٧٦٧) جاننا چاہیے کہ حر کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اس حکم کے اندر اگر خاوند عبد یا مکاتب یا مدبر ہے تو اُسکا بھی حکم یہی ہے اور ایسے ہی مدبرہ اور ام ولد کا حال چھوکری کا سا ہے۔ کذا فی المحیط

٧٦٨ والافلا ای ان لم یبوءها فلا نفقة لها وان بوءها بعد الطلاق منعنا الوجوب ای وجوب النفقة وقال زفر لها نفقة العدة لانها صارت مستحقة للنفقة فتستحق النفقة ولنا انها لم تستحقها عند الطلاق فلا تستحقها بالاحتباس بعد ذلک۔

(٧٦٨) اگر مالک نے چھوکری مذکورہ کے لیے مکان جدا نہیں کر دیا ہو تو خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد اُسکو جدا مکان دیدیا تو ہمارے نزدیک نفقہ نہ واجب ہوگا اور امام زفر فرماتے ہیں خاوند کو نفقہ حالت عدت کا اس وقت میں دینا پڑیگا اسلیے کہ اُسکی حق کی وجہ سے عدت میں بیٹھے گی لہذا نفقہ کی مستحق ہوگی ہماری دلیل یہ ہے کہ جب طلاق کے وقت نفقہ کی وہ مستحق نہ تھی تو اب عدت میں بیٹھنے سے بھی نہیں مستحق ہو سکتی۔

٧٦٩ وتسقط النفقة عن الزوج بکل فرقة جاءت منها ای من المرأة بمعصیة کالردة۔

(٧٦٩) خاوند بیوی میں اگر عورت کی طرف سے معصیت کرنیکی وجہ سے تفریق ہوئی ہو مثلاً مرتدہ ہو جانے کی وجہ سے تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

٧٧٠ قیدنا السقوط بالنفقة لان السکنی واجبة لها بای فرقة کانت لان القرار فی البیت لا یسقط عنها بالمعصیة حتی لو خالعها علی ان لا سکنی لها علیه ولا نفقة تسقط النفقة دون السکنی لانه حق الشرع کذا فی المحیط وقید بقوله منها لان الفرقة بمعصیة لو صدرت من قبل الزوج فلها

(٧٧٠) نفقہ کے ساقط ہونیکی قید اسواسطے لگائی ہے کہ رہنے کا مکان اُسکو بہر صورت دینا پڑیگا کسی طرح سے فرقت ہوا سواسطے کہ معصیت کیوجہ سے قرار فی البیت اُس کے ذمے سے نہیں ساقط ہو سکتا حتی کہ اگر ایک عورت نے اس شرط پر اپنے خاوند سے خلع کیا ہے کہ تیرے اُوپر میرا نفقہ ہو نہ سکنی ہے تو نفقہ ساقط ہو جائیگا مگر رہنے کے لیے جگہ خاوند کو دینی پڑیگی اسلیے کہ یہ حق شرعی ہے۔ اور یہ قید کہ وہ معصیت عورت کی طرف سے ہو اسواسطے لگائی ہے کہ اگر فرقت خاوند سے معصیت

النفقة ان كانت من خلاف بها وقيد بالمعصية لان الفرقة لو حصلت بها وهي بخيار العتق والبلوغ والتفريق بعدم الكفاءة لا تسقط نفقتها لانها حبست نفسها بحق فصارت كما لو حبست لاستيفاء المهر

اُسکو نفقہ دینا پڑیگا اور معصیت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر بدون معصیت کے عورت کی طرف سے تفریق ہوئی ہو جیسے خیار عتق یا خیار بلوغ یا عدم کفوت کی وجہ سے تو عورت کا نفقہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بحق شرعی اپنی جان کو حبس کیا ہے جیسے مہر وصول کرنیکے لئے خاوند کے گھر آنے سے انکار کرے تو بھی

(١) قوله ولو بعد الطلاق اى ولو كانت ارتدادها بعد كونها مطلقة ثلثا تسقط نفقتها ايضا

(١) اگر تین طلاق پانے کے بعد وہ مرتد ہو گئی تو بھی اُس کا نفقہ ساقط ہو جائیگا۔

(٢) قوله اعلم ان سقوطها ليس لعين الردة بل لانها تخرج من بيتها للحبس حتى لو لم تخرج فلها النفقة ثم لو اسلمت المعتدة المرتدة بعد ما حبست يعود النفقة ثم لو اسلمت المنكوحة بعد ما حبست لا تعود والفرق ان الفرقة في المنكوحة وقعت من قبلها وفي المعتدة لم يقع من قبلها بل وقعت بالطلاق ولكن النفقة سقطت بالحبس واذا زال المانع عادت۔

(٢) جاننا چاہیے کہ نفقہ کا ساقط ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مرتد ہو گئی ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ مرتد ہو جانیکی وجہ سے قید کرنے کے لئے اُسکو خاوند کے مکان سے نکال لیا جاویگا حتی کہ اگر اُسکے مکان سے نہ نکالا تو نفقہ واجب ہوگا پھر اگر قید کرنیکے بعد وہ مطلقہ مرتدہ مسلمان ہو گئی تو پھر اُسکا نفقہ واجب ہو جائیگا اور اگر منکوحہ عورت مرتد ہو گئی اور پھر قید کے بعد مسلمان ہو گئی تو اُسکا نفقہ واجب نہ ہوگا اور دونوں میں یہ فرق ہے کہ منکوحہ جو مرتد ہوئی ہے تو فرقت اُسی کی طرف سے پائی گئی ہے اور معتدہ کی فرقت اُس کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ طلاق سے ہوئی ہے اور اُسکے بعد جو مرتد ہوئی ہے تو قید کی وجہ سے اُسکا نفقہ ساقط ہوگیا تھا جب مانع جاتا رہا تو نفقہ پھر واجب ہو جائیگا۔

(٣) قوله وتقبيل ابن زوجها في الملك يعني لو كانت معتدة عن طلاق وقبلت ابن زوجها فلا نفقة لها قوله في الملك يفيد ان هذا الحكم في المعتدة عن رجعي لان ملك النكاح باق والفرقة من قبلها ولهذا لو قبلها ابن الزوج مكرهة يقع الفرقة ولا تسقط النفقة۔

(٣) اگر ملک نکاح کے اندر حالت عدت میں عورت نے اپنے خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لیلیا تو اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا ملک کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق رجعی مراد ہے اسواسطے کہ وہاں پہلا نکاح باقی رہتا ہے اور بوسہ لینے کی وجہ سے فرقت عورت ہی کی طرف سے پائی گئی۔ لہذا اگر خاوند کے بیٹے نے جبرًا اُس کا بوسہ لیلیا تو فرقت واقع ہو جائیگی اور نفقہ نہ ساقط ہوگا۔

(٤) قوله ولو كانت معتدة عن بائن فقبلت ابن زوجها فلها النفقة لان الفرقة وقعت بالطلاق والتقبيل

(٤) اور اگر مطلقہ بائنہ نے حالت عدت میں خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ فرقت طلاق کی وجہ سے واقع ہو گئی۔ اور اس فعل کو فرقت

لفعلها فيها۔

مین کچھ دخل نہین ہے۔

(۷۷۵) وفی المنتقی والخانیة لو قبلها وقال لم یکن ذلک عن الشهوة صدق الا ان یکون مع انتشار الالة

(۷۷۵) منتقی اور خانیہ مین مذکور ہی اگر ایک شخص کے بیٹے نے اُسکی بیوی کا بوسہ لیلیا اور خاوند نے کہا کہ یہ بوسہ شہوت سے نہین لیا ہی تو اُسکا قول معتبر ہوگا مگر جسوقت مین بوسہ لیتے وقت اُسکو تندی ہو ئی ہو۔

(۷۷۶) وفی الامالی لو قبلت ابن زوجها وقالت کان عن شهوة ان کذبها الزوج لا یفرق۔

(۷۷۶) امالی مین مذکور ہے اگر اپنے خاوند کے بیٹے کا ایک عورت نے بوسہ لیا اور کہا کہ مین نے شہوت سے لیا ہی اور خاوند نے اُسکی

(۷۷۷) وبحبسها ای تسقط النفقة اذا حبست فی دین کان علیها لان الاحتباس وقع من جهتها وهی مما طلتها دینها

(۷۷۷) اگر عورت پر کسیکا قرضہ تھا اور اُسمین وہ قید کر لیگئی تو خاوند سے اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ اپنے ہی قرضہ مین وہ قید ہوئی ہی اور گویا وہ خود خاوند کے گھر سے نکل گئی ہی۔

(۷۷۸) و باخذ غاصب ای اذا اخذها غاصب فذهب بها کرها تسقط نفقتها لان فوت الاحتباس لم یکن من جهته لیجعل الاحتباس باقیا حکما وان لم یفت من جهتها ایضًا۔

(۷۷۸) اگر کوئی شخص زبردستی کسی کی بیوی کو چھین کر لیجائے تو خاوند سے اوسکا نفقہ ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ گھر سے نکالدینا خاوند کیطرف سے نہین پایا گیا ہی تاکہ حکمًا اوسکو باقی سمجھین اگرچہ عورت بھی خود نہین نکل گئی ہے۔

(۷۷۹) وحجها بحرم لا زوج مسقط ای اذا حجت مع محرمها ولم یکن زوجها معها فلا نفقة لها عند ابی حنیفة وخالفه ای قال ابو یوسف لها نفقة الحضر دون السفر۔

(۷۷۹) امام صاحب رح کی نزدیک اگر ایک شخص کی بیوی اپنے کسی محرم کو ساتھ لیکر خاوند کی حج کو جائے تو خاوند پر اُسکا نفقہ نہین ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کی کہ اونکے نزدیک سفر کا نفقہ تو خاوند کو دینا نہ پڑیگا مگر جو حالت حضر مین نفقہ ہوتا ہوگا اوسکے حساب سے دینا پڑیگا۔

(۷۸۰) وفی الذخیرة هذا اذا حجت بعد تسلیم نفسها لانها لو حجت قبله فلا نفقة لها اتفاقا

(۷۸۰) ذخیرہ مین مذکور ہی یہ جب ہی کہ خاوند کا اپنے اوپر قبضہ کرادے اور پھر حج کو جاوے اور اگر ابھی تک خاوند کا قبضہ نہین ہوا تھا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ لازم نہین ہی۔

(۷۸۱) قید بقوله لا زوج لان زوجها لو کان معها فی السفر لم تسقط نفقتها اتفاقا۔

(۷۸۱) یہ قید کہ خاوند اُسکے ساتھ حج مین نہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر خاوند بھی اُسکے ساتھ ہوگا تو بالاتفاق اُسکا نفقہ ساقط نہوگا۔

(٧٨٢) لابي يوسف انها مشغولة
باداء الفرض فلا يكون ناشزة ولكن
ان احتباسها عليه فات من جهتها
فتسقط نفقتها۔

(٧٨٢) امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وہ ادائے فرض
مین مشغول ہی اور ناشزہ یعنے نافرمان نہین ہی۔ اور امام صاحب رح
کی دلیل یہ ہی کہ عورت کی طرف سے ہی خاوند کے گھر سے نکل جانا
پایا گیا لہذا اُسکا نفقہ ساقط ہو جائیگا۔

(٧٨٣) ولو مرضت في منزله اى في
منزل الزوج لم تسقط نفقتها لان
الاحتباس المفضي الى بعض المقاصد
قائم وهو استيناسها وحفظها منزله
وغير ذلك والمانع من الاستمتاع عارض
فاشبه الحيض۔

(٧٨٣) اگر خاوند کے گھر عورت مریض ہو گئی تو اُسکا نفقہ
نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ بعض مقاصد صرف اُسکے گھر مین رہنے
ہی سے حاصل ہو جاتے ہین جیسے اُسکے ساتھ دل کا لگا رہنا
اور گھر کی حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ اور باقی رہا صحبت کا
کرنا تو ایک عارضی چیز اُسکے مانع ہو گئی ہے جیسے
حیض مانع ہو جایا کرتا ہی۔

(٧٨٤) وفي قوله مرضت في منزله
اشارة الى انها لو كانت مريضة في منزلها
فلا نفقة لها لكن ذكر في الذخيرة ان
مرضت في منزلها فلها النفقة لانها
غير مانعة نفسها من الزوج بغير حق

(٧٨٤) مصنف رح کی اس قول مین کہ خاوند کی گھر مریض
ہو جائے اسبات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر اپنے گھر جاکر
مریض ہو جاوے تو اُسکا نفقہ نہین ہی مگر ذخیرہ مین مذکور
ہی کہ اگر اپنے گھر بھی مریض ہو جاوے تو بھی اُسکا نفقہ لازم ہوتا ہی
اسواسطے کہ اُسکی طرف سے بلا حق خاوند کیلئے ممانعت نہین پائی جاتی۔

(٧٨٥) واذا قضى القاضي على الزوج
بنفقة الاعسار ثم ايسر فخاصمته
تمم اى قضى لها نفقة اليسار وبالعكس
اى لو كان قضى لها نفقة اليسار ثم اعسر
زوجها فنفقة المعسر يعني يقضي لها
نفقة المعسر لان القضاء بالنفقة
كان باعتبار حاله فيتبدل بتبدله

(٧٨٥) اگر قاضی نے خاوند کی تنگدستی کے موافق نفقہ کا حکم دیدیا
اور اُسکے بعد وہ آسودہ حال ہو گیا اور عورت نے اُس سے مخاصمت
کی تو قاضی کو اب اُسکی آسودگی کے موافق نفقہ کا حکم دیدینا چاہیے
اور اگر اس کے عکس ہی کہ اولا اُس نے آسودگی کے موافق نفقہ کا
حکم دیا تھا اور بعد ازان وہ تنگدست ہو گیا تو اب قاضی کو تنگدستی کے
موافق نفقہ کا حکم دینا چاہیے اسواسطے کہ نفقہ کا حکم دینا اُسکے حال کے
اعتبار سے ہی پس اُسکے حال کے بدلنے سے نفقہ کا حکم بھی بدل جائیگا۔

(٧٨٦) وتسقطها اى نفقة الزوجة
عن الماضي اى عن زمان لم ينفق فيه
عليها الا لفرض اى الا ان يكون القاضي

(٧٨٦) گذشتہ زمانہ مین جو خاوند نے عورت کو نفقہ نہین دیا
ہی اب وہ ہمارے نزدیک ساقط ہو جائیگا مگر جس صورت مین قاضی نے
اُس زمانہ مین نفقہ کا حکم دیدیا ہو اور قاضی کے حکم کے بعد اُس نے

فرض لها النفقة او صالحها ای یکون الزوجان تصالحا عن النفقة الماضیة علی مقدار معلوم فلا تسقط فیلزمه القاضی بالمفروض وبما صالحا علیه وقال الشافعی لا تسقط۔

نفقہ نہ دیا ہو تو اب دینا پڑیگا یا خاوند بیوی نے گذشتہ زمانہ کے نفقہ سے کچھ خاص مقدار پر فیصلہ کر لیا ہو تو اب ساقط نہ ہوگا بلکہ خاوند کو وہ ادا کرنا پڑیگا اور جو قاضی نے پہلے اسکو حکم دیا تھا یا جس پر خاوند بیوی نے فیصلہ کر لیا تھا قاضی اسکے ذمہ پر وہ لازم کر دیگا اور امام شافعیؒ

۸۷ قیدنا بنفقة الزوجة لان نفقة القریب اذا لم یفرضه القاضی تسقط بمضی المدة اتفاقا۔

(۸۷) زوجہ کے نفقہ کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ قرابت دار کا نفقہ اگر قاضی اسکے ذمہ نہ مقرر کرے تو مدت گزرنے سے بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہے۔

۸۸ له ان النفقة بدل عن احتباسه ایاها فیکون دینا علیه بلا قضاء کالاجرة ولنا ان هذه صلة تجب بقدر الکفایة عند الاحتباس کرزق القاضی فی بیت المال والصلة انما تملک بالتسلیم حقیقة او بتاکد بالقضاء والرضاء۔

(۸۸) امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اسکے گھر میں رکھنے کے بدلے میں واجب ہوتا ہے پس بدون حکم قاضی کے بھی خاوند کے ذمے وہ دین ہے جس طرح اجرت ہوتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نفقہ ایک طرح کا صلہ ہے جو بقدر کفایت عورت کے گھر میں رکھنے سے خاوند پر واجب ہوتا ہے جس طرح بیت المال سے قاضی کے لیے نفقہ بقدر کفایت مقرر ہوتا ہے اور صلہ کے اوپر حقیقۃً قبضہ کرنے سے ملکیت

۸۹ وبموت احدهما بعد القضاء بمدة یعنی اذا قضی القاضی علی الزوج بنفقة ومضی علیه مدة فمات او ماتت هی تسقط النفقة عندنا وقال الشافعی لا تسقط وکذا الخلاف فیما اصطلحا علیه۔

(۸۹) اگر قاضی نے شوہر پر نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت گزر گئی اور شوہر نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور ان دونوں میں سے کوئی اس کے بعد مر گیا تو ہمارے نزدیک نفقہ ساقط ہوجائیگا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں ساقط نہ ہوگا اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ کچھ مقدار پر صلح کریں اور پھر ایک مر جائے۔

۹۰ له انها دین علیه فلا تسقط کسائر الدیون ولنا انها صلة وهی وان تاکدت بالقضاء لکن لم یتم بدون قبضها فحکمنا ببقائها حالة الحیوة نظرا الی تاکدها وحکمنا بسقوطها نظرا الی عدم تمامها

(۹۰) امام شافعی رحمہ اللہ کی یہ دلیل ہے کہ وہ خاوند کے اوپر دین ہے پس جس طرح اور دیون مرنے کے بعد نہیں ساقط ہوتے یہ بھی نہ ساقط ہوگا۔ اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ ایک طرح کا صلہ ہے اگرچہ قاضی کے حکم سے اسکو ایک طرح کا استحکام ہوگیا ہے مگر چونکہ قبضہ نہیں پایا گیا اس لیے وہ ناتمام ہے لہذا حالت حیات میں تو ہم نے استحکام کا لحاظ کرکے نفقہ کو باقی رکھا۔

اعمالا بالدليلين -

اور مرنے کے بعد اوسکے ناتمام ہونیکا لحاظ کرکے ساقط ہو جانیکا حکم دیدیا

(٧٩١) اعلم ان هذا الحكم فيما اذا فرض القاضى النفقة ولم يأمرها بالاستدانة اما لو امرها بالاستدانة عليه لا تسقط النفقة بموت احدهما هذا هو الصحيح لان للقاضى ولاية عامة واستدانتها عليه بامر القاضى كاستدانة الزوج فلا تسقط بالموت كذا فى النهاية -

(٧٩١) جاننا چاہیے کہ یہ حکم اوسوقت ہی کہ قاضی خاوند کے اوپر نفقہ کا حکم کر دے مگر عورت کو یہ حکم نہ دے کہ قرض لیلیکر خاوند کیطرف سے اپنا نفقہ کیا کرے اور اگر قاضی نے عورت کو قرض لینے کا حکم کر دیا ہی تو دونوں میں سے ایک کے مرنیسے نفقہ نہ ساقط ہوگا و ہذا ہو الصحیح اسلوسطے کہ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی اور بحکم قاضی خاوند کے طرف سے عورت کا قرض لینا ایسا ہی ہی جیسا خود خاوند کا قرض لینا لہذا مرجانیسے نہ ساقط ہوگا - کذا فی النہایۃ -

(٧٩٢) ولو عجل نفقة سنة ثم مات اجاز الاسترجاع بحسابه اى قال محمد تجب لها نفقة ما مضى الى وقت الموت سواء كانت النفقة قائمة او مستهلكة ياخذ الورثة مابقى منها وقالا لا يسترجع منها بشئ ولو كانت هالكة من غير استهلاكها لا يسترد اتفاقا -

(٧٩٢) اگر خاوند نے ایک سال کا پیشگی اوسکو نفقہ دیدیا بعد ازاں مرگیا تو امام محمد رح صاحب کے نزدیک حساب کرکے جسقدر زیادہ ہوگا اوسکے ذمہ نکلیگا واپس لیلیا جائیگا یعنے موتکی وقت تک کا نفقہ تو اوسکے لیے واجب ہوگا اور باقی جو نکلیگا اوسکو ورثہ واپس لیلینگے خواہ وہ نفقہ موجود ہو یا عورت نے اوسکو ضائع کر دیا ہو اور صاحبین رح فرماتے ہیں کہ اوس سے کچھ واپس لیا جائیگا اور اگر خود وہ بدون عورت کے ضائع کیے ضائع ہوگیا ہی تو بالاتفاق اوس سے کچھ نہ لیا جائیگا -

(٧٩٣) ولو عجل نفقة لاجنبية ليتزوجها فماتت قبل ان يتزوجها فلا يسترد اتفاقا من الحقائق وعلى هذا الخلاف الكسوة

(٧٩٣) اگر ایک اجنبی عورت کو اوسکے ساتھ نکاح کے قصد سے کچھ پیشگی نفقہ دیدیا اور نکاح کرنیسے قبل وہ عورت مرگئی تو بالاتفاق یہ شخص اوس نفقہ کو واپس لیسکتا ہی من الحقائق یہی اختلاف کپڑیکے اندر ہی -

(٧٩٤) له ان نفقتها كانت عوضا عن احتباسها فيبطل العوض بقدر ما فات المعوض ولهما انها كانت صلة فاتصل بها قبضها فصارت كالهبة المقبوضة ولا يرجع فيها بعد الموت -

(٧٩٤) امام محمد رح کی یہ دلیل ہی کہ نفقہ عورت کے گھر میں رکنے کے بدلے میں تھا پس جسقدر معوض جاتا رہا ہی عوض بھی جاتا رہیگا اور امام صاحب رح اور امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ وہ صلہ تھا اور جب اوسکے ساتھ قبضہ کا اتصال ہوا تو اوسکا حال ہبہ مقبوضہ کا سا ہوگیا اور ہبہ میں قبضہ کر لینے کے بعد رجوع بعد الموت درست نہیں ہی -

(٧٩٥) واذا اتت المبانة بولد لاكثر

(٧٩٥) اگر مطلقہ بائنہ نے اپنی عدت کا گذرنا نہیں بیان کیا

من سنتين ولم تقر بانقضاء عدتها وقد استوفت النفقة اى اخذت نفقة العدة فى هذه المدة يفتى ابو يوسف بعدم الرد عن ستة اشهر اى بان لا يرد المبانة عليه شيئًا وقالا يرد عليه نفقة ستة اشهر

اور وقت طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت میں اوسکے بچہ پیدا ہوا اور اس مدت تک عدت کا نفقہ لیتی رہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو کچھ واپس کرنا نہ پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک چھہ مہینے کا نفقہ اوسکو واپس دینا پڑیگا۔

(٧٩٦) له انها معتدة به ظاهرًا ما لم تقر بانقضاء عدتها وحملها ان كان من زنا لا تبطل نفقتها وان كان من تزوجها بزوج اخر تبطل لان تزوجها كاقرارها بالانقضاء فلا يرد الماخوذ بالشك ولهما ان حملها يحمل على التزوج لا على الزنا حملا لحالها على الاحسن فترد

(٧٩٦) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہی کہ بظاہر وہ خاوند کی عدت مین ہی جبتک اپنی عدت کا گزرجانا بیان نکرے اب لیے اوسکا حمل اگر زنا سے ہے تب تو اوسکا نفقہ باطل نہونا چاہیے اور اگر دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح سے ہی تو باطل ہوجانا چاہیے اسلوسطے کہ اوسکا نکاح کرنا گویا انقضاء عدتکا اقرار کرنا ہی تو جو چیز شک کے ساتھ لیگئی ہی وہ اب واپس نہین ہوسکتی۔ اور امام صاحب رح اور امام محمد رح کی دلیل ہی کہ اوسکا یہ حمل نکاح ثانی سے ہی سمجھین گے نہ زنا سے اور اوس کے حال کو نیکی پر محمول کرینگے اور اوس سے واپس نہ لینگے۔

(٧٩٧) ولا نفرق بالاعسار اى بعجزه عن نفقتها بل تؤمر اى الزوجة بالاستدانة اى بان يشترى طعامًا بالدين فتحيل عليه اى الزوجة على الزوج بذلك الدين او يرجع به على تركته ان مات

(٧٩٧) ہمارے نزدیک اگر خاوند اسقدر تنگدست ہو کہ وہ اوسکا نفقہ نہ دیسکے تو اون دونون مین تفریق نہ کردیجائیگی بلکہ اوس عورت کو حکم دیا جائیگا کہ قرض لیکر اپنے کھانے پینے کا خرچ چلاسکے یا تو اس قرض کا حوالہ خاوند پر کردیگی یا اگر خاوند مرجائیگا تو اوس کے ترکہ سے لیلیا جائیگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(٧٩٨) وفى شرح المختار اذا كان زوج المعسرة معسرا ولها ابن موسر من غيره او اخ موسر يؤمر الابن او الاخ بالانفاق عليها ويرجع به على الزوج اذا ايسر ويحبس كل منهما اذا امتنع فتبين

(٧٩٨) شرح المختار مین مذکور ہی اگر تنگدست عورتکا خاوند بھی تنگدست ہے اور اوس عورتکا دوسرے خاوند سے ایک بیٹا آسودہ حال ہی یا اوسکا بھائی آسودہ حال ہی تو اوس بیٹے یا بھائی کو حکم دیا جائیگا کہ اوسکو کھانے پینے کو دیوے اور بیٹا یا بھائی جب خاوند آسودہ حال ہوجائیگا تو اوس سے وصول کر لیگا اور اگر بیٹا یا بھائی اوسکو نہ دیگا تو قید کر لیا جائیگا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی

بهذا الاذانة لنفقتها تجب على من كان تجب عليه نفقتها لولا الزوج كمن اينفق على الاولاد الصغار المعسر من كان تجب عليه نفقتهم لولا الاب ثم يرجع به على الاب اذا ايسر بخلاف نفقة اولاده الكبار حيث لا يرجع بعد اليسار لانها لا يجب مع الاعسار فكان كالميت كذا فى التبيين۔

کہ خاوند کے نہوتے جن لوگون پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا اپ ان لوگون ہی کو اس عورت کو قرض دینا واجب ہی اسیطرح جو شخص تنگدست ہی اوسکے چھوٹے بچون کی کہانے پینے کو ان لوگون پر دینا واجب ہی جن پر باپ کے نہونے کی صورت مین اس اولاد کا نفقہ واجب ہوتا اور پہر باپ کے آسودہ حال ہو جانے کے بعد جسقدر انہون نے خرچ کیا ہوگا اوس سے وصول کر لینگے بخلاف بڑی اولاد کے کہ باپ کی تنگدستی کی حالتمین اگر کوئی قریب انکو نفقہ دے تو باپ کے آسودہ ہو جانیکے بعد اوس سے وصول نہ کر سکیگا اسواسطے کہ انکا نفقہ باپ کے اوپر

(۷۹۹) قيدنا بالامر لانها لو استدانت بغير امر القاضى ليس لها الاحالة ولا الرجوع۔

(۷۹۹) یہ قید کہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے اسواسطے لگائی ہی کہ اگر بلا حکم قاضی اوس نے قرض لیا تو وہ خاوند کے حوالہ سے نہ قرض لیسکتی ہی اور نہ وہ قرض خاوند کو ادا کرنا پڑیگا۔

(۸۰۰) وقال الشافعى يفرق ان طلبته

(۸۰۰) امام شافعی رح فرماتے ہین اگر خاوند بیوی کا نفقہ نہ دیسکیگا اور عورت تفریق چاہیگی تو اونکی بابین تفریق کردیجائیگی۔

(۸۰۱) قيدنا بالعجز عن النفقة لانه ان عجز عن المهر لا يفرق اتفاقا۔

(۸۰۱) نفقہ سے عاجز ہونیکی اسواسطے قید لگائی ہی کہ اگر مہر کے دینے سے خاوند عاجز ہی تو بالاتفاق اونمین تفریق نہ کیجائیگی۔

(۸۰۲) له انه عجز عن امساكها بالمعروف فينوب القاضى منابه فى التسريح باحسان ولنا ان فى التفريق ابطالا لحق الزوج بالكلية وفى الاستدانة رعاية للحقين فيصار اليها لا الى التفريق۔

(۸۰۲) امام شافعی رح کی دلیل یہ ہی کہ جب خاوند حسب دستور اوسکو اپنے پاس رکہنے سے عاجز ہی تو اچھی طرح سے اوسکو جدا کر دینا اوسپر لازم ہوا اور اسباب مین قاضی اوسکا قائم مقام ہو جائیگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ تفریق کر دینے مین بالکل حق زوجیت کا باطل کر دینا ہی اور قرض لینے کے حکم دینے مین دونونکے حقونکی رعایت پائی جاتی ہی لہذا تفریق نہ کیجائیگی بلکہ قرض لینے کا اوسکو حکم دیا جائیگا۔

(۸۰۳) قال صدر الشريعة علماؤنا استحسنوا ان ينصب القاضى نائبا شافعى المذهب يفرق بينهما لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة ولا يوجد من يقرضها وغنى الزوج امر

(۸۰۳) صدر الشریعہ نے بیان کیا ہی کہ ہمارے علما نے یہ بات پسند کی ہی کہ قاضی ایک شافعی المذہب کو اپنا نائب مقرر کر دے تاکہ وہ دونون مین تفریق کردے اسلیئے کہ ہمیشہ کیلئے قرض لے لے کر کام چلانا نہایت دشوار ہے اور کوئی اوسکو قرض دینے والا بھی نہین اور خاوند کا آسودہ

متوهم فالتفریق صار ضروریا اذا طلبته۔

حال ہونا ایک خیالی بات ہے لہذا تفریق ضروری ہے بشرطیکہ عورت ہی چاہے۔

(۸۰۴) هذا اذا کان الزوج حاضرا وان کان غائبا لا یفرق لان عجزه غیر معروف حال غیبته وان قضی بالتفریق لا ینفذ قضائه لانه لیس فی مجتهد فیه لما ذکرنا ان العجز لم یثبت کذا فی النهایة۔

(۸۰۴) یہ اوس وقت ہے کہ خاوند وہان موجود ہو اور اگر غائب ہے تو تفریق بالاتفاق نہو گی اسواسطے کہ اوسکی غیبت مین معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ نفقہ سے عاجز ہے اور اگر قاضی نے اس وقت مین تفریق کا حکم بھی دیدیا تو نافذ نہوگا اسلیے کہ مجتہد فیہ کے اندر یہ حکم نہیں ہے اسواسطے کہ خاوند کا عاجز ہونا ثابت ہی نہیں ہے - کذا فی النہایہ -

(۸۰۵) واذا کان للغائب مال مودع او مضاربة او دین وعلم القاضی به ای بالمال وبالنکاح او اعترف بهما ای بالمال والنکاح من هو ای المال فی یده یفرض فیه القاضی نفقة زوجته وولده الصغیر ووالدیه اذا کان من جنس حقهم۔

(۸۰۵) اگر ایک شخص غائب کا مال کسی کی سپردگی میں ہے یا شرکت مضاربت کے لیے اوسکا مال کسی کے پاس ہے یا کسی پر قرضہ ہے اور قاضی کو اوس مال اور نکاح کا دونون کا علم ہے یا جس شخص کے پاس یہ مال ہے وہ شخص مال کا اور نیز نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اوس مال مین اوس شخص کی بیوی اور چھوٹی اولاد اور مان باپ کا نفقہ مقرر کردے بشرطیکہ وہ مال اسی قسم کا ہو جس کی اونکو حاجت ہے -

(۸۰۶) اما الفرض اذا علم القاضی فلان علمه حجة یجوز له القضاء به فی محل ولایته واما اذا اعترفوا بالمال والنکاح فلانهم اقروا بان لها حق الاخذ مما فی ایدیهم واقرار صاحب الید مقبول فی حق نفسه فیقع القضاء علیهم اولا ثم یسری الی الغائب۔

(۸۰۶) اس نفقہ کے مقرر کرنے مین قاضی کے علم کی ضرورت اسواسطے ہے کہ قاضی کا علم ایک قسم کی حجت ہے قاضی اپنے علم سے اپنی محل ولایت مین حکم دیسکتا ہے اور جس صورت مین وہ شخص جسکے پاس مال ہے اقرار کرلے تو وہان قاضی کو نفقہ مقرر کردینا اسلیے جائز ہے کہ اوسکا اقرار کرنا بعینہ اسبات کا اقرار کرنا ہے کہ اس عورت یا اولاد وغیرہ کو مجھسے اس مال کے لینے کا استحقاق حاصل ہے اور قبضہ والے کا اقرار اپنے اوپر مقبول ہے پس اولاً تو قاضی کا حکم اوسی پر ہوگا اور اوسکے سبب سے اوس غائب تک بھی وہ حکم پہونچ جائیگا -

(۸۰۷) فان قیل لو احضر الدائن مودعا للغائب واعترف بالودیعة والدین لا یامر القاضی باداء الدین

(۸۰۷) کوئی اعتراض کرے کہ اگر کوئی قرضخواہ ایک شخص کو جسکے سپردگی مین اوسکی مدیون کا کچھ مال ہے اور مدیون غیر حاضر ہے قاضی کے سامنے پیش کردے اور وہ

فلم امر القاضى بالنفقة هنا قلنا انما امر القاضى بنفقتهم لانها واجبة قبل القضاء وكان لهم اخذها بدونه فيكون القضاء اعانة لهم لا قضاء لان القضاء الزام امر لم يكن لازما قبله. فلا يكون هذا القضاء قضاءً على الغائب وليس كذلك سائر الديون ولهذا قيد بنفقة الزوجة والولد والوالدين احترازا عن نفقة سائر المحارم لان نفقتهم انما يجب بالقضاء لان وجوبها مجتهد فيه فيكون القضاء بنفقتهم قضاء على الغائب وهو غير جائز۔

شخص اوس ودیعت اور نیز اس قرضخواہ کے دین کا اقرار کرے تو وہان پر قاضی اوس مودَع یا دائن دین کا حکم نہین دیسکتا پہر یہان کسطرح نفقہ کا حکم دیسکتا ہی تو اوسکا یہ جواب ہے کہ قاضی یہان اسواسطے حکم دیسکتا ہی کہ ان لوگونکا نفقہ قاضی کے حکم سے واجب نہین ہوا ہی بلکہ قبل از قضائی قاضی اوسکے اوپر نفقہ واجب ہی اور بدون حکم قاضی کے یہ لوگ اپنا نفقہ لیسکتے تھے مگر حکم قاضی سے اونکو اعانت ملگئی فی الحقیقت یہ قاضی کا حکم نہوگا اسواسطے کہ قضائی قاضی اصل مین ایک امر کے لازم کردینے کا نام ہے جو پہلے سے لازم نہ تہا پس یہ قضا تو قاضی قضاء علے الغائب نہوگی اور باقی دیون کا حال ایسا نہین ہے ولہذا نفقہ مین زوجہ اور اولاد اور مان باپ کے نفقہ کی قید لگائی ہے تاکہ باقی رشتہ دارونکے نفقہ سے تمیز ہو جاوے۔

(۸۰۸) اعلم ان كون المال مودعًا او ماخوذا على وجه المضاربة ليس بقيد لفرض النفقة لان المال لو كان فى بيت الغائب علم القاضى بالنكاح يفرض لهم النفقة۔

(۸۰۸) جاننا چاہیے کہ مال کا کسی کے سپردگی مین ہونا یا مضاربت کیلئے شریک کے پاس ہونا نفقہ کے مقرر کرنے مین ضروری چیز نہین ہی بلکہ اگر اوس غیر حاضر کے گھر مین ہی مال رکھا ہی اور قاضی کو نکاح کا حال معلوم ہی تب بہی اوسکی زوجہ کا نفقہ اوس مین مقرر کردیگا۔

(۸۰۹) وانما قيد بالاعتراف بهما لانه لو انكر احدهما لا يفرض القاضى ولا يقبل بينة المرأة فيه لان المودع لا يكون خصما عن الغائب وقيد بقوله من جنس حقهم لانه لو كان من خلاف جنسه بان لا يكون المال نقدين او طعاما او كسوة يستحقونها لا يفرض فيه النفقة لانه انما يصرف الى حقهم بواسطة البيع ولا يباع

(۸۰۹) یہ قید کہ مودع وغیرہ دونون چیزون یعنی مال اور نیز نکاح کا اقرار کرین اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دونون مین سے ایک بات کا بہی انکار کیا تو قاضی اُسکا نفقہ نہین مقرر کرسکتا اور نہ عورت کی بینہ مقبول ہوگی اسواسطے کہ وہ مودع غائب کیطرف سے مدعا علیہ نہین ہوسکتا اور یہ قید کہ وہ مال اوسی قسم کا ہو جس قسم کی اونکو حاجت ہی اسواسطے لگائی ہی کہ اگر وہ اور طرح کا مال ہی اور روپیہ پیسہ یا غلہ یا کپڑا نہین ہی جو اونکے کام مین آوے تو قاضی اوسمین سے اونکا نفقہ نہ مقرر کریگا

مال الغائب اتفاقا اما عند ابی حنیفة فلانه لا یری البیع علی الحاضر المدیون فعلی الغائب اولی واما عندهما فلانهما انما یریان البیع علی الحاضر لامتناعه عن البیع وامتناع الغائب عنه غیر معلوم۔

اسلیئے کہ یہ مال خود تو اونکے کام مین آ ہی نہین سکتا فروخت ہوکر اونکے کام مین آسکتا ہے اور غائب کے مال کے بیع بالاتفاق نادرست ہے امام صاحب رح کے نزدیک تو اسواسطے کہ وہ مدیون کے حاضر ہونے کی صورت مین بھی اوسکے مال کی بیع تجویز نہین کرتے تو غائب کے مال کی بیع بطریق اولٰی اونکے نزدیک ناجائز ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ

(۸۱۰) ویحلفها ای القاضی المرأة علی انها ما اخذت النفقة ویاخذ منها ای القاضی من الزوجة کفیلا بها ای بالنفقة نظرا للغائب لاحتمال ان یحضر ویقیم بینة علی طلاقه او اعطائه نفقتها

(۸۱۰) تو قاضی پر عورت کیلیئے نفقہ مقرر کرتے وقت لازم ہے کہ اوس سے اسبات پر حلف لیلے کہ خاوند سے اوس نے نفقہ لیا نہین ہے اور ایک شخص کو نفقہ پر اوس سے کفیل لیلے تاکہ اوس غائب کا نقصان نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حاضر ہوکر اوسکے طلاق پر یا اسبات پر کہ اوسکو نفقہ دیگیا تھا گواہ سنادے۔

(۸۱۱) وان لم یکن له ای للزوج الغائب مال فاقامت البینة علی الزوجیة لیفرض لها ای القاضی للمرأة النفقة رددناها ای بینتها لان خصمها غائب وقال زفر یسمع بینتها ویأمرها القاضی بالاستدانة اذ لا ضرر فیه علی الغائب لانه اذا حضر فان صدقها او اقامت بینة او نکل عن الیمین فقد اخذت حقها وان حلف یضمن هی او کفیلها۔

(۸۱۱) اور اگر اوس شوہر غائب کا کچھ مال نہین ہے اور عورت نے اپنی زوجیت پر گواہ سنائے تاکہ قاضی اوسکے لیئے نفقہ کا بندوبست کردے تو ہمارے نزدیک اونکی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوسکا مدعا علیہ غیر حاضر ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین اونکی گواہی مقبول ہوگی اور قاضی عورت کو قرض لیلیکر اپنا کام چلانے کا حکم دیگا اسواسطے کہ خاوند کا اس مین کچھ نقصان نہین ہے اسلیئے کہ اگر وہ حاضر ہوا اور عورت کی تصدیق کی یا عورت نے بینہ قائم کردی یا خاوند نے حلف سے انکار کیا تب تو عورت کو اوسکا حق ملگیا اور اگر خاوند نے حلف کیا تو اوس عورت پر یا اوسکے کفیل پر ضمان آویگا۔

(۸۱۲) ویختار القبول ای قبول بینتها کما قال زفر والقضاة فی زماننا یعملون علی قوله لاحتیاج الناس الیه واستحسنه اکثر المشائخ فیفتی به۔

(۸۱۲) مگر قول مختار یہی ہے کہ اوسکے بینہ مقبول ہوگی جیسا کہ زفر رح نے فرمایا ہے اور ہمارے زمانے کے قاضیونکا اسی پر عمل ہے اسواسطے کہ لوگونکو اسکی حاجت ہے اور اکثر مشائخ نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے لہذا اسی پر فتوی دینا چاہیے

(٨١٣) ولو كفل عنه اى رجل عن الزوج لزوجته بالاتفاق كل شهر يلزمه به اى ابو يوسف الكفيل بالاتفاق عليها مادام النكاح قائما بينهما والزماه بشهر اى بنفقة شهر واحد۔

(٨١٣) اگر ایک شخص خاوند کی طرف سے بیوی کے لیے ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جبتک اونمیں زوجیت کا علاقہ رہیگا اوس شخص کو نفقہ دینا پڑیگا اور امام صاحب رح اور امام محمد رح صاحب کے نزدیک صرف ایک مہینہ کا نفقہ اوسکو دینا پڑیگا۔

٨١٤، له انه التزم بنفقة كل شهر فيوخذ به كما لو قال تكفلت بنفقتك عنه مادمتما زوجين ولهما ان الشهر الاول معلوم فيصح وما وراءه مجهول فلا يصح كما لو قال ما غصبك احد فانا ضامن منه بخلاف ماذكر لانه بين فيه مدة۔

٨١٤، امام ابو یوسف رح کے یہ دلیل ہے کہ جب اوس نے ہر مہینے کا نفقہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے تو اوس سے بلاشبہ لیا جائیگا جسطرح وہ کہدے کہ جبتک تم خاوند بیوی ہو اوسوقت تک میں تیرے نفقہ کا کفیل ہوں۔ اور اون دونوں کی یہ دلیل ہے کہ پہلا مہینہ تو معلوم ہے لہذا اوسمیں کفیل ہونا صحیح ہے اور ایک مہینہ کے سوا نامعلوم ہے لہذا اوسمیں کفیل ہونا صحیح نہیں ہے جیسے کوئی کہے اگر کوئی تیری چیز غصب کرلے

(٨١٥) وفى النوادر لو ابرأت الزوج عن نفقتها ابدا فالبراءة باطلة ولو ابرأت النفقة المفروضة لها كل شهر صح الابراء من نفقة الشهر الاول دون ماسواه۔

(٨١٥) نوادر میں مذکور ہے اگر ایک عورت ہمیشہ کے واسطے اپنے خاوند کو نفقہ سے بری کردے تو یہ اوسکا بری کردینا اور ہمیشہ کیلئے نفقہ کا چھوڑ دینا باطل ہے اور اگر اوس نے خاوند سے کہا کہ ہر مہینے کیلئے میں نے اپنا نفقہ جو تو نے مقرر کر رکھا ہے تجھے چھوڑ دیا تو صرف ایک مہینے کا نفقہ اوسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا

٨١٦، وطلبها كفيلا لغيبته لغو اى اذا قالت للقاضى زوجى يريد ان يغيب فخذ لى منه كفيلا لنفقتى لا يأخذه عند ابى حنيفة لان طلب الكفيل بما لم تجب عليه غير معتبر۔

٨١٦، اگر ایک عورت نے قاضی سے کہا میرا خاوند کہیں کو جانا چاہتا ہے اسلیئے میرے نفقہ کے واسطے تو کسی شخص کو اوسکی طرف سے کفیل کردے تو امام صاحب رح کے نزدیک عورت کے یہ کہنے سے خاوند کیطرف سے قاضی کسی کو کفیل نکریگا اسواسطے کہ جو چیز ہنوز واجب نہیں ہوئی اوسمیں

٨١٧، وبامره به لنفقة شهر اى قال ابو يوسف يأخذ لها كفيلا منه بنفقة شهر رعاية لحقها احتياطا وانما

٨١٧، امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اوسکے کہنے سے صرف ایک مہینے کے واسطے احتیاطاً کسی شخص کو کفیل کردیا جائیگا تاکہ عورت کی حق تلفی نہو اور ایک مہینے کا

قدر شهر لانه ادنى الآجال في
السلم وما دونه في حكم الحال۔

اندازہ اسواسطے کیا ہے کہ بیع سلم کی بیادنے مدت ہو اور اس
سے کم کو تو فی الحال کا ہی حکم ہے۔

(٨١٨) وقيل هو اي قول ابي يوسف
المختار للفتوى۔

(٨١٨) بعض کا قول ہے کہ فتوے کے لیئے امام ابویوسف
رحمہ کا قول پسندیدہ ہے۔

(٨١٩) ويسكنها اي الزوج زوجته
في دار مفردة لا يشاركها احد
من اهله حتى لو كان له ولد من غيرها
فليس له ان يسكنه معها لانها تتضرر
من [illegible] على متاعها الا باختيارها
واذا اختارت الشركة في السكنى فقد
رضيت باسقاط حقها

(٨١٩) خاوند پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو ایک جدا مکان
رہنے کے واسطے دیدے جو خاوند کے گہر والون سے علیحدہ ہو
یہانتک کہ اگر اوس کے کوئی دوسری بیوی سے اولاد ہووے تو
اوسکو بہی اوس گہر مین نہین رکہہ سکتا اسواسطے کہ اس بیوی کو
اوپر اطمینان نہوگا اور گہر کی چیز اسباب کے تلف ہو جانے کا
خیال ہوگا مگر جس صورت مین وہ اونکو پاس رکہنے پر راضی ہو جاۓ
اور جب وہ اونکے ساتہہ رہنے سے راضی ہو گئی تو گویا اپنا حق م

(٨٢٠) ويجوز منع اهلها من الدخول
بل من اللبث عندها خوفا من
الفتنة لا من النظر والكلام لان في
المنع عنهما قطيعة الرحم۔

(٨٢٠) خاوند کو جائز ہے کہ اوسکے اقارب کو اوسکے پاس نہ
آنے دے اور بعض کہتے ہین آنیسے نہین روکسکتا بلکہ اوس
کے پاس بیٹہنے سے روک سکتا ہے تاکہ کچہہ لڑائی جہگڑا پیش
ہو جائے اونکو دیکہنے یا بات چیت کرنے سے نہین روک سکتا

(٨٢١) وقيل لا يمنع من الخروج الى
الوالدين ودخولهما اليها كل جمعة
وغيرهما اي لا يمنع غيرهما من
المحارم كل سنة۔

(٨٢١) بعض کا قول ہے کہ بیوی کو خاوند اوسکے ماں
باپ کے پاس جانے سے یا ہر ہفتہ مین ایک مرتبہ اوسکے
پاس ماں باپ کو آنیسے نہین روک سکتا اور سوا ماں باپکے
اور محارم کو سال مین ایک دفعہ آنیسے نہین روک سکتا ہے۔

(٨٢٢) وتجب النفقة على الاب وحده
لولده الصغير الفقير مع مخالفة الدين
لانه جزءه فنزل منزلة نفسه
كزوجته اي كما تجب نفقة زوجته
مع مخالفة الدين۔

(٨٢٢) چہوٹی اولاد جو محتاج ہے اوسکا نفقہ صرف باپ کے
اوپر واجب ہوتا ہے اگرچہ دونوں کا دین جدا ہو اسواسطے کہ بیٹا
باپ کا جز ہوتا ہے تو اوسکا نفقہ اپنا ہی نفقہ ہے بیوی کا نفقہ
بہی اگرچہ دونوں کا دین علیحدہ ہو خاوند پر واجب ہوتا ہے۔

(٨٢٣) ولم يوجبوا على الام ارضاعه

(٨٢٣) ماں کے اوپر بچے کا دودہ پلانا واجب نہین

وان لم تكن شريفة وقال مالك تجبر الام على ارضاع الولد اذا لم تكن شريفة لانها لو لم تجبر على الارضاع تتضرر الولد واما الشريفة فتتضرر بالجبر على الارضاع اكثر من تضرر الولد فلا تجبر ولنا قوله تعالى لا تضار والدة بولدها وفي اجبارها على الارضاع اضرار بها فلا تجبر مطلقا واما ضرر الولد فيندفع بارضاع الظئر الا ان تتعين الام بالارضاع بان لا يرضع الصبي غيرها او لا يوجد مرضعة غيرها فتجبر عليها صيانة للولد وكذ التجبر اذا كان الاب معسرا ولم يكن للولد مال ويجعل الاجرة دينا عليه كنفقته۔

(٨٢٤) ويستاجر الاب لان الاجرة عليه من ترضعه عندها اي عند الام اذا ارادت ذلك لان الحضانة لها۔

(٨٢٥) ولا يجيز استيجار زوجته او معتدة لارضاع ولده منها اي من زوجته او معتدته وقال الشافعي يجوز۔

(٨٢٦) قيد بقوله منها لان ولده لو كان من غيرها يجوز استيجارها اتفاقا۔

ہی اگرچہ وہ گھٹیا قوم کے عورت ہو اور امام مالک فرماتے ہین اگر بیوی عالیخاندان کی نہو تو مجبوراً اُسکو دودہ پلانا پڑیگا اسواسطے کہ اگر دودہ پلانے کے لیے اُس پر جبر نہ کیا جائیگا تو بچے کو تکلیف ہوگی اور اگر عالیخاندان کی عورت ہی تو جسقدر دودہ پلانے پر جبر کرنے سے اُسکو تکلیف ہوگی اسقدر بچے کو اُسکے دودہ نپلانے سے نہوگی اسواسطے کہ دوسری عورت اُسکو دودہ پلاسکتی ہی لہذا اُسپر جبر نہ کیا جائیگا ہماری دلیل یہ ہی کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہی لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا یعنی تکلیف نہ دیجائے ماں اپنے بچے سے اور اُسکو دودہ پلانے کیلیے مجبور کرنے مین تکلیف ہوگی لہذا مطلقاً اُسپر جبر نہ کیا جائیگا خواہ کیسی ہی عورت ہو اور بچے کی تکلیف دائی کے دودہ پلانے سے جاتی رہیگی مگر جس وقت مین سواے ماں کے وہ بچہ کسیکا دودہ نہ پیتے یا کوئی دائی نملے تو بچے کی حفاظت کیلیے دودہ پلانے پر مجبور کیجائیگی علے ہذا القیاس جسوقت مین خاوند تنگدست ہو اور اُس بچے کا بھی کچھ

(٨٢٤) باپ کو اس دائی کا نوکر رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اجرت اُسیکو دینی پڑیگی اور اگر ماں چاہے تو خاوند کو ایسی عورت نوکر رکھنی چاہیے جو ماں کے پاس دودہ پلایا کرے اسواسطے کہ حضانت یعنے پرورش اُسیکا حق ہی۔

(٨٢٥) ہمارے نزدیک خاوند کو اپنی اولاد کے دودہ پلانے کیلیے اپنی بیوی کو یا معتدہ کو جس سے یہ اولاد پیدا ہوئی ہو نوکر رکھنا درست نہین ہی اور امام شافعی رح فرماتے ہین درست ہی۔

(٨٢٦) یہ قید کہ یہ اولاد اُسی بیوی یا معتدہ سے ہی ہو اسواسطے لگائی ہی کہ اگر یہ اولاد دوسری بیوی سے ہو تو بالاتفاق نوکر رکھنا درست ہی۔

(۸۲۷) له ان ارضاعها لما لم تجب عليها صارت كالاجنبية فجاز استيجارها۔

(۸۲۷) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہی کہ اُسکے ذمہ پر اولاد کو دودھ پلانا واجب نہیں ہی تو وہ بمنزلہ اجنبیہ کے ہی لہذا اُسکا نوکر رکھنا جائز ہی۔

(۸۲۸) ولنا ان عقد النکاح لاقامة مصالح البیت ومن جملتها ارضاع الولد الا انها لم تجبر علیه لاحتمال عجزها عنه فاذا اقدمت علیه بالاجر ظهرت قدرتها فتبین ان الفعل واجب علیها فلایجوز استیجارها لان الاستیجار علی فعل واجب غیر جائز کاستیجار المولی عبده وکذا معتدته عن رجعی لان النکاح قائم واما معتدته عن بائن فکذا فی روایة لان بقاء بعض احکام النکاح فی المبانة کوجوب النفقة وعدم جواز دفع زکوته الیها کبقاء النکاح وفی روایة جاز لالتحاقها بالاجنبیات

(۸۲۸) ہماری دلیل یہ ہی کہ نکاح گھر کے کام درست کرنیکے لیے مقرر کیا گیا ہے انہیں میں سے اولاد کو دودھ پلانا بھی ہی مگر اسواسطے کہ شاید عورت کسیوجہ سے دودھ نہ پلا سکے اُسکو مجبور نہیں کیا گیا اور جب اجرت پر دودھ پلانے کے لیے راضی ہو گئی تو معلوم ہو گیا کہ وہ دودھ پلا سکتی ہی اس سے ظاہر ہو گیا کہ اُسکے اوپر دودھ پلانا واجب ہے لہذا اُسکو نوکر رکھنا جائز نہیں ہی اسواسطے کہ جو کام کرنا جسپر واجب ہے اُسپر اُسکو نوکر رکھنا جائز نہیں ہے جیسے مولی اپنے غلام کو نوکر رکھے۔ اور معتدۂ رجعی کا بھی یہی حال ہی اسواسطے کہ نکاح اُسکا قائم ہی اور موافق ایک روایت کے معتدۂ بائن کا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ معتدۂ بائن کے لیے بعض احکام نکاح کا باقی رہنا مثل نفقہ کے اور عدم جواز دفع زکوۃ کی اُسکی طرف ایسا ہی جیسا کہ نکاح کا باقی رہنا اور ایک روایت کے موافق اُسکو

(۸۲۹) فاذا انقضت عدتها جاز استیجارها۔

(۸۲۹) معتدہ کی عدت گذر جانے کے بعد اُسکو نوکر رکھنا جائز ہی۔

(۸۳۰) وتقدم الام علی الاجنبیة لانها اشفق الا ان تطلب زیادة اجرة علی اجرة غیرها من المرضعة فتقدم غیرها علی الام لئلا یتضرر الاب۔

(۸۳۰) نوکر رکھنے کے اندر اُس بچے کی ماں کو غیر عورتوں پر تقدم ہی بسبب اُسکی شفقت کی مگر جس صورت میں وہ زیادہ نوکری مانگے تو غیر عورت کو جو کم نوکری پر راضی ہو ماں کے اوپر تقدم ہی تاکہ باپ کو نقصان نہ پہونچے

(۸۳۱) ویجب علی الولد الموسر النفقة لابویه الفقیرین ...

(۸۳۱) ماں باپ اور جوان سے اور بیٹے میں سب کا نفقہ

الفقراء ای لا یشارکه الولد احد فی نفقة اصوله قیل یجب علی الولد الذکر والانثی علی قدر میراثهما لقوله تعالی علی الوارث مثل ذلك وقیل علی السواء لاستوائهما فی العلة وهذا هو المختار۔

بشرطیکہ یہ محتاج ہون فقط اولاد ہی پر واجب ہی اپنے ماں باپ وغیرہ کے اوپر نفقہ کرنے مین اولاد کے ساتھ کوئی رشتہ دار شریک نہوگا۔ بعض کا قول ہی کہ لڑکا اور لڑکی بقدر میراث کے نفقہ دینا پڑیگا یعنے لڑکا لڑکی سے دوچند نفقہ دیگا جسطرح دوچند ورثہ لیتا ہی لقوله تعالیٰ وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ یعنی اور وارث پر اسکے مانند ہی اور بعض کہتے ہین دونون کو برابر نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے

٨٣٢، مع مخالفة الدین قید الاصول بالفقر لان نفقة الاغنیاء واجبة فی مالهم۔

٨٣٢، اگر ماں باپ اور اولاد کے دین مین مخالفت ہو تب بھی اولاد کے اوپر نفقہ واجب ہی اور انکے محتاج ہونے کی اسواسطے قید لگائی کہ اغنیا کا نفقہ انکے مال مین واجب ہوا کرتا ہی۔

٨٣٣، وللاب بیع عروضه ای جاز له بیع عروض ولده عند ابی حنیفة

٨٣٣، اگر بیٹا موجود نہو تو باپ کو اسکی غیبوبت مین اپنے نفقہ کے لیے امام صاحب رح کے نزدیک اسکے عروض کو بیع کرڈالنا جائز ہی۔

٨٣٤، العروض هی الامتعة التی لا یدخلها کیل ولا وزن ولا یکون حیوانا ولا عقارا کذا فی الصحاح والمراد منها هنا جمیع المنقولات وهو ای والحال ان ولده غائب فیها

٨٣٤، عروض وہ چیزین ہین جو ناپنے یا تولنے مین نہین آتین اور نہ وہ حیوان ہون ونہ کوئی جائداد ہو کذا فی الصحاح اور یہان پر سب منقولات مراد ہین۔

٨٣٥، فی هنا بمعنی عن یعنی لاجل نفقة۔

٨٣٥، غائب فیہا کے اندر فی بمعنے عن کے ہی یعنے نفقہ کے لیے۔

٨٣٦، وقالا لا یجوز۔

٨٣٦، صاحبین رح کے نزدیک بیٹے کی غیبت مین باپ کو اسکے

٨٣٧، قید بالاب لان بیع غیره لا یصح اتفاقا وکذا لا یملك الام بیع عروض ولده فی ظاهر الروایة وما ذکر فی الاقضیة من جواز بیع الابوین فتاویله ان الاب هو الذی یبیع لکن لمنفعتها اضاف البیع الیهما وقید

٨٣٧، باپ کی اسواسطے قید لگائی ہی کہ کسی اور کا فروخت کرنا بالاتفاق نادرست ہی بلکہ ماں بھی ظاہر روایت کے موافق اپنے بیٹے کے اسباب کو اسکی غیبت مین بھی نہین فروخت کر سکتی ہی اور اقضیہ کے اندر جو ابوین کے بیع کو جائز بیان کیا گیا ہی تو اسکی تاویل یہ ہی کہ فروخت کرنیوالا تو باپ ہی ہوگا مگر چونکہ دونون کے نفع کے لیے ہوگا اسواسطے دونون کی

بالبیع لان استیفاء نفقته من ماله جائز اتفاقا وقید بقوله وهو غائب لان الولد اذا کان حاضرا لایجوز بیع عروضه اتفاقا وقید بقوله فیها لان بیع عروض ولده لسائر دیونه لایجوز اتفاقا۔

(۸۳۸) اقول الضمیر فی عروضه راجع الی الولد السابق وهو کان شاملا للصغیر والکبیر فیفهم منه ان بیع عروض الولد الصغیر مختلف فیه ایضا ولیس کذلک لان المفهوم من الهدایة والمنظومة ان الخلاف فی بیع عروض الولد الکبار واما بیع عروض الولد الصغار فجائز اتفاقا ولو قال وللاب بیع عروض ولده الکبیر لکان اولی۔

(۸۳۹) لهما ان ولایة الاب انقطعت عن ولده بالبلوغ فلا یملک بیع عروضه کما لا یملک حال حضرته وهذا هو القیاس وله ان الولایة وان زالت لکن بقی اثرها ولهذا صح منه الاستیلاد فی جاریة ولده الکبیر والعین تخشی علیها الهلاك وحفظ ثمنها ایسر فیجوز له بیعه للحفظ فاذا باعها فصار ثمنها من جنس حقها فله الاستیفاء منه

طرف نسبت کردی ہے اور بیع کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ بیٹے کے مال کو اسکے غیبت میں اپنے خرچ میں کرنا تو بالاتفاق درست ہے اور یہ قید کہ بیٹا موجود نہو اسواسطے لگائی ہے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے اسکے اسباب کی بیع کرنا بالاتفاق درست نہیں ہے اور یہ قید کہ نفقہ کے لیئے فروخت کرے اسلیے لگائی ہے کہ اور باقی دیون کے لیے اسکے اسباب کا فروخت کرنا بالاتفاق

(۸۳۸) میں کہتا ہوں عروضہ کی ضمیر ولد کی طرف جو سابقاً مذکور ہوا ہے راجع ہے اور وہ بالغ اور نابالغ سب کو شامل ہے پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ صغیر اولاد کے اسباب فروخت کرنے میں بھی اختلاف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ ہدایہ اور منظومہ سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ بالغ اولاد کے اسباب کی بیع کرنے میں اختلاف ہے اور نابالغ کے اسباب کی بیع کرنا باپ کو بالاتفاق درست ہے لہذا اگر مصنف علیہ الرحمہ یہ کہتا کہ باپ کو بڑی اولاد کے اسباب فروخت کرنیکا استحقاق حاصل ہے تو بہتر ہوتا۔

(۸۳۹) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ بالغ ہوجانیکے بعد باپ کو اولاد کے اوپر ولایت باقی نہیں رہتی لہذا باپ بیع نہیں کرسکتا جسطرح اسکی موجودگی میں بیع نہیں کرسکتا یہی ہے القیاس اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ اگرچہ ولایت جاتی رہی ہے مگر اسکا اثر ہنوز باقی ہے ولہذا جوان بیٹے کی باندی کو باپ ام ولد بنا سکتا ہے اور بعضی چیزوں کے خود باقی رکھنے میں اسکے ضائع ہوجانیکا اندیشہ ہوتا ہے مگر انکے ثمن کا حفاظت سے رکھنا آسان ہے لہذا حفاظت کے لحاظ سے اس اسباب کی بیع درست ہے اور جب بیع کردے تو اب اسکا ثمن باپ کے کام کا ہوگیا لہذا اس سے اپنا نفقہ لے سکتا ہے

(۸۴۰) ويمنع من عقاره اي لا يجوز بيع عقار ولده لنفقته اتفاقا والتساهم السابق وارد فيه لان الممنوع بيع عقار ولده الكبير واما بيع عقار ولده الصغير فجائز لكمال ولايته عليه

(۸۴۱) فان كان ماله اي مال الغائب في يد ابويه لم يضمنا بانفاقه لانهما استوفيا منه ما هو حقهما او في يد اجنبي فانفق عليهما اي على ابوي الغائب من ماله بغير اذن الحاكم ضمن لانه تصرف في مال غيره بلا ولاية عليه فلا يرجع بما ضمنه عليهما لانه ملك ما دفعه بالضمان فصار متبرعا بما دفعه ولا رجوع للمتبرع واذا انفق باذن الحاكم فلا ضمان لان للحاكم ولاية عامة

(۸۴۲) وفي النوادر اذا لم يكن في مكان يمكن استطلاع راي القاضي لا يضمن استحسانا وعلى هذا لو مات بعض الرفقة في السفر فباعوا قماشه وجهزوه بثمنه او اغمي عليه فانفقوا عليه من ماله لم يضمنوا۔

(۸۴۳) واذا مضت مدة بعد القضاء لهم اي الولد والوالدين ولذوي

(۸۴۰) باپ کو اپنی نفقہ کے لئے بیٹے کی جایداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اتفاقاً۔ اور پہلے جو اعتراض شارح بیان یہی وارد اسواسطے کہ بالغ اولاد کے جایداد کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے مگر نابالغ کے جایداد کو فروخت کر سکتا ہے اسلئے کہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔

(۸۴۱) اگر ایک شخص غائب کا مال اوسکی ماں باپ کے پاس ہے اور اونہوں نے اپنی نفقہ میں اسکو خرچ کر ڈالا تو اوسکی خرچ کر دینے سے اونکو ضمان نہ دینا پڑیگا کیونکہ اونہوں نے اپنا حق لیلیا ہے اور اگر وہ مال ایک غیر آدمی کے پاس تھا اور اوس نے بلا حکم قاضی کے اوس مال کو اوس شخص کے ماں باپ کی نفقہ میں خرچ کر دیا تو اوسکو ضمان دینا پڑیگا اسواسطے کہ اس نے دوسرے کے مال میں بدون ولایت کے تصرف کیا ہے اور ضمان دینے کے بعد ماں باپ سے اوسکا مطالبہ یہ اجنبی شخص نہ کر سکیگا اسواسطے کہ ضمان کے واجب ہونے کے سبب سے اس مال میں اوسکا تصرف مالکانہ طور پر ہوگا تو جو کچھ اوس نے اون دونوں کو دیا ہے وہ اپنی طرف سے بطور

(۸۴۲) نوادر میں مذکور ہے اگر ایسے مقام پر ہے کہ قاضی کو اطلاع دینا ناممکن ہے اور بلا اطلاع قاضی کے اوس نے مال کو اونکی نفقہ میں دیدیا تو استحساناً اوسپر ضمان نہ لازم ہوگا علی ہذا القیاس اگر سفر کی اندر ایک ساتھی مر گیا اور باقی ساتھ والوں نے اسکا اسباب فروخت کر کے اوسکی کفن دفن میں خرچ کر دیا یا وہ بیہوش ہو گیا اور ملے ہوئے نے اوسکی دوا دارو میں اوسکا مال خرچ کر دیا تو وہ شخص ضامن نہ ہونگے

(۸۴۳) اگر قاضی نے باپ یا دیگر اولاد کیلئے یا اولاد کے واسطے ماں باپ یا ذوی الارحام کیلئے نفقہ کا حکم دیدیا اور ایک مدت

الارحام بها اى بالنفقة وهو متعلق بالقضاء سقطت نفقتهم لانها وجبت كفاية لحاجتهم ولهذا لايجب ذا اليسار وانسد فم حاجتهم بالاكل من الناس وقد حصلت الكفاية بمضى المدة فتسقط النفقة بخلاف نفقة الزوجة حيث لا تسقط بعد القضاء بمضى المدة لانها تجب لكونها محتبسة فى منزل الزوج ولهذا يجب مع يسارها

گذر گئی اور ان لوگون نے نفقہ نہین دیا تو اس گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا اسواسطے کہ نفقہ اونکی حاجت کی دفعہ کرنیکے لئے مقرر ہوا ہو ولہذا ان لوگون کے آسودہ حال ہو جانیسے یا لوگون سے سوال کر کرکے گذارا کرنے سے واجب نہین رہتا اور جو مدت گذر چکی اوس مدت کے حاجت دفع ہو گئی لہذا نفقہ ساقط ہو جائیگا بخلاف زوجہ کے کہ وہ مدت کے گذر جانیسے نہین ساقط ہوتا اسواسطے کہ اوسکا نفقہ خاوند کے گھر مین رہنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہو ولہذا باوجود عورت کے آسودہ حال ہونیکی خاوند پر اوسکا نفقہ واجب ہوتا ہو۔

(٨٤٤) وفى الذخيرة نفقة مادون الشهر لا تسقط لانه لو سقطت بالمدة اليسيرة لما امكنهم استيفاؤها فقدر والفاصل بالشهر۔

(٨٤٤) ذخیرہ مین مذکور ہے اگر ایک مہینے سے کم مدت گذری ہو تو اس مدت کا نفقہ نہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ اگر تھوڑی ہی مدت مین نفقہ ساقط کر دیا جایا کرے تو اون نفقہ والون کو اپنا نفقہ وصول کرنے مین بہت دشواری پڑے لہذا اوس مدت کا جسمین نفقہ ساقط

(٨٤٥) وفى الحاوى نفقة الصغير يصير دينا بالقضاء دون غيره۔

(٨٤٥) حاوی مین مذکور ہے صغیر اولاد کا نفقہ تو قاضی کے حکم دیدینے سے باپ کے اوپر دین ہو جاتا ہو اور اوسکے سوا دین نہین ہوتا۔

(٨٤٦) ولو ضاعت نفقة او كسوة مقدرة للمرأة لا تجب نفقة اخرى لعدم اعتبار الحاجة فى حقها ولهذا يستحق المرأة النفقة مع الغنى ولو ضاع نفقة الاقارب قبل مضى الوقت تفرض لهم نفقة اخرى لتحقق حاجتهم ولهذا لا يستحق النفقة مع الغنى كذا فى التبيين۔

(٨٤٦) اگر عورت کے پاس سے اوسکا نفقہ یا کپڑا جو اوسکا مقرر تھا ضائع ہو جاوے تو خاوند کو اور نہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ عورت کے نفقہ دینے مین اوسکی حاجت کا لحاظ نہین کیا گیا ولہذا عورت کیلئے آسودہ حال ہونیکی صورتمین بھی نفقہ واجب ہوتا ہو اور اگر اقارب کے پاس سے جو ایک مدت خاص تک اونکو نفقہ دیا گیا تھا اوس مدت کی تمام ہونیسے پہلے ضائع ہو گیا تو اونکو اور نفقہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ اسکی تلف ہو جانیسے پھر وہ محتاج کی محتاج ہو گئی ولہذا اقارب کا نفقہ اونکی غنی ہونیکی صورتمین نہین واجب ہوتا پس اونکی نفقہ مین حاجت کا لحاظ ہو کذا فی التبیین

(٨٤٧) الا ان يؤذن لهم فى الاستدانة ولا تسقط لان اذن القاضى فى الاستدانة

(٨٤٧) اگر قاضی نے ان لوگون کو جنکا نفقہ ایک غائب پر واجب تھا حکم دیدیا تھا کہ قرض لیلیکر اپنا خرچ چلاتے رہین اور اونہون نے

كاذن الغائب فيصير دينا في ذمة

ایک مدت تک نہ دیا ہی گیا تو یہ نفقہ مدت گذرنے سے غائب کے ذمہ سے

(٨٤٨) وتوجبها لكل ذي رحم محرم مسلم فقير مع صغر او انوثة او زمانة او عمى على قدر الميراث وقال الشافعي لا تجب نفقتهم۔

(٨٤٨) ہمارے نزدیک واجب ہے ہر ذی رحم محرم کا بشرطیکہ مسلمان ہو اور محتاج ہو اور باوجود اسکے ان اوصاف میں کوئی وصف اوس میں پایا جاتا ہو یا تو صغیر ہو یا عورت ہو یا دست پا سے مجبور ہو یا نابینا ہو اوسکا نفقہ بقدر میراث کے واجب ہوتا ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں انکا نفقہ واجب نہیں ہے۔

(٨٤٩) قيد بالمحرم لان نفقة غير المحرم لا تجب اتفاقا وقيد بالمسلم لان نفقة مخالف الدين منهم لا تجب اتفاقا وقيد بان يكون مع فقره متصفا باحدى الاوصاف الباقية اشارة الى انه انما يستحق النفقة اذا كان عاجزا عن الكسب لانه لو كان قادرا عليه لا تجب نفقته اتفاقا ولهذا قالوا اذا كان طالب العلم غير مهتد الى الكسب فنفقته على الاب وان كان صحيحا۔

(٨٤٩) محرم کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ غیر محرم کا نفقہ بالاتفاق واجب نہیں ہے اور مسلمان کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر دین میں مخالف ہو تو واجب نہیں ہے بالاتفاق اور یہ قید کہ باوجود محتاج ہونے کے ان اوصاف میں سے کسی وصف کے ساتھ موصوف ہو اسواسطے لگائی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت میں نفقہ واجب ہوگا کہ جب وہ کمانے سے عاجز ہو اسواسطے کہ اگر وہ کما سکتا ہے تو بالاتفاق اوسکا نفقہ واجب نہیں ہے ولہذا مختار کا قول ہے کہ اگر ایک شخص طالب العلم ہے اور کمانے کی اوسکو فرصت نہیں ہے تو اوسکا نفقہ باپ کے اوپر واجب ہے اگرچہ وہ تندرست ہے۔

(٨٥٠) اعلم ان هذه الاوصاف انما يعتبر في غير الوالدين لان في نفقتهما يعتبر الفقر في ظاهر الرواية حتى لو كانا فقيرين قادرين على الكسب يجبر الابن على انفاقهما ترجيحا لهما على سائر المحارم كذا في الذخيرة۔

(٨٥٠) جاننا چاہیے کہ ان اوصاف کا اعتبار والدین میں نہیں ہے اسواسطے کہ اونکی نفقہ کے واجب ہونے میں ظاہر روایت کے موافق صرف محتاج ہونے کا اعتبار ہے حتی کہ اگر ماں باپ محتاج ہیں مگر کما سکتے ہیں تب بھی بیٹے کو اونکی نفقہ کے دینے میں مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ تمام اقارب پر ماں باپ کو ترجیح ہے کذا فی الذخیرہ۔

(٨٥١) له ان ذوي الارحام لا جزئية بينهم فلا يجب نفقة بعضهم على بعض

(٨٥١) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ ذوی الارحام کے اندر جزئیت کا علاقہ نہیں پایا جاتا لہذا بعض کا نفقہ بعض پر

کبنی الاعمام ولنا قراءة ابن مسعود
وعلى الوارث ذى الرحم المحرم
مثل ذلك وقراءته كروايته وفي لفظ
الوارث اشارة الى ان النفقة على
مقدار الميراث فلو كان لمعسر اخ
لاب وام واخ لام فسدس
نفقته يكون على الاخ لام وباقيها
على الاخ لاب وام واهلية الارث
فيها كافية حتى لو كان له خال وابن عم
فنفقته على خاله لكونه ذا رحم محرم
مع ان الميراث لابن العم ولو استويا
في المحرمية واهلية الارث يترجح
الوارث حقيقة حتى اذا كان له عم
وخال فالنفقة على العم۔

(٨٥٢) وينفق الاب على ابنه الزمن
وبنته البالغة الثلثين والام اى
ينفق الام الثلث لان ميراثهما
على هذا المقدار وهذه رواية
الخصاف وفي ظاهر الرواية النفقة
كلها على الاب لان في مؤنة رضاع
ولده لا يشاركه احد فكذا في النفقة

(٨٥٣) وفي المحيط يحبس الاب في
نفقة ولده لان في الامتناع من
انفاقه اتلاف النفس ولا يحبس
في سائر ديون الولد لان فيه ايذاء

واجب ہوگا جیسے چچاؤن کی اولاد۔ اور ہماری دلیل حضرت
ابن مسعودؓ کی قراءت ہے کہ وہ یون پڑھتے ہین وعلی الوارث ذی الرحم
المحرم مثل ذلک یعنی اور ذو رحم محرم وارث پر اوسکی مانند ہے
اور اونکی قراءت ایسی ہے جیسے اونکی روایت ہوتی اور وارث کے
لفظ مین اسبات کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ نفقہ میراث کے قدر واجب
ہوتا ہے مثلاً ایک محتاج شخص کا ایک حقیقی بھائی ہے اور ایک
اخیافی تو ثلث حصہ نفقہ کا اخ اخیافی پر ہوگا اور باقی حقیقی
بھائی پر اور اُس کے اندر ارث کی اہلیت کافی ہے حتی کہ اگر ایک
شخص کے ایک ماموں اور ایک چچا کا بیٹا ہے تو اوسکا نفقہ ماموں پر
ہوگا کیونکہ وہ ذو رحم محرم ہے باوجودیکہ ورثہ چچا کے بیٹے کو ملیگا
اور اگر محرمیت اور اہلیت ارث مین دونون برابر ہین تو اون مین
سے جو حقیقۃً وارث ہے اوسپر نفقہ واجب ہوگا حتے کہ
اگر ایک شخص کا ایک ماموں اور ایک چچا ہے تو
نفقہ چچا کے اوپر ہے۔

(٨٥٢) جو بیٹا لولا لنگڑا ہے یا بیٹی بالغہ ہے تو باپ کو
دو ثلث اور ماں کو ایک ثلث نفقہ دینا پڑتا ہے اسواسطے کہ
اسیطرح سے ماں باپ کو اولاد کا ورثہ ملتا ہے اور یہ خصاف کی
روایت ہے اور ظاہر روایت کی موافق سب نفقہ باپ کے
اوپر ہے اسواسطے کہ اولاد کا دودھ پلوانا صرف باپ ہی کے
اوپر ہوتا ہے اور دوسرا کوئی اوسکا شریک نہین لہذا نفقہ
بھی صرف اوسیکے اوپر ہوگا۔

(٨٥٣) محیط مین مذکور ہے اولاد کے نفقہ مین باپ کو
قید کر لیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکے نفقہ نہ دینے مین اولاد کا
ہلاک کرنا ہے اور باقی اولاد کے اور دیون مین باپ کو
قید نہین کر سکتے اسواسطے کہ اس مین باپ کو

الاب۔

ایذار کا پہونچانا ہے۔

(٨٥٤) ولا يجب على الفقير نفقة اقاربه قيدنا بها لان نفقة الزوجة والولد الصغير واجبة مع الفقر حتى لو كان عاجزا عن الكسب لكونه مقعدا يتكفف الناس وينفق على ولده وزوجته وبعض المشائخ قالوا نفقتهم في هذه الصورة في بيت المال۔

(٨٥٤) محتاج آدمی پر اپنی اقارب کا نفقہ واجب نہین ہے مگر بیوی اور صغیر اولاد کا نفقہ اوسکے اوپر بہی واجب ہو یہان تک کہ اگر وہ کمانے سے بہی مجبور ہے اور دست و پاسے بیکار ہو تب بہی اوسپر لازم ہے کہ لوگون سے بہیک مانگ کر بیوی اور اپنے چہوٹی بچون کو کہلائے اور بعض مشائخ کا قول ہو کہ اس صورتمین اونکا نفقہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا۔

(٨٥٥) فيشترط ابو يوسف ليساره ملك نصاب بحرم اي ذلك النصاب على مالكه الصدقة وهو مقدار نصاب فاضل عن الحوائج الاصلية بلا شرط نماء تقدم بيانه في فصل مصارف الزكوة ويفتي به اي بقول ابي يوسف۔

(٨٥٥) امام ابو یوسف رحکی نزدیک آسودہ حال وہ شخص کہلایا جائیگا جو نصاب کا مالک ہے اور اوسکو صدقہ کالینا حرام ہے یعنی حوائج اصلیہ کے پورا کر لینے بعد وہ شخص نصاب کا مالک ہو اور اوس مال مین یہ شرط نہین ہے کہ اوس مین نمو یعنے بڑہاؤ بہی پایا جائے مصارف زکوۃ مین اسکا بیان ہو چکا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے۔

(٨٥٦) وقدره محمد بيسار من يجب عليه نفقة اقاربه بالفاضل عن نفسه وعياله شهرا او من كسبه اي في رواية عن محمد انه مقدر بالفاضل عن كسبه كل يوم حتى اذا اكتسب درهما كل يوم وكفاه ثلثاه يجب صرف ثلثه الى قريبه۔

(٨٥٦) امام محمد رحکی نزدیک نفقہ دینے کے لئے آسودہ حال اوس شخص کو کہا جائیگا کہ اپنے اور اہل وعیال کے ایک مہینے کا خرچ سے اوسکے پاس کچہہ بچ رہی اور بموافق ایک روایت کی امام محمد رحسے یہ ہو کہ ہر روز اوسکی خرچ سے اوسکی کمائی مین سے کچہہ بچ رہی تو وہ شخص آسودہ حال سمجہا جائیگا۔ مثلاً ایک شخص ہر روز ایک درم کما لیتا ہے اور درم کی دو تہائی ہر روز اوسکا صرف ہے تو ایک تہائی اوسکو اقارب کی نفقہ مین دینی پڑیگی۔

(٨٥٧) وينفق المولى على عبده وامته فان امتنع المولى عن انفاقهما ولهما

(٨٥٧) غلام اور باندی کا نفقہ مولی کے اوپر ہے اور اگر مولی اونکو نفقہ نہ دیوے اور وہ دونون کمائی کر سکتی ہون

كسب انفق منه نظراً للمولى وابقاء لملكه والا اي ان لم يكن لهما كسب لكونهما معلولين اجبر المولى على بيعهما ولكن الحكم في سائر الحيوانات عند ابي يوسف واما في ظاهر الرواية فلا يجبر مالكها على انفاقها ولا الى بيعها لان اجبار القاضي نوع قضاء ولا بد له من مقضي له هو من اهل الاستحقاق والدابة ليست من اهل الاستحقاق هذا اذا لم يكن الدابة مشتركة فان كانت فالقاضي يجبر الشريك الممتنع عن انفاقها على بيع نصيبه رعاية لجانب الشريك الآخر لانه من اهل الاستحقاق كذا في المحيط۔

تو کمائی کریں وہ اپنے نفقہ میں خرچ کریں یہ سب مولیٰ کی بہتری کے لئے بھی بھلا ہے ہو کہ وہ ہلاک بھی نہ ہونگی اور مملوک رہینگے اور اگر غلام اور باندی کمائی نہیں کر سکتی ہیں اور کسی وجہ سے معذور ہیں مثلاً بیمار یا دست و پا سے بیکار ہیں تو مولیٰ کو انکی فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حیوانات کا بھی یہی حکم ہے مگر ظاہر روایت کے موافق حیوانات کے اندر مالک کو انکی کھلانے پلانے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ انکی فروخت کرنے پر اسواسطے کہ قاضی کا مجبور کرنا ایک قسم کا حکم ہے اور اسکے لئے محکوم لہ کا ہونا ضروری ہے اور محکوم لہ اہل استحقاق میں سے ہوتا ہے اور حیوانات اہل استحقاق نہیں ہیں مگر یہ جب ہے کہ وہ حیوان مشترک نہ ہو اور اگر مشترک ہو تو اوس شریک کو جو نفقہ نہیں دیتا ہے قاضی اوسکے حصہ کے فروخت کرنے پر مجبور کریگا دوسرے شریک کے حصہ کا لحاظ کرکے کہ وہ اہل استحقاق سے ہے۔ کذا فی المحیط۔

فصل في الحضانة وهي تربية الولد

(٨٥٨) وتقدم الام على الاب في الحضانة لما روي ان عمر رضي الله عنه طلق زوجته فتنازعا الى ابي بكر رضي الله عنه فقال ريقها خير له من عسل عندك يا عمر

(٨٥٩) ان طلبت قيد به لانها لو لم تطلب الحضانة لا تجبر عليها لاحتمال

فصل حضانت یعنی اولاد کی پرورش کے بیان میں

(۸۵۸) حضانت کی اندر ماں کو باپ کے اوپر تقدم ہوگی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی کے پاس مقدمہ لیکر پہونچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی سے فرمایا اے عمر آپ کے پاس کے شہد سے اوسکی ماں کے منہ کا تھوک اوسکے لئے اچھا ہے

(۸۵۹) ماں کو تقدم جب ہے کہ وہ اوسکی پرورش کرنا چاہے اور اگر وہ نہیں چاہتی ہے تو اس تقدم کا لحاظ کر کے اوسکو پرورش

عجزها عنه۔

کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا ہو سکتا ہے کہ اوسکی اسکا بلکہ بچہ بدذکر نہو۔

(٨٦٠) وفي النهاية هذا اذا كانت للولد ذات رحم محرم سوى الام وان لم يكن تجبر الام لان الاجنبية لا شفقة لها فيفوت الولد۔

(٨٦٠) نہایہ میں مذکور ہے کہ یہ اوس وقت ہے کہ اوس بچے کیلئے ماں کے علاوہ کوئی ذات رحم محرم موجود ہو ورنہ ماں کو پرورش کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ غیر عورت کو اوسپر شفقت نہوگی ورنہ بچہ تلف ہو جائیگا۔

(٨٦١) ثم امها اي ام الام ثم ام الاب وقدمناها اي ام الاب على الخالة وقال زفر الخالة مقدم على ام الاب لقوله عم الخالة ام ولنا انها اصل الولد لتولده منها بواسطة ابنها فتكون اولى من اخت الام وما ورد لا يدل على شفقتها لا على تقدمها۔

(٨٦١) ماں کے بعد حق تربیت نانی کو ہے اور پھر دادی کو اور دادی کو خالہ پر ہمارے نزدیک تقدم ہے اور امام زفر رحمہ فرماتے ہیں کہ خالہ کو دادی پر تقدم ہے اسواسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ خالہ ماں ہوتی ہے اور ہماری دلیل دادی کو اوسپر مقدم ہونے کی یہ ہے کہ دادی بچے کی اصل ہے اسواسطے کہ وہ بچہ اسی دادی سے بواسطہ باپ کے پیدا ہوا ہے لہذا خالہ کے اوپر اوسکو تقدم ہوگا اور حدیث سے خالہ کی شفقت مراد ہے اوسکا مقدم ہونا مراد نہیں ہے۔

(٨٦٢) ثم الاخت لابوين اي لاب وام لان ذات القرابتين يكون اشفق ثم للام اي الاخت لام ثم للاب اي الاخت ثم الخالات ثم العمات تقديما لقرابة الام على قرابة الاب وينزلن كذلك اي يترتبن كالاخوات فتقدم الخالة لاب وام على الخالة لام ثم هي على الخالة لاب وكذلك في العمات

(٨٦٢) دادی کے بعد حقیقی بہن کو حضانت کا حق ہے اسواسطے کہ اسکو اور بہنوں کے نسبت شفقت زیادہ ہوگی اور پھر اخیافی اور پھر علاتی بہن اور پھر خالائیں اور اونکے بعد پھوپیاں اس لحاظ سے کہ یہاں پر ماں کی قرابت کو باپ کے قرابت پر تقدم ہے اور خالہ اور پھوپیاں میں وہی ترتیب ہے کہ حقیقی خالہ اور حقیقی پھوپی کو اور پھر جو صرف ماں کے رشتہ سے خالہ یا پھوپی ہیں تقدم ہے اور پھر اونکو اون پھوپی اور خالہ پر جو صرف باپ کے رشتہ سے ہیں۔

(٨٦٣) ويسقط حق الحضانة اذا تزوجت باجنبي لان الصبي يتضرر بالجفاء من زوجها۔

(٨٦٣) اگر بچے کی ماں طلاق کے بعد اجنبی شخص سے نکاح کرلے تو اس بچے کا حق حضانت اوسکی ماں کو نہیں رہتا اسلئے کہ اپنی ماں کے دوسرے خاوند سے بچے کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

(٨٦٤) قيد بالاجنبي لانها لو تزوجت ذا رحم محرم منه لا تسقط لان لقريبه شفقته۔

(٨٦٤) اجنبی کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ کسی ذوی الارحام سے کسی محرم کے ساتھ نکاح کر لیا تو حق حضانت باقی رہیگا اسواسطے کہ قریب کو اوسپر شفقت ہوگی۔

(٨٦٥) ويعود حق الحضانة بالطلاق

(٨٦٥) اگر وہ اجنبی طلاق دیدیگا تو اوس عورت کو پھر حق حضانت پہونچیگا

(٨٦٦) واذا استغنى الغلام اى الصبي عن الخدمة اى خدمة من لها الحضانة بان يأكل ويشرب ويستنجي وحده قيل بسبع يعني استغناؤه مقدر بسبع سنين وعليه الفتوى او بتسع اى تسع سنين اجبر الاب او الوصي او الولي على اخذه لانه اقدر على تأديبه وتعليمه۔

(٨٦٦) جب لڑکا دوسرے آدمی کا محتاج نہ ہو اور کھانے پینے لگے اور خود پیشاب پاخانہ اور استنجا کرنے لگے تو باپ یا وصی ہو یا ولی ہو قاضی اوسکو مجبور کریگا کہ اب وہ اس بچے کو لیلیوے اور اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ وہی خوب طرح سے اوسکی تادیب اور تعلیم کر سکیگا۔ بعض نے اس مدت کا اندازہ کہ لڑکا اوسمین دوسرے کا محتاج نہ رہے سات سال سے کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور بعض نو سال کہتے ہیں۔

(٨٦٧) وتمكث الجارية عند الام والجدة حتى تحيض لان الام اقدر على تاديبها بآداب النساء وعند غيرهما اى غير الام والجدة حتى تشتهي والولد اى يمكث ولد المسلم عند الذمية حتى يخاف ان يألف الكفر اى اذا خيف عليه ان يعقل الاديان ويألف الكفر فالاخذ منها اولى نظرا له۔

(٨٦٧) اگر لڑکی ہے تو اوس وقت تک کہ ماں کے یا نانی کے پاس اوسکو رہنا ضروری ہے کہ جبتک اوسکو حیض نہ آنے لگے اسواسطے کہ اوسکو عورتوں کے آداب اور دستور خوب سکھلا سکتی ہیں اور اگر ماں یا نانی کے علاوہ کسی اور کے پاس رہی تو جبتک وہ جوان ہو اور قابل ہمبستری کے اوسکو خواہش ہونے لگی اوسوقت تک رہنا چاہیے۔ اور مسلمان کا بچہ ذمیہ عورت کے پاس اوسوقت تک رکھنا چاہیے کہ اسکے بعد اوسکے بگڑنے میں اندیشہ ہو کہ کفر کی باتیں سمجھنے لگے اور دین جو ہو نہ معلوم ہونے لگیں جب سات آٹھ برس ہو تو فوراً اوس سے لیلینا چاہیے اسمیں اوسکے لئے بھلائی ہے۔

(٨٦٨) ولا حق للامة وام الولد فيه اى في حق الحضانة قبل العتق لان الحضانة من الولاية وليستا باهل لها واذا لم يكن له اى للصبي من اهله

(٨٦٨) باندی یا ام ولد کو حق حضانت نہیں ہوتا جبتک کہ وہ آزاد نہ ہو جاویں اسواسطے کہ حضانت ایک طرح کی ولایت ہے اور وہ ولایت کی اہل نہیں ہیں۔ اگر بچے کی پرورش کیلئے اوسکی رشتہ سے کوئی عورت نہیں ہے اور مرد دوسرے

امرأة فاختصم فيه الرجال قدم
اقربهم تعصيبا فيقدم الاخ لاب وام
على الاخ لاب ويقدم ابنه على ابن الاخ
لاب وعلى هذا۔

اوسمین جھگڑا کیا تو جو اونمین سے قریب کا عصبہ ہوگا اوسیکو تقدم ہوگا۔
پس حقیقی بھائی کو علاتی بھائی پر تقدم ہوگا اور اسیطرح
حقیقی بھائی کے بیٹے کو علاتی بھائی کے بیٹے پر اور
علی ہذا القیاس۔

(٨٦٩) وفي الكافي لا يوضع الانثى
عند مولى العتاقة ولا عند عصبة
غير محرم ولو لم يكن العصبة المحرم
امينا لفسقه يضعها الحاكم عند
امرأة امينة وان لم يكن له عصبة
يدفع الى الاخ لام ثم الى ولده
ثم الى العم ثم الى الخال لاب وام
ثم لاب ثم لام لان لهؤلاء ولاية
عند ابي حنيفة في النكاح۔

(٨٦٩) کافی مین مذکور ہے اگر لڑکی ہو تو اوسکو مولی عتاقہ
کے پاس نہ رکھا جائیگا اور نہ عصبہ غیر محرم کے پاس رکھا جائیگا
اور اگر عصبہ محرم ہے مگر قاضی کو بسبب اوسکے فاسق ہونیکے
اوسپر اطمینان نہین ہے تو اوسکو چاہیے کہ ایک عورت کے پاس
جو اطمینان کے قابل ہو اوسکو رکھی اور اگر کوئی عصبہ نہین ہو
تو اخیافی بھائی کے پاس اور اوسکے بعد اوسکی اولاد کے پاس
اور پھر چچا کے پاس اور پھر ماموں کے پاس جو حقیقی ہو اور پھر
جو صرف باپ کے رشتہ سے ہو اور پھر جو ماں کے رشتہ سے ہو اسلیے
کہ ان لوگون کو امام صاحب کے نزدیک ولایت نکاح ہوتی ہے۔

(٨٧٠) ولا يخرج الاب بولده قبل
الاستغناء اي استغناء ولده من الحضانة لئلا
يبطل حق الام في حضانته ولا الام
اي لا يخرج الام من المصر بولده
لئلا يتضرر الاب الا الى وطنها
الذي تزوجها فيه۔

(٨٧٠) جبتک بچہ ہوشیار نہ ہو جائے یعنے خود پیشاب پاخانہ
اور استنجا وغیرہ نہ کرنے لگے باپ اوسکو سفر میں اپنے ہمراہ ماں سے
علیحدہ کر کے نہین لیجا سکتا اسواسطے کہ اسمین ماں کا حق حضانت
تلف ہوتا ہے اور نہ ماں اوس بچے کو شہر سے باہر لیجا سکتی ہے
تاکہ باپ کو تکلیف نہو مگر ماں کو یہ استحقاق ہے کہ اپنے وطن کو جہاں خاوند
نے اوس سے نکاح کیا ہے اس بچے کو لیجا سکتی ہے۔

(٨٧١) المفهوم منه ان اخراجها
بولده انما يجوز بامرين جميعا
كون المقصد وطنها وكون تزوجها
فيه كما اذا تزوج امرأة بالشام
فقدم بها الى الكوفة فولدت منه
اولادا ووقع الفرقة بينهما

(٨٧١) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو باتین پائی جائین اسوقت
ماں اوس بچے کو باہر لیجا سکتی ہے ایک تو یہ کہ اپنے وطن کو لیجائے
اور دوسرے وہ وطن بھی ایسا ہو کہ خاوند نے اوس میں اوس
عورت سے نکاح کیا ہو مثلا ایک شخص نے شام میں ایک عورت سے
نکاح کیا اور اوسکو کوفہ میں اپنے ساتھ لایا اور یہاں اوسکی
اولاد پیدا ہوئی اور پھر خاوند بیوی مین فرقت ہوگئی اور

وانقضت عدتها فلها ان تخرج
بولدها الی الشام من غیر رضاء
الاب حتی لو کان وطنها بالشام
ولم یکن تزوجها فیه او کان تزوجها
فیه ولم یکن من اهل الشام لیس
لها ان تخرج الی الشام الا دار
الحرب ای ان کان وطنها فی دار
الحرب وقد تزوجها فیها وهی حربیة
بعد ان کان مسلما او ذمیا
لا تخرج الام بالولد الیه لئلا
یالف الولد الکفر ولو کانا حربیین
فلها ذلك

اوسکی عدت گذر گئی تو وہ عورت بدون خاوند کی رضامندی
کے اوس اولاد کو اپنی وطن یعنے شام مین لیجا سکتی ہی حتے کہ اگر
اوسکا وطن شام ہی مگر اوس سے وہان نکاح نہین کیا ہے
یا نکاح شام مین کیا ہے مگر شام اوسکا وطن نہین ہے تو
دونون تقدیر پر اولاد کو وہان نہین لیجا سکتی ہے مگر
جس صورت مین ایک عورت کا وطن دار الحرب
مین ہے اور خاوند نے مسلمان یا ذمی ہو جانیکے
بعد دار الحرب مین اوس سے نکاح کیا ہے تو وہ عورت
اوسکی اولاد کو دار الحرب مین نہین لیجا سکتی ہے
تا کہ کفر کے باتون سے اوس اولاد کو انس
پیدا نہو جاوے اور اگر دونون حربی ہین
تو لیجا سکتی ہے۔

خاتمة الطبع